باقیات و نادرات
فیض احمد فیض
ڈاکٹر سید تقی عابدی

باقیات و نادرات
فیض احمد فیض

اہتمام: شاہد حمید
ناشر: گگن شاہد • امر شاہد
تزئین و آرائش: امر شاہد

First Published in hardback in Pakistan
by Gagan Shahid & Amar Shahid, Book Corner in 2019

ISBN: 978-969-662-220-8

Sale Center:
Book Corner Showroom
Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan
00 92 544 278051 00 92 314 4440882
bookcornershowroom bookcornerjhelum
info@bookcorner.com.pk www.bookcorner.com.pk

Printed at:
Fine Printers, Lahore, Pakistan.

فیض کی یادگاریں

سلیمہ ہاشمی اور منیزہ ہاشمی

کے نام

Faiz with Alys,
and daughters Salima and Moneeza,
Lahore, 1962.

فہرست

☐	مقدمہ	۹
☐	فیض احمد فیض — زندگی نامہ	۱۱
☐	فیض امن ایوارڈ	۳۷
☐	فیض اور بینک کریڈٹ کارڈ	۵۳
☐	فیض کی کتابوں کے سرورق	۵۴
☐	باقیاتِ فیض	۵۷
	باقیات کے تحقیقی نکات	۵۹
	فیض کا غیر مدوّن کلام	۶۱
	مجلّہ "راوی" میں فیض احمد فیض کی ابتدائی تصانیف	۶۷
☐	فیض — ہندوستان میں	۷۷
☐	فیض — یورپ میں	۹۷
	فیض پر اعتراضات کے جواب	۹۸
☐	فیض — کینیڈا اور امریکہ میں	۱۰۹
	فیض احمد فیض صاحب سے ایک غیر ادبی انٹرویو	۱۱۱
☐	فیض — تصاویر میں	۱۱۹
☐	فیض اور صادقین	۲۰۷
☐	بخطِ فیض	۳۳۹

- خطوط ۲۴۷
  - فیض کے خطوط ایلس کے نام ۲۴۹
  - ایلس کے خطوط فیض کے نام ۲۵۷
  - فیض کے خطوط سلیمہ ہاشمی کے نام ۲۹۱
  - فیض کے خطوط منیزہ ہاشمی کے نام ۲۹۴
  - فیض کے خطوط نواسے اور نواسیوں کے نام ۳۱۳
  - فیض کے خطوط سکندر علی وجد کے نام ۳۲۳
  - فیض کے خطوط محمد ایوب اولیاء کے نام ۳۲۶
  - فیض کے خطوط احمد سلیم کے نام ۳۲۷
  - متفرق خطوط ۳۳۱
- فیض کے خطوط سے ہمیں کیا ملا؟ ۳۳۵
- فیض کی صحت اور بیماریاں (خطوط کی روشنی میں) ۳۵۳
- فیض کا دوران جس نفسیاتی تجزیہ نہیں کیا گیا ۳۵۶
- فیض کا آخری وقت ۳۵۹
- تعزیتی خطوط ۳۶۵
- تعزیتی ٹیلی گرامز ۳۸۳
- عقیدت نامے ۳۸۹
- ''فیض فہمی'' کی تقاریب ۳۹۳

اس کتاب میں شامل ڈاکٹر سید تقی عابدی کے مضامین

- فیض احمد فیض — زندگی نامہ ۱۱
- فیض اور بینک کریڈٹ کارڈ ۵۳
- باقیات کے تحقیقی نکات ۵۹
- فیض کا غیر مدون کلام ۶۱
- فیض — ہندوستان میں ۷۷
- فیض کے خطوط سے ہمیں کیا ملا؟ ۳۳۵
- فیض کی صحت اور بیماریاں (خطوط کی روشنی میں) ۳۵۳
- فیض کا دوران جس نفسیاتی تجزیہ نہیں کیا گیا ۳۵۶
- فیض کا آخری وقت ۳۵۹

سچ تو یہ ہے کہ کسی بھی شاعر کی باقیات کامل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ خود شاعر کو اس کا مکمل علم نہیں رہتا کہ اس نے اپنے شعری سفر میں کب اور کہاں کیا کیا کھویا ہے۔ یہاں ہم اس رُوداد کو ذیل کے تضمینی مصرعے میں بیان کر سکتے ہیں:

'یہ باقیات ابھی نا تمام ہے شاید'

اسی لیے اس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہر وقت کچھ نہ کچھ نئی تخلیقی تصنیف ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ فیض احمد فیض اگرچہ ایک ممتاز، معروف، مستند فطری شاعر تھے مگر اُردو کے دوسرے بڑے شاعروں کی نسبت کم گو تھے۔ فیض کے مجموعی اشعار کی تعداد دو ہزار سے بھی کم ہے جبکہ اُردو گلستاں میں بعض ایسے بھی شاعر ہیں جن کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ کے قریب یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ فیض کے پہلے مجموعے ''نقشِ فریادی'' کی اشاعت کے بعد ان کے دوستوں اور پرستاروں کو ان کے کلام کا انتظار رہتا تھا چنانچہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کوئی تخلیقی فن پارہ منظرِ عام پر آئے اور آنکھوں سے اوجھل رہے۔ بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ چند مصرعوں کو بعد میں حذف کر دیا گیا اور چند مصرعوں کا اضافہ بھی کیا گیا جن کی نشاندہی ہم نے باقیات کے چند نکات اور غیر مدون کلام کے ذیل کی ہے۔ خود فیض نے کہا تھا کہ انہوں نے اپنا ابتدائی کلام اپنے مجموعوں میں شامل نہیں کیا، چنانچہ وہ صرف بعض اخباروں اور رسالوں کی نذر ہو کر رہ گیا۔ ہم نے فیض کے ابتدائی کلام کو جو ''راوی'' میگزین میں شائع ہوا، باقیات میں شامل کیا ہے۔ ہم نے باقیات میں ان تمام نکات کی طرف اشارہ کر کے وہ کلام جس میں کچھ ترمیم اور تنسیخ کی گئی ہے پیش کیا ہے، جو اگرچہ زیادہ نہیں مگر اہمیت کا حامل ہے۔ ہم نے اپنے چند مضامین جو باقیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں، فیض کے متعلقات کے طور پر اس میں شامل کیے ہیں۔

فیض چونکہ ہمہ جہت شخصیت تھے اس لیے ان کی کئی جہات میں عمدہ تخلیقی تحریریں تھیں مگر ہمیں تلاش کرنے پر بھی کچھ تحریریں حاصل نہ ہوئیں اور ہمیں ان کے لیے مزید انتظار کرنا بے سود لگا چنانچہ پاکستان ٹائمز، ادبِ لطیف اور لیل و نہار کراچی کے اداریے جو مرزا ظفر الحسن مرتب کر رہے تھے دستیاب نہ ہو سکے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ رزمیہ نظم جو جیل میں لکھنے کی خواہش کر رہے تھے وہ لکھی گئی یا نہیں۔ ''Pillers of Community'' کا جو نصف ترجمہ کر لیا تھا اس کا پتہ نہیں ملتا اور اسی طرح کئی دوسری تحریریں، ایک دو فلم کی اسکرپٹ کے اشارے تو ملتے ہیں لیکن اصلی تحریر نہیں ملتی۔ ہم نے اپنے مضمون ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' مطبوعہ ''فیض فہمی'' میں ان تخلیقوں اور تحریروں کا مفصل ذکر کیا ہے۔ شاید مستقبل میں فیض کے محققین اور فیض شناسوں تک آئندہ کبھی ان کی رسائی ہو سکے۔

یہاں سب سے پہلے خصوصی طور پر ہم محترمہ سلیمہ ہاشمی، محترمہ منیزہ ہاشمی اور ڈاکٹر علی مدیح ہاشمی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے خطوط کے ہمراہ اسناد مدارک اور ضروری نادر تصاویر بھیجیں جسے ہم نے اس باوقار صحیفہ کا جزو کیا۔ ہم ڈاکٹر بیدار بخت، ڈاکٹر بیدار مجید، جناب ایوب اولیاء، ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب، جناب لطیف اویسی اور جناب سجاد حیدر کے ممنون ہیں جنہوں نے خطوط کے ساتھ تصاویر بھی مرحمت کیں۔ ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق جناب سلمان احمد ہیں جو صادقین فاؤنڈیشن کے روحِ رواں ہیں۔ فیض فاؤنڈیشن کی انچارج محترمہ یمین زاہرہ صاحبہ اور عمیرا خلیل صاحبہ کی کوششوں سے ہمیں اس پراجیکٹ میں مدد ہوئی، ہم ان کے شکرگزار ہیں۔ ''**باقیاتِ و نادراتِ فیض احمد فیض**'' کا بیان مکمل نہ ہوگا اگر ہم **بک کارنر** جو اس دورِ حاضر میں جہلم سے دُنیائے اُردو ادب میں اپنی شناخت کی خوشبو بکھیر چکا ہے، کا ذکر نہ کریں۔ جناب امر شاہد اور گگن شاہد نے دن رات محنت اور دلجوئی سے اپنی ادبی اور ثقافتی تہذیبی صلاحیتوں کے ساتھ جو طباعت کی فن کاری کے کرشمے دکھائے ہیں ہماری نظروں کے سامنے موجود ہیں۔

آخیر میں خواہش مند ہوں اگر کچھ مطالب رہ گئے ہیں تو ضرور مطلع کریں اور ہماری کوتاہیوں کو درگزر کریں۔

خیر اندیش

سیّد تقی عابدی

ٹورانٹو (کینیڈا)

taqiabedi@rogers.com
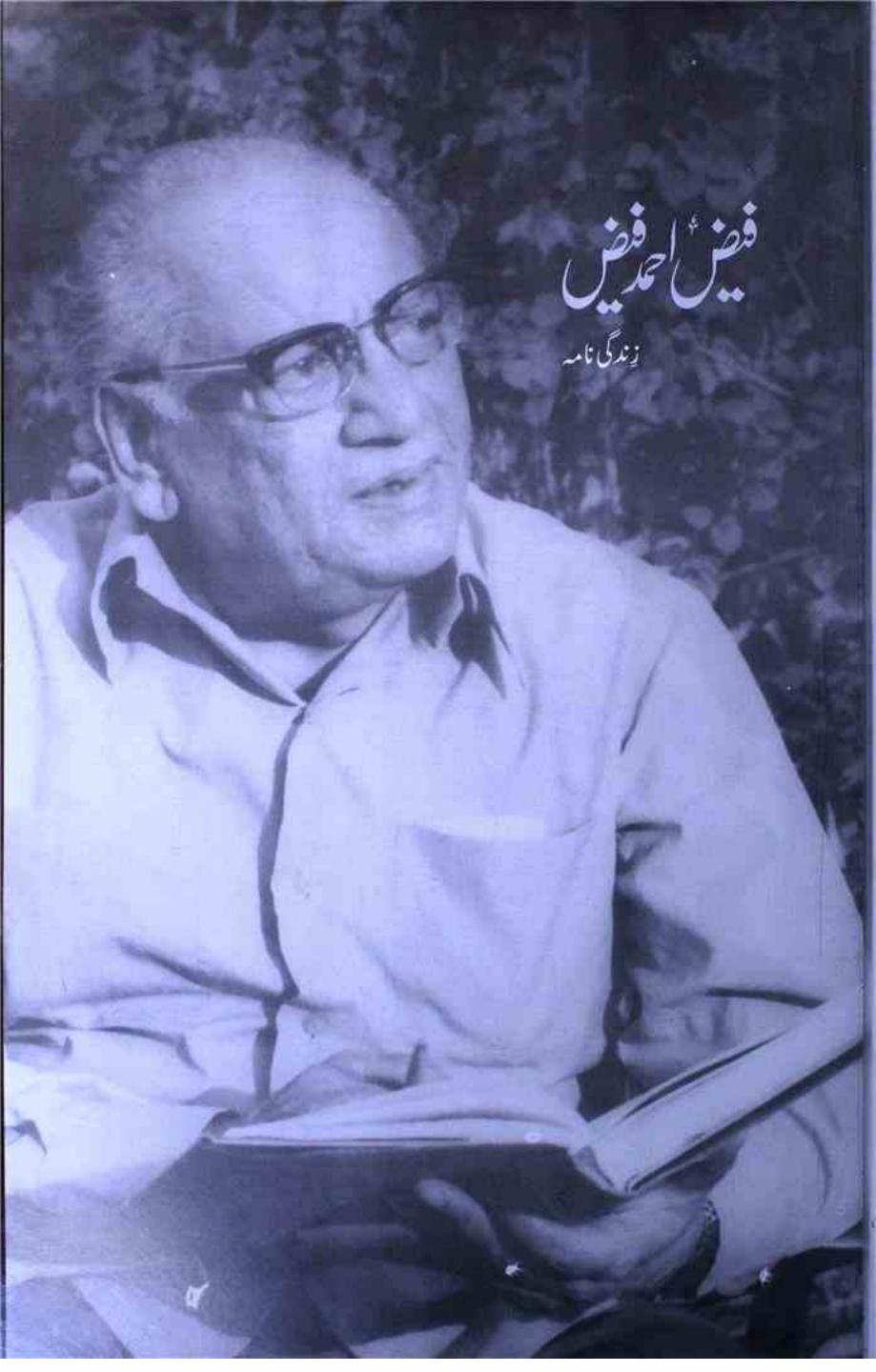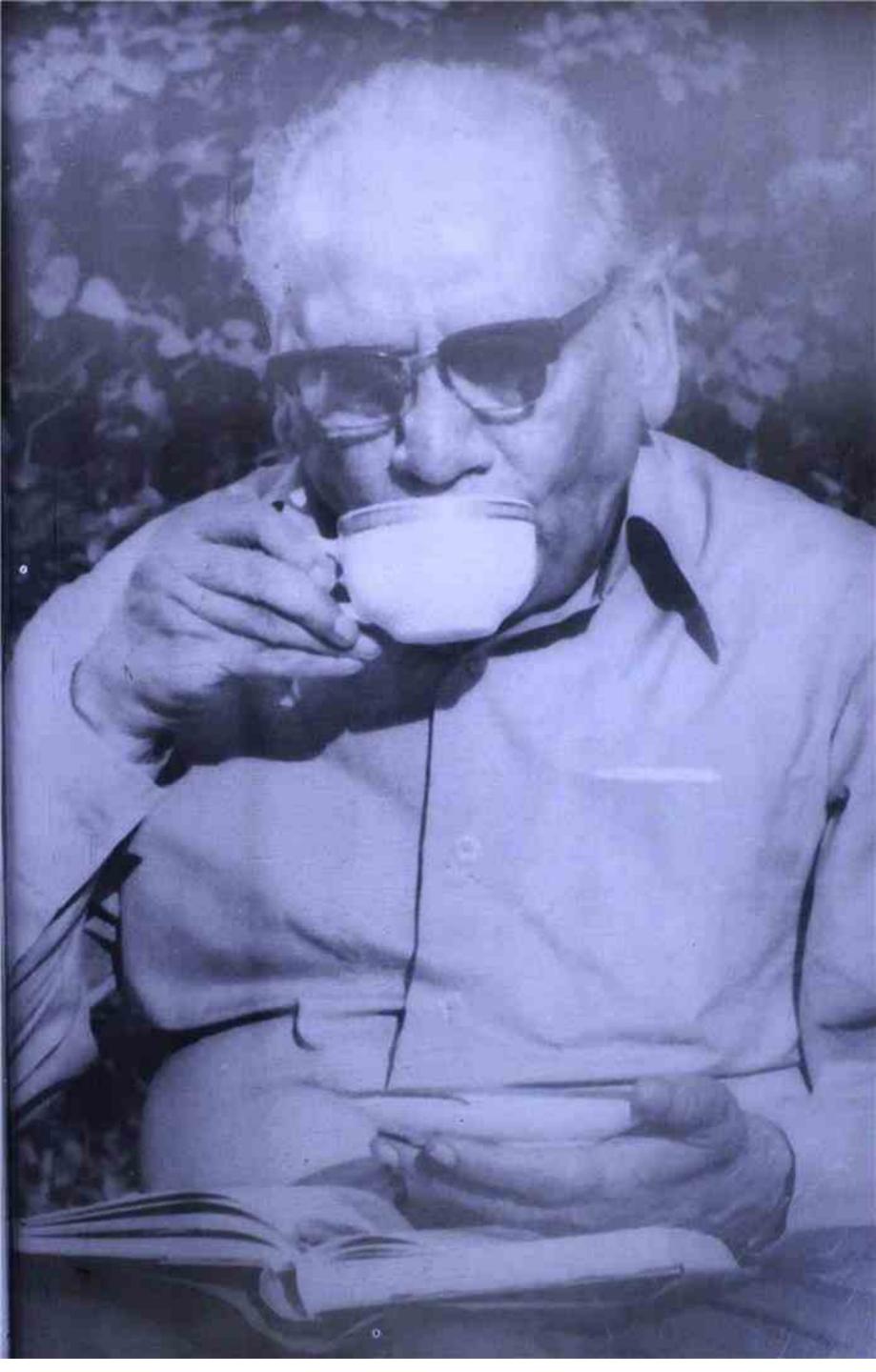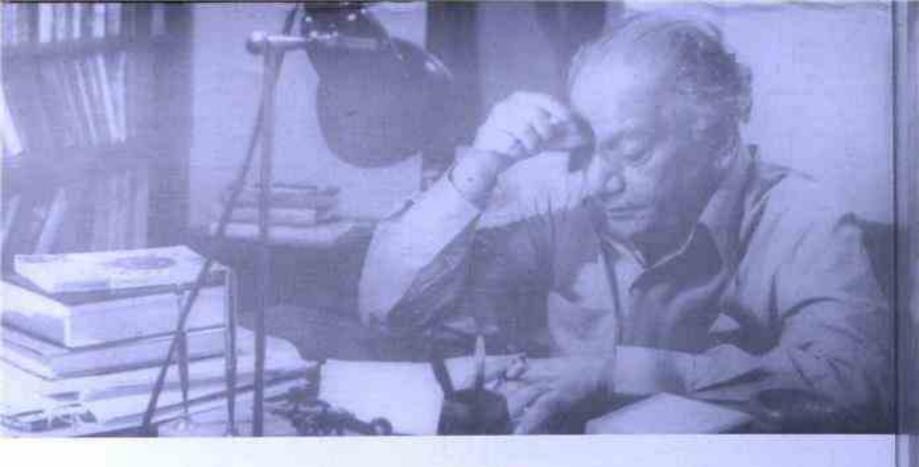
فیضؔ احمد فیضؔ
زندگی نامہ

نام: فیض احمد خان

ادبی نام: فیض احمد فیض

پیدائش: 13 فروری 1911ء ________ فیض ایک نامہ مورخہ 16 اپریل 1965ء میں اپنی تاریخ پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں: "تاریخ پیدائش سکول کے کاغذات میں 7 جنوری 1911ء اور کہیں 7 جنوری 1912ء درج ہے۔ میں نے حال ہی میں ایک دوست سے فرمائش کی تھی کہ وہ سیالکوٹ کے دفتر بلدیہ سے پیدائش کے اندراجات ریکارڈ دیکھ کر صحیح تاریخ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ ان کی تحقیق کے مطابق بلدیہ کے کاغذات میں 13 فروری 1911ء تاریخ پیدائش درج ہے۔

مقام پیدائش: قصبہ کالا قادر ضلع سیالکوٹ۔

والد: خان بہادر سلطان محمد خان بیرسٹر، میر منشی عبدالرحمٰن والی افغانستان۔ سابق سفیر دولت افغانستان، لندن۔

چودھری سلطان محمد خان، فیض احمد فیض کے والد سیالکوٹ کے مشہور بیرسٹر تھے۔ علم و ادب سے بچپن سے لگاؤ تھا۔ علامہ اقبال، سر عبدالقادر، ڈاکٹر ضیاء الدین، علامہ سید سلیمان ندوی اور دیگر ادبی شخصیتوں کی صحبت نے ان کے ادبی ذوق کو نکھارا تھا وہ علی گڑھ یونیورسٹی کورٹ کے ممبر، انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کے صدر اور انجمن حمایت الاسلام کی انتظامیہ کے سرکردہ رکن تھے۔ ان کی مشہور تصانیف ہیں افغانستان کے دستوری قوانین اور امیر عبدالرحمٰن کی سوانح عمری، جو انگریزی میں ہے۔

چودھری سلطان محمد خان نے خاندانی پیشہ زراعت کو چھوڑ کر فارسی، عربی اور انگریزی میں دستگاہ حاصل کی۔ افغانستان کے سرکاری وفد کی پیشکش پر لاہور سے کابل گئے جہاں والی افغانستان عبدالرحمٰن نے چیف سیکریٹری اور پھر سفیر بنا کر لندن روانہ کیا۔ لندن کے قیام کے دوران آپ نے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ یہاں آپ کی علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی۔ خان بہادر لندن میں تین سال گزارنے کے بعد افغانستان واپس ہوئے جہاں آپ نے ایک وزیرزادی سے شادی کی لیکن محلاتی سازشوں سے جان بچا کر راتوں رات افغانستان کو ترک کر دیا۔ دوران سفر آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ سیالکوٹ پہنچ کر بیرسٹر کی حیثیت سے نئی زندگی کا آغاز کیا اور یہاں دو شادیاں کیں جن سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چودھری صاحب کا 1931ء میں انتقال ہو گیا۔

والدہ کا نام: سلطان فاطمہ۔

بھائی بہن: حاجی طفیل احمد، میجر عنایت احمد، بشیر احمد، بیگم شجاع الدین، بیگم حمید، بیگم نجیب اللہ خان، بیگم معظم علی، رشیدہ سلطانہ۔

ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم: 1915ء میں چار برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ 1916ء میں ابراہیم سیالکوٹی کے مکتب گئے اور عربی اور فارسی کی تعلیم شروع کی۔ 1921ء میں سیالکوٹ کے سکاچ مشن ہائی سکول کی چوتھی جماعت میں داخل ہوئے اور امتیازی کامیابی حاصل کی۔ 1927ء میں فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ 1929ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے فرسٹ ڈویژن میں انٹرمیڈیٹ پاس کیا۔ اسی دوران علامہ اقبال کے استاد شمس العلما مولوی میر حسن سے باقاعدہ فارسی اور عربی میں تعلیم حاصل کی۔ 1931ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور عربی میں بی۔اے آنرز کے امتحانات پاس کیے۔ 1933ء میں گورنمنٹ کالج سے انگریزی میں ایم۔اے کیا۔ 1934ء میں اورینٹل کالج لاہور سے عربی میں ایم۔اے کیا اور فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔

مشاغل: 1935ء سے 1940ء تک ایم اے او کالج امرتسر میں انگریزی کے لیکچرر کے فرائض انجام دیے۔ 1940ء سے 1942ء تک ہیلی کالج آف کامرس میں انگریزی کی تعلیم دیتے رہے۔ 1942ء سے 1947ء تک فوج میں مشغول بکار رہے۔ 1942ء میں بحیثیت کیپٹن فوج میں ملازم ہوئے۔ فوج کے شعبہ تعلقات عامہ میں مصروف رہے۔ 1943ء میں میجر کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ 1944ء میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ 1947ء میں فوجی ملازمت سے استعفیٰ دے کر لاہور واپس ہوئے۔ 1959ء سے 1962ء تک پاکستان آرٹ کونسل کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔ 1964ء میں عبداللہ ہارون کالج کراچی کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ 1965ء میں محکمہ اطلاعات و نشریات میں بطور اعزازی مشیر خدمات انجام دیں۔ 1972ء میں قومی ادبی اکادمی پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ 1978ء میں افرو ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس کے نمائندہ اور اخبار لوٹس کے مدیر بنے۔

ازدواجی زندگی: 28 اکتوبر 1941ء کو لندن نژاد خاتون مس ایلس جارج سے اسلامی شرع کے مطابق عقد نکاح ہوا۔ ایلس، بیگم ڈین محمد تاثیر کی چھوٹی بہن تھیں۔ شادی سری نگر کشمیر میں ہوئی، شیخ محمد عبداللہ نے نکاح پڑھا۔ فیض کی والدہ نے ایلس فیض کا

اسلامی نام کلثوم رکھا۔ فیض نے اپنے مجموعہ "دستِ صبا" کا انتساب کلثوم کے نام کیا ہے۔

شادی کی شرائط: یہ معاہدہ 28 اکتوبر 1941ء کو فیض احمد ساکن سیالکوٹ (ہونے والا شوہر) اور ایلس کیتھرین جارج (ہونے والی زوجہ) متوطن لندن کے درمیان طے پایا جن کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ اس کی شرائط حسبِ ذیل ہیں:

1) اس معاہدے کے تحت دونوں میں طے پایا کہ چوں کہ دونوں مسلمان ہیں، اس لیے ان کی شادی مسلم شریعت کے مطابق ہو۔

2) اس معاہدے کی رُو سے اور متذکرہ شادی کے پیشِ نظر فیض احمد فیض اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایلس کیتھرین جارج سے شادی ہو جانے کے بعد فیض احمد کسی صورت میں بھی کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کریں گے۔

3) اس معاہدے کے مطابق اور متذکرہ شادی کے پیشِ نظر فیض احمد اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ وہ اسلامی قانون کے تحت طلاق کا حق ایلس کیتھرین جارج کو منتقل کرتے ہیں۔

4) اس معاہدے کے تحت اور اسلامی قانون کی رُو سے مہر کی رقم پانچ ہزار روپے مقرر کی گئی ہے جو شادی ہو جانے کے بعد فیض احمد ایلس کیتھرین جارج کو ادا کریں گے۔

دستخط

جی ایم صادق	فیض احمد
نور حسین	لیکچرر ہیلی کالج آف کامرس، لاہور

مرزا ظفر الحسن فیض کی شادی کے بارے میں لکھتے ہیں، "براتیوں میں جوش ملیح آبادی اور مجاز مرحوم بھی شامل تھے۔ فیض کے مالی حالات اتنے سقیم تھے کہ وہ اپنے لیے کپڑے بھی نہ سلوا سکے۔ صرف ایلس کے لیے ایک انگوٹھی خرید سکے کیوں کہ ایلس نے صرف یہی خواہش کی تھی کہ انھیں شادی میں انگوٹھی ضرور پہنائی جائے۔ متفرق اخراجات کے لیے فیض کو میاں افتخار الدین مرحوم سے تین سو روپے قرض لینے پڑے تھے۔ نکاح نامے پر فیض اور ایلس کے دستخطوں کے ساتھ شیخ محمد عبداللہ، جی ایم صادق، ڈاکٹر تاثیر اور نور حسین کے دستخط ہیں جو ان دنوں سری نگر میں ہیلتھ انسپکٹر تھے۔ بیگم تاثیر کے بھی دستخط ہیں جو ایلس کی سگی بہن ہیں۔ نکاح سے پہلے طرفین میں ایک تحریری معاہدہ ہوا جو اس معاہدے کی نقل ہے جو علامہ اقبال نے ڈاکٹر اور بیگم تاثیر کی شادی کے سلسلے میں انگریزی میں مرتب کیا تھا۔ ڈاکٹر تاثیر کا نکاح بھی علامہ اقبال نے پڑھایا تھا۔

یہاں ہم امرتا پریتم کے انٹرویو کا وہ حصہ درج کرتے ہیں جو ایلس فیض سے شادی کے بارے میں ہے:

امرتا: ایلس! کیا فیض صاحب سے تمھاری پہلی ملاقات تمھارے ہی دیس انگلستان میں ہوئی تھی؟

ایلس: نہیں، میری بہن ہندوستان میں بیاہی تھی، ڈاکٹر تاثیر کے ساتھ۔ وہ دونوں لندن میں ملے تھے، البتہ 1938ء میں اپنی بہن سے ملنے ہندوستان آئی تھی۔

امرتا: تو ہندوستان کو تم نے فیض کے روپ میں دیکھا۔

ایلس: ہاں، امرتسر میں ملی تھی۔ امرتسر ہندوستان بن گیا اور ہندوستان فیض۔

امرتا: تم اردو نہیں جانتی تھیں، پھر فیض کی شاعری سے عشق کیوں کر ہُوا؟

ایلس: امرتا سچی بات تو یہ ہے کہ میں آج تک فیض کی شاعری کی گہرائی کو نہیں جان سکی۔ ذرا سا زبان کو سمجھ لینا اور بات ہے، لیکن پوری تہذیب کو جاننا اور بات ہے۔

امرتا: تب فیض شاعر سے نہیں ایک شخصیت سے پیار کیا تھا؟

ایلس: ہاں، لیکن ویسے تو شاعری شخصیت کا ایک حصہ ہوتی ہے کیوں کہ ایک شاعر کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اس لیے بھی اس کا بہت کچھ جاننا ہوتا ہے اور میں نے جانا۔

امرتا: ملنے سے کتنے عرصہ بعد شادی کی منزل آئی۔

ایلس: تقریباً دو سال بعد۔ اور یہ انتظار اس لیے تھا کہ فیض کے والدین سے منظوری چاہیے تھی، کیوں کہ ایک خوش گوار ماحول کے بغیر ہم شادی نہیں کر سکتے تھے۔

امرتا: شادی کی رسم کہاں ادا کی گئی؟

ایلس: کشمیر میں۔ مہاراجا کشمیر نے اپنا گرمیوں کا محل ہمیں نکاح کی رسم کے لیے دیا تھا اور شیخ عبداللہ نے نکاح کی رسم ادا کی تھی۔

امرتا: کیا بارات لاہور سے آئی تھی؟

ایلس: ہاں۔ تین آدمیوں کی بارات تھی۔ ایک فیض، دوسرے اُن کے بڑے بھائی اور تیسرے اُن کے دوست نعیم۔ جب تینوں آ گئے تو میں نے فیض صاحب سے پہلی بات پوچھی، "بیاہ کی انگوٹھی لے کر آئے ہو کہ نہیں؟" فیض نے کہا، "انگوٹھی بھی لے کر آیا ہوں، ساڑی بھی"۔ میں حیران ہو گئی کہ فیض نے انگوٹھی کا سائز کہاں سے لیا ہے۔ پوچھنے پر کہنے لگے، "میں اپنے سائز پر لے آیا تھا"۔

امرتا: فیض جان گئے ہوں گے کہ دل مل جائیں تو انگلیاں بھی ضرور مل جاتی ہیں۔ اچھا ایلس! یہ بتاؤ کہ نکاح کے وقت مشاعرہ بھی ہوا تھا۔

ایلس: ہاں ہُوا تھا۔ پہلے کھانا شیخ عبداللہ اور ان کی بیوی کے ساتھ کھایا، پھر مشاعرہ ہُوا، مجاز اور جوش ملیح آبادی بھی تھے۔

امرتا: فیض کے رشتہ داروں سے ملاقات کب ہوئی؟

ایلس: کشمیر میں تین دن ٹھہر کر ہم لاہور آ گئے۔ وہاں دعوتِ ولیمہ کی گئی۔

امرتا: یہ تو ہندوؤں کے مکلاوے کی رسم ہوتی ہے۔

ایلس: ہاں کچھ ایسا ہی ہے۔ لڑکے والوں کی طرف سے یہ دعوت کی جاتی ہے۔

امرتا: ساس کی بزرگانہ دعائیں کیسے لیں؟

ایلس: سر جھکا کر گھونگھٹ نکال کر۔

امرتا: ایمان سے، سچ! گھونگھٹ اٹھانے کی رسم بھی ہوئی تھی؟

ایلس: ہاں امرتا! چاندی کے روپوں کی سلامی ملی تھی۔

امرتا: ساس صاحبہ نے تمھارا نام نہیں تبدیل کیا؟

ایلس: کیا تھا، اور انھوں نے میرا نام کلثوم رکھا تھا، لیکن مجھے پسند نہیں آیا۔

امرتا: اُردو زبان کب سیکھی؟

ایلس: گھر میں فیض کے بھتیجے سے۔ اُن کو انگریزی سکھائی اور ان سے اردو سیکھی۔

امرتا: اُس وقت تک فیض کا پہلا مجموعہ "نقشِ فریادی" چھپ چکا تھا؟

ایلس: ہاں، شاید ایک سال پہلے چھپا تھا۔

امرتا: فیض نے اپنے پہلے عشق کی داستان سنائی تھی جس کے متعلق "نقش فریادی" کی نظمیں لکھی تھیں؟

ایلس: ہاں امرتا! وہ بھی اور اس کے بعد کی دوستیاں بھی۔ لیکن کچھ بھی میری زندگی پر اثر انداز نہیں ہوا۔ فیض ایک چٹان ہے اپنے آپ میں۔ فیض کی وفا اپنے ساتھ ہے، کاغذ اور قلم کے ساتھ ہے۔

امرتا: یہ سچ ہے، جس کی وفا اپنے ساتھ ہو اپنے کردار کے ساتھ ہو، اپنی تخلیق کے ساتھ ہو اس جیسا وفادار کون ہو سکتا ہے۔

ایلس: سینتیس برس گزر گئے ہماری شادی کو۔

امرتا: پورب اور پچھم کا یہ ملاپ کیسا رہا؟

ایلس: یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ دو مختلف علیحدہ علیحدہ سرزمینوں کے مرد و زن جب شادی کرتے ہیں تو میرا خیال ہے مرد کے لیے عورت کے دیس میں رہنا آسان نہیں لیکن عورت اپنے مرد کے دیس میں رہ سکتی ہے۔ نئی دھرتی، نئے ماحول کو اپنانے کی اس میں توانائی ہوتی ہے۔ مختلف تہذیب کے لوگوں کی شادی آسان بات نہیں۔

امرتا: تمھارے دو بچے ہیں۔

ایلس: دو لڑکیاں۔ سلیمہ اور منیزہ۔ سلیمہ مصورہ ہے اور منیزہ ٹی وی پروڈیوسر۔ دونوں نے دو پنجابی بھائیوں کے ساتھ شادی کی ہے، اس لیے اکٹھی رہتی ہیں اپنی ساس کے ساتھ۔

اولاد: دو لڑکیاں۔ بڑی بیٹی سلیمہ 1942ء میں پیدا ہوئی۔ چھوٹی بیٹی منیزہ 1945ء میں پیدا ہوئی۔

بیماری اور وفات: فیض شدید سگریٹ نوشی کرتے تھے۔ موروثی یا جینیٹک طور پر دل کی بیماری کا حال ان کے والد اور بڑے بھائی طفیل کی ناگہانی اموات سے معلوم ہوتا ہے، چناں چہ 1966ء میں ہارٹ اٹیک ہوا۔ برونکائٹس، کمزوری قلب اور دمہ نے فیض کو کمزور اور قریب المرگ کر دیا تھا۔ افتخار عارف کے نام ایک خط میں کسی رات کو دمہ کے شدید حملے کا ذکر یہ بتاتا ہے کہ انھیں bronchitis، emplysema، ضعف قلبی کے ساتھ ساتھ قلب کا دمہ بھی تھا جس کا نتیجہ غالباً نفس تنگی اور نمونیا پر تمام ہوا۔ 18 نومبر 1984ء کی رات کو ہسپتال میں داخل کیا گیا، پوری کوشش کے باوجود 20 نومبر 1984ء بروز منگل دن میں ایک بج کر بیس منٹ پر میو ہسپتال لاہور کے ایسٹ میڈیکل وارڈ میں فیض کا انتقال ہو گیا۔

مشاغل اور خدمات

صحافت: 1938ء سے 1939ء تک ادب لطیف کے مدیر رہے۔ 1947ء سے 1958ء تک پروگریسو پیپرز لمیٹڈ کے تحت شائع ہونے والے روزنامہ پاکستان ٹائمز، روزنامہ امروز اور ہفت روزہ لیل و نہار کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

1978ء سے 1984ء تک افرو ایشیائی سہ ماہی مجلہ لوٹس بیروت کے مدیر اعلیٰ رہے۔

سماجی خدمات: 1936ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کے قیام میں سجاد ظہیر، محمود الظفر، رشید جہاں، ہاجرہ بیگم، ملک راج آنند اور دوسری تعلیم یافتہ شخصیات کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ 1947ء سے 1951ء تک حکومت پنجاب لیبر ایڈوائزری کمیٹی کے سرپرست رہے۔ 1951ء میں پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے صدر بنے۔ 1948ء سے 1970ء تک رکن ایگزیکٹو کونسل عالمی امن کونسل رہے۔ 1958ء سے آخری عمر تک افرو ایشیائی ادبی انجمن کے بنیادی رکن رہے۔ 1950ء کے بعد سے ایرانی عوام، فلسطینی عوام اور افریقی عوام کی آزادی کی تحریک سے جڑے رہے۔

اعزازات: 1942ء میں فوجی ملازمت کے دوران ایم بی ای (M.B.E) کا خطاب ملا۔ 1962ء میں لینن انعام دیا گیا۔ فیض پہلے ایشیائی شاعر تھے جنھیں یہ اعزاز دیا گیا۔ 1976ء میں ادبی افرو ایشیائی لوٹس انعام دیا گیا۔

قید و تنہائی: فیض نے 9 مارچ 1951ء سے 6 اپریل 1955ء تک لیاقت علی خان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش میں چار سال ایک ماہ اور گیارہ دن کی قید کاٹی۔ یہ سازش راولپنڈی سازش مقدمہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پہلے تین مہینے قید تنہائی کی سزا ہوئی جس میں سختی کہ انھیں اپنے بیوی بچوں سے ملنے کی اجازت نہ تھی، انھیں قلم اور کاغذ بھی استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ فیض کی بہت سی نظمیں جو "زنداں نامہ" میں ہیں اسی قید کے زمانے میں انھوں نے منٹگمری سنٹرل جیل اور لاہور سنٹرل جیل میں قیام کے دوران لکھیں۔ فیض 1958ء میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے اور 1959ء میں رہا کیے گئے۔ یہ دور ایوب خان کی ڈکٹیٹرشپ کا دور تھا۔

سفر و سیاحت: فیض نے اپنی زندگی میں کئی ملکوں کا دورہ کیا۔ بعض مقامات پر طویل عرصے کے لیے مقیم ہوئے۔ مختلف سیاسی اور ادبی انجمنوں سے ارتباط رکھا، کئی یونیورسٹیوں میں توسیعی لیکچرز دیے اور کئی کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت کی جن کی فہرست کافی طویل ہے۔ 1948ء میں ٹریڈ یونین فیڈریشن کے نائب صدر اور مزدوروں کے نمائندے کی حیثیت سے سان فرانسسکو اور 1949ء میں جنیوا میں شرکت کی۔ اسی طرح 1958ء میں تاشقند اور 1962ء سے 1964ء تک انگلستان میں قیام کیا۔ فیض نے روس کے تقریباً بڑے اور مشہور علاقوں کا دورہ کیا۔ وہ سیلون، کیوبا، مصر، لبنان، الجیریا، کینیڈا اور متعدد یورپی ملکوں کے مشاعروں، مباحثوں، کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہے۔ اردو ادب کا یہ وہ بڑا شاعر ہے جو ملک اور بیرون ملک دونوں مقامات پر محفلیں سجاتا رہا۔

شاعری: 1928ء میں اخوان الصفا کے مشاعرہ میں فیض نے جو پہلی غزل پڑھی، اس کا پہلا شعر یہ تھا:

> لب بند ہیں ساقی مری آنکھوں کو پلا دے
>
> وہ جام جو منت کش صہبا نہیں ہوتا

ابتدائی نمونہ: فیض کی پہلی نظم "میرے معصوم قاتل" 1929ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے رسالہ "راوی" میں شائع ہوئی۔ یہ نظم نایاب ہے۔

شاگردی: فیض نے باقاعدہ کسی کی شاگردی اختیار نہ کی۔ ایک سوال کے جواب میں فیض نے کہا، "میں نے اپنے ذوق و وجدان کو رہبر اور خود تنقیدی و خود احتسابی کو شعار بنا کر ہمیشہ اپنے کلام پر نظر ثانی کی۔ اس کے علاوہ چند مخلص اور قریبی احباب سے جن میں ایم۔ ڈی تاثیر، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، مولانا چراغ حسن حسرت، پطرس بخاری اور کرنل مجید ملک بطور خاص قابل ذکر ہیں، مشورے کرتا رہا۔" البتہ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ فیض کے معنوی اساتذہ میں عمارت کے شعرا، امراؤ القیس، حافظ، میر، سودا، انیس، غالب، نظیر، اقبال، حسرت کے علاوہ انگریزی شعرا میں شیکسپیئر، شیلے، براؤننگ اور کیٹس قابل ذکر ہیں۔ اقبال کے پیام مشرق کے انتخاب کے منظوم ترجمے میں فیض صوفی تبسم اور کرنل مجید کی مدد کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

شعر گوئی:

فیض کہتے ہیں: "جب دسویں جماعت میں پہنچے تو ہم نے بھی تک بندی شروع کر دی اور ایک دو مشاعروں میں شعر پڑھ دیے۔ منشی سراج دین نے ہم سے کہا: "میاں ٹھیک ہے تم بہت تلاش سے شعر کہتے ہو۔ مگر یہ کام چھوڑ دو۔ ابھی تو تم پڑھو لکھو اور جب تمھارے دل و دماغ میں پختگی آجائے تب یہ کام کرنا۔ اس وقت یہ تضیع اوقات ہے"۔ ہم نے شعر کہنا ترک کر دیا۔ جب ہم مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے اور وہاں پروفیسر یوسف سلیم چشتی اُردو پڑھانے آئے جو اقبالؒ کے مفسر بھی ہیں تو انھوں نے مشاعرے کی طرح ڈالی اور کہا: "طرح پر شعر کہو"۔ ہم نے کچھ شعر کہے اور ہمیں داد ملی۔ چشتی صاحب نے منشی سراج دین کے بالکل خلاف مشورہ دیا اور کہا: "فوراً اس طرف توجہ کرو، شاید تم کسی دن شاعر ہو جاؤ گے"۔ مجھے یاد ہے ہم مستی دروازے کے اندر رہتے تھے۔ ہمارا گھر بالائی سطح پر تھا۔ نیچے بدرو بہتی تھی۔ چھوٹا سا ایک چمن بھی تھا۔ چار طرف باغات تھے۔ ایک رات چاند نکلا ہُوا تھا چاندنی، بدرو اور ارد گرد کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑ رہی تھی۔ چاندنی اور سایے یہ سب مل کر کچھ عجیب پُراسرار منظر بن گئے تھے۔ چاند کی عنایت سے منظر کی بد وضعی چھپ گئی تھی اور کچھ عجیب ہی قسم کا حُسن پیدا ہو گیا تھا، جسے مَیں نے لکھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ایک آدھ نظم میں منظر کشی کی ہے جب شہر کی گلیوں، محلوں اور کٹڑیوں میں کبھی دوپہر کے وقت کبھی شام کے وقت کچھ اس قسم کا رُوپ آجاتا ہے جیسے معلوم ہو کوئی پرستان ہے۔ "نیم شب، چاند، خود فراموشی، بام و در خامشی کے بوجھ سے چور" وغیرہ وغیرہ اسی زمانے سے متعلق ہیں۔

اساتذہ

الف) گھر پر والد سلطان محمد خان کی تربیت کے علاوہ خطوط نویسی اور اخباروں کی خواندگی نے مثبت اثر چھوڑا۔ بڑی بہنوں اور گھر کی تہذیب یافتہ خواتین نے گہرا تہذیبی اور ثقافتی اثر چھوڑا جس کا ذکر فیض نے مختلف مقامات پر کیا ہے۔

ب) مکتب کے اُستاد ابراہیم سیالکوٹی سے اُردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

ج) کالج کے اساتذہ میں شمس العلما میر حسن سے عربی اور یوسف سلیم چشتی سے اُردو پڑھی۔

د) ودی اساتذہ میں صوفی تبسّم، محمد شفیع اور احمد شاہ (پطرس) بُخاری شامل ہیں۔

ہ) ادبی اور شعری اساتذہ میں دین محمد تاثیر، مولانا سالک، چراغ حسن حسرت، کرنل مجید ملک اور پنڈت ہری چند اختر قابلِ ذکر ہیں۔

مُطالعہ: فیض نے اعلیٰ تعلیم اور اُستادی کے دوران جم کر مُطالعہ کیا۔ فیض کے بہ مُوجب اُنھیں بچپن سے مُطالعہ کا شوق تھا، چناں چہ وہ اکثر ناول اور کہانیوں کی کتابیں چھپ کر پڑھتے تھے۔ والد کے کہنے پر انگریزی کتابوں کا مُطالعہ شروع کیا۔ فیض کا یہ مُطالعہ اُن کے قید و بند اور پردیس میں اقامت کے دوران جاری رہا۔ فیض اُردو ادب کے علاوہ دُنیائے ادب کے ممتاز اور انقلابی ادیبوں اور شاعروں کی تصانیف کا بغور مُطالعہ کرتے تھے۔ اُن کے مُطالعہ میں ادب، سائنس، فلسفہ، سیاسیات، نفسیات، تاریخ اور مذہب وغیرہ شامل تھے۔ فیض ایک من علم سے سو من تخلیق کا کام لیتے تھے۔ فیض کے ادبی مضامین جو "میزان" میں موجُود ہیں اُن کے ادبی، ثقافتی اور ترقی پسند نظریہ پر اُن کی گہری واقفیت کی دلیلیں ہیں۔ فیض کا مُطالعہ کتابی مُطالعہ سے زیادہ مجلسی اور مُشاہداتی مُطالعہ تھا۔ لاہور کے تین چار گھر جن میں صوفی تبسُّم، تاثیر اور پطرس بُخاری وغیرہ محفلیں سجاتے تھے علم و حکمت کی یونی ورسٹیاں سمجھی جاتی تھیں جہاں علم و دانش کے خزانے لُٹائے جاتے اور اُس علمی دولت کو لُوٹنے والوں میں فیض بھی شامل تھے۔

تصانیف

شعری مجموعے: "نقشِ فریادی" 1941ء، "دستِ صبا" 1952ء، "زنداں نامہ" 1956ء، "دستِ تہِ سنگ" 1965ء، "سرِ وادیِ سینا" 1971ء، "شامِ شہرِ یاراں" 1978ء، "میرے دل میرے مسافر" 1981ء، "سارے سخن ہمارے (کُلیات) 1983ء، نسخہ ہائے وفا (کُلیات) 1984ء۔

نثری مجموعے: "میزان" تنقیدی مضامین 1962ء، "صلیبیں میرے دریچے میں" (خطوط) 1971ء، "متاعِ لوح و قلم" 1973ء، "مہ و سالِ آشنائی" 1980ء، "انتخاب پیامِ مشرق" 1979ء، "سفر نامہ کیوبا" 1973ء، "ہماری قومی ثقافت" 1976ء۔

ڈراما نگاری: فیض جوانی میں ناٹک دیکھتے تھے، چناں چہ کچھ ڈرامے لاہور ریڈیو سے نشر ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے: (1) "ذی احباب" 1930ء میں "راوی" میں شائع ہُوا۔ (2) شکست 1931ء کی کوشش تھا۔ (3) سانپ کی چھتری۔ (4) "ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے" اور (5) "پرائیویٹ سیکر یٹری" لاہور ریڈیو سے نشر ہوئے۔ یہ ڈرامے "متاعِ لوح و قلم" میں موجُود ہیں۔ دو اور ڈرامے "توہینِ عدالت" اور "پنجابی ڈراما" بہ قول مرزا ظفر الحسن تلاش کے باوجُود مل نہ سکے۔

فلمی وابستگی: فیض نے دو فلموں کے گانے اور مکالے لکھے جو "جاگو ہُوا سویرا" اور "دُور ہے سُکھ کا دیس" ہیں۔

ترجمہ: "پوئمز بائی فیض" 1957ء میں وی جی کیرنن نے فیض کی شاعری کے انتخاب کا ترجمہ کیا، جو فیض پر انگریزی میں پہلی کتاب ہے۔

Faiz Ahmed Faiz , as the Editor of
'Pakistan Times' and 'Imroze', Lahore, 1948

Faiz in Lahore,
1951

نقل پیدائش رجسٹر نمبر 331 مورخہ 13/2/11 شعبہ صحت عامہ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن سیالکوٹ

کتاب نمبر 35

Faiz's Birth Certificate

Muhammad Asif Bhalli

Advocate High Court
M.A. Political Science
M.A. Journalism
Bachelor of Laws

Date: 30/11/07

To Salima Hashmi from Muhammad Asif Bhalli

Serial No. 4887 DUPLICATE Roll No. 11335

The University of the Panjab

MATRICULATION & SCHOOL-LEAVING CERTIFICATE *Examination*

SESSION 1927.

This is to certify that Faiz Ahmed

son/daughter of Sultan Muhammad Khan

of the Scotch Mission High School, Sialkot *(Registered No.)* Nil

passed in the First *Division, the* Matriculation & S.L.C.

Examination of the Panjab University held in March, 1927.

Passed also in One *Additional Subject*

Date of Birth 7th January, 1911.

(Seventh January, *One Thousand Nine Hundred and* Eleven).

Senate Hall, Lahore

The August 2, 1954.

OFFICER ON SPECIAL DUTY,

for Registrar,

University of the Panjab

Faiz's Matriculation Certificate

The University of the Panjab.

FACULTY OF ARTS.

SESSION 192[illegible]

This is to certify that [illegible]

Reg. No. [illegible] *son of* [illegible]

and [illegible] *student of the* [illegible]

passed in the [illegible] *Division, the* Intermediate Examination *of*

the Panjab University held in April, 192[illegible]

Passed also in [illegible] *Additional Vernacular.*

Senate Hall,

Lahore:

The 1st August, 192[illegible]

REGISTRAR,

University of the Panjab.

Faiz's Intermediate Certificate

The University of the Pa[illegible]

ORIENTAL COLLEGE, LAHORE.

Dated 27th October *1934*.

This is to certify that Mr.Fez - Muhammad M.A.studied with me for his M.A.Arabi in 1933-34,as a student of the Oriental - College. Previous to that he had attended the Honours Classes in Arabic in 1929-31 as a student of the Government College,Lahore.

Mr.Fez Muhammad has had a distinguished College career. He took his B.A. in the 2nd Class (with Honours in Arabic), his M.A.(English) in the 2nd Class,and his M.A.(Arabic) in the Ist Class. He won several distinctions in the Government College.

Apart from his intellectual attainments,Fez Muhammad has a gentlemanly bearing and agreeable manners. All his teacher praise his conduct in and outside the Class-room.

His father,the late Khan Bahadur Chaudhari Sultan Muhammad Khan B.A.,Bar-at-Law had a distinguished career in Afghanistan and the Punjab. I wish Fez Muhammad an equally distinguished career.

Muhammad Shafi

VICE-PRINCIPAL,
&
UNIVERSITY PROFESSOR OF ARABIC,
ORIENTAL COLLEGE,LAHORE.

Appreciation Letter From the Vice Principal, Oriental College, 1934

New Delhi.
1st January 1946.

Now that active hostilities are ended, we can for the first time since 1939 start the New Year with the hope of using it to repair some of the damage caused by war and to begin the building of a new world.

I take this opportunity of thanking everyone who has worked during the war on the staff of War Department, Military Finance, Naval, General and Air Headquarters for the devoted work they have rendered. It has been a record of long and inconvenient hours, and ungrudging personal sacrifice, which all may feel with pride has contributed something to the winning of the war.

This brings you my thanks for all you have done and my good wishes for the New Year.

C. J. Auchinleck
General

Lt.Colonel. FAIZ AHMED FAIZ.

Appreciation Letter from General to Lt. Col. Faiz Ahmed Faiz after World War II
New Delhi, 1946

ASSOCIATE MEMBER

THE FOREIGN PRESS ASSOCIATION IN LONDON

11 CARLTON HOUSE TERRACE Tel. WHI 0445

Valid until December 31st 1963

Name: Mr. Faiz Ahmed FAIZ

Signature:

Hon. Treasurer:

London Press Membership, 1963

NOT TRANSFERABLE DUPLICATE C.
THIS TICKET ADMITS 5821.
Faiz A. Faiz
5 Cornwall Avenue
N.3
TO THE READING ROOM OF THE BRITISH MUSEUM AND THE NEWSPAPER LIBRARY (COLINDALE)
FOR THE TERM OF TWELVE MONTHS.
Wt. 04282 SEE OVER

Honorary Ticket, British Museum, London, 1963

NOT TRANSFERABLE C
THIS TICKET ADMITS 5821
Faiz A. Faiz
5 Cornwall Avenue
N.3.
To the Students' Room, DEPT. of ORIENTAL PRINTED BOOKS and MSS. of the British Museum,
FOR THE TERM OF TWELVE MONTHS
(SEE BACK

Honorary Ticket, British Museum, London, 1964

Pakistan Defence Services Officers Co-operative Housing Society, Ltd. KARACHI-4
Membership No. 2155
FAIZ AHMAD FAIZ

Membership Card of Defence Services, 1965

DELEGATE
NO. 161
NAME FAIZ AHMED FAIZ
ORGANIZATION Consultant on Cultural Affairs
COUNTRY PAKISTAN
AFRO-ASIAN WRITERS SYMPOSIUM
Manila, Philippines

(SIGNATURE OF CARDHOLDER)
(ISSUING OFFICER)
Expires on February 4, 1975
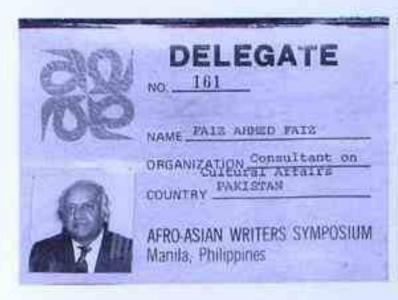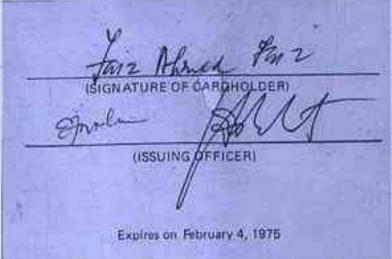
Delegate for Afro-Asian Writers' Symposium from Consultant on Cultural Affairs, 1975

SURETE GENERALE
Permis de séjour

Permit Card For Residency at State of Lebanon, 1976

ВИЗА К
№ 028340
ВЫЕЗД

Cards From Russia, 1977

Air Ticket, Tunis, 1984
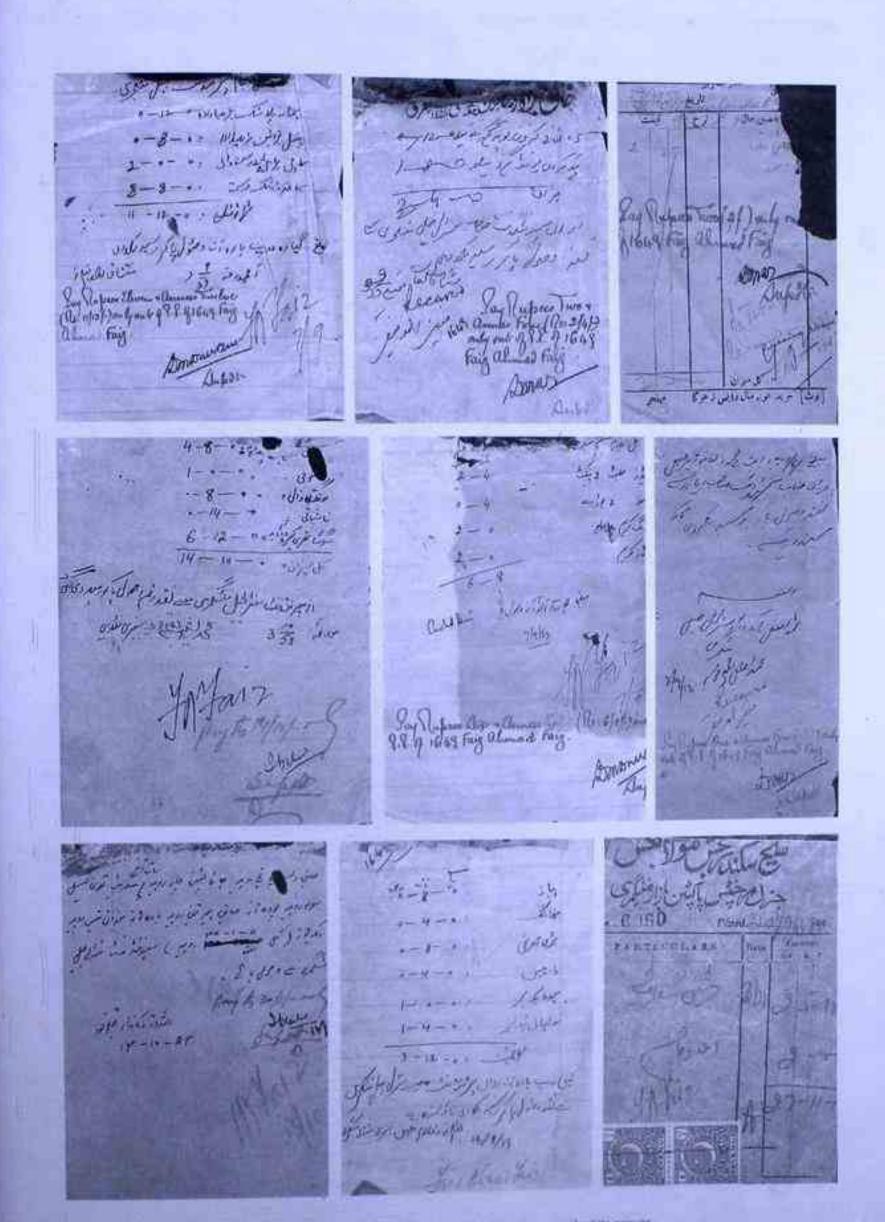
Cash receipts from jail for buying envelopes, papers, pencil, white canvas, cigarettes and various necessities, 1953.

REGISTER No. 3.—Register of Civil Prisoners.

Jail Record Lahore for Faiz Ahmed Faiz, 1955.

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد
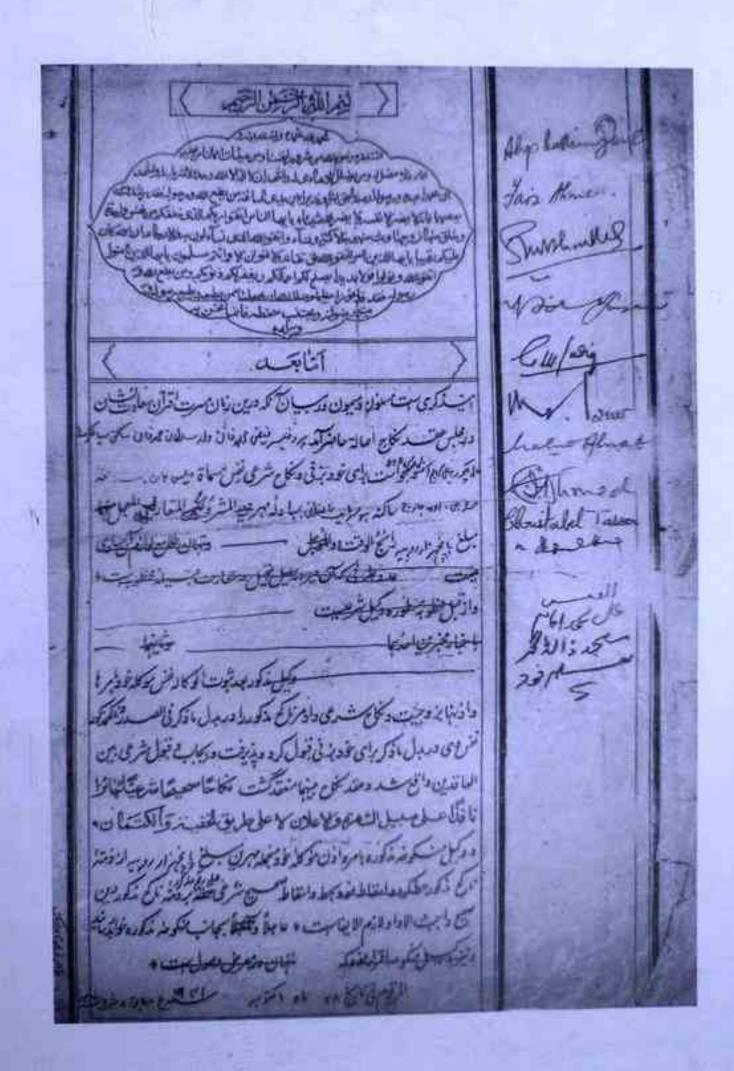
Faiz and Alys Nikahnama, 1941.

AGREEMENT

This agreement made the 28th day of October 1941 between Faiz Ahmed of Sialkot (the intended husband) of the first part, and Alys Catherine George of London (the intended wife) of the second part; whereas a marriage is shortly intended to be solemnized between the said Faiz Ahmed and Alys Catherine George, and upon the treaty of the said marriage it was agreed that the agreement hereinafter appearing should be duly executed; now this deed witnesseth as follows:-

1. In pursuance of the said agreement and inconsideration of the said marriage, the said Faiz Ahmed with approbation of the said Alys Catherine George agrees that the parties to this agreement being Muslims shall contract the intended marriage inaccordance with Muslim Shariat.

2. In pursuance of the said agreement and in consideration of the said marriage, the said Faiz Ahmed agrees that during the continuance of his marriage with the said Alys Catherine George the said Faiz Ahmed shall not contract any other marriage with any other woman of whatsoever pursuasion. (Thus the said marriage will be monogamous).

3. In pursuance of the said agreement and in consideration of the said marriage the said Faiz Ahmed agrees todelegate his right of divorce under Muslim Law upon to the said Alys Catherine George.

4. That the dower (Mehr) claimable by Alys Catherine George from Faiz Ahmed under this contract and under MuslimLaw upon the solemnization of the marriage shall be Rs. Five Thousand, [illegible]

In witness whereof the said Faiz Ahmed has hereto set his hand at Srinagar this 28th Day of October, 1941

[illegible]
First above written
[illegible]

[illegible]
Second above written

Witness No.1 [illegible]

Witness No.11. [illegible]

Witness No.111. [illegible]

Marriage Certificate

Faiz Ghar, Model Town, Lahore
Display of memorabilia related to Faiz Ahmed Faiz

Faiz Ahmed Faiz two piece suit, Faiz Ghar, Lahore

Medals, Honors and Membership Cards
Faiz Ghar, Lahore
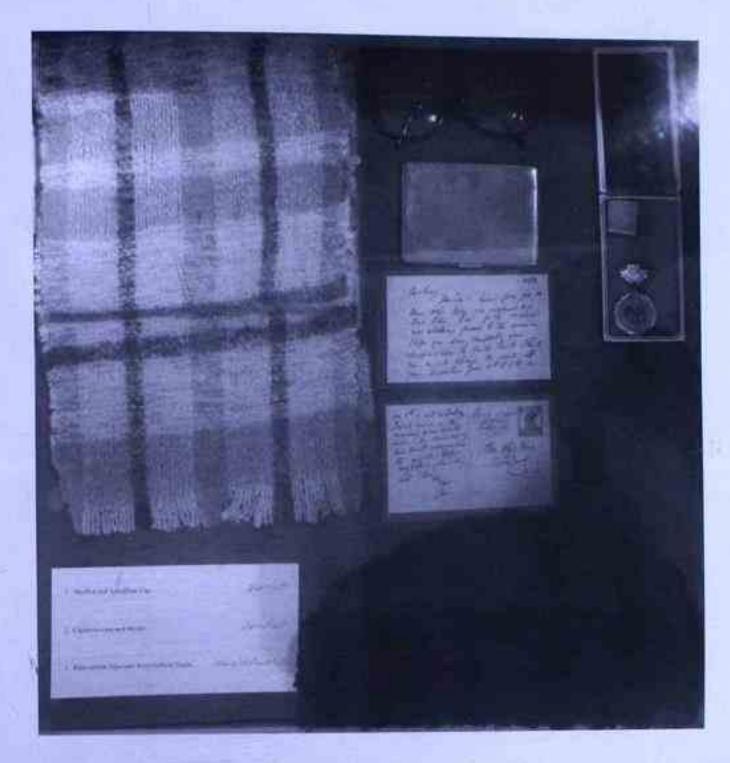
Muffler, Glasses, Astrakhan Cap, Cigarette case and medal and post cards
Faiz Ghar, Lahore

Medals, Honors and Membership Cards
Faiz Ghar, Lahore

Medal of Sultan Muhammad Khan
(Father of Faiz Ahmed Faiz)

Faiz's MBE (Member of the Most Excellent Order of the British Empire)
awarded for meritorious service during the World War II.
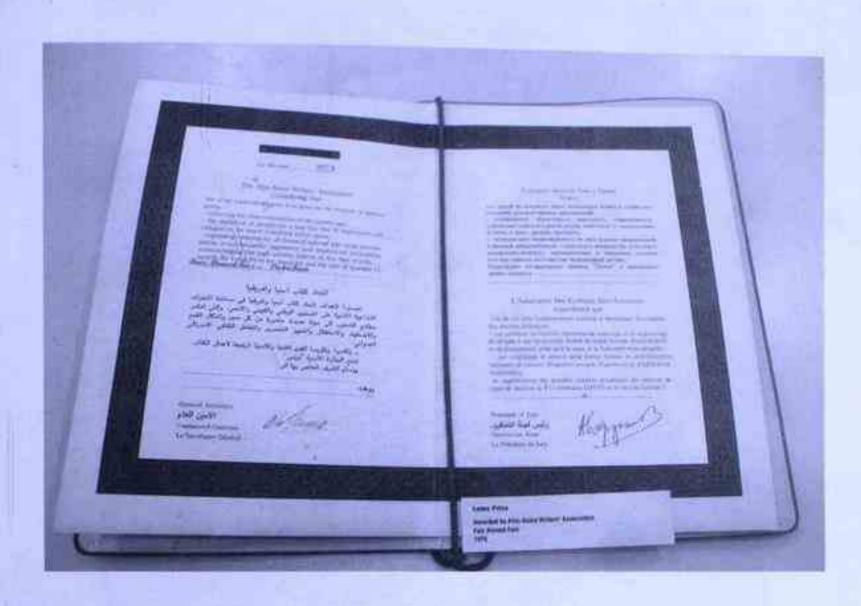
Lotus Prize, Awarded by Afro-Asian Writers' Association
Faiz Ahmed Faiz
1975
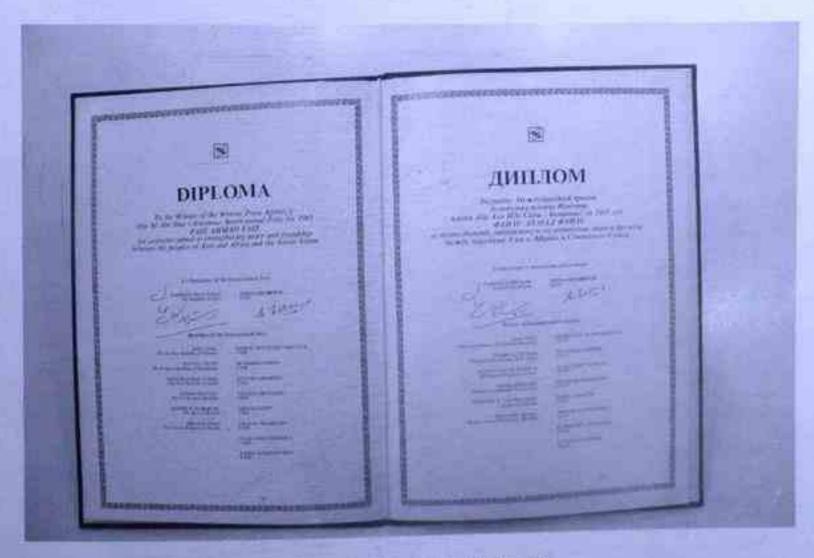
Abu Ali ibn Sina (Avicenna) International Award
Faiz Ahmed Faiz
1985

Nishan-i-Imtiaz

Posthumous
1989

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومتِ پاکستان

کابینہ ڈویژن

حوالہ نمبر ۳/۳/ ۸۹ /اعزازات　　　　اسلام آباد، مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۹۰ء

منجانب　حسن ظہیر
معتمد کابینہ

بخدمت　محترمہ ایلس فیض احمد
۱۰۲ - ایچ ، ماڈل ٹاؤن
لاہور

موضوع: تقریب تقسیم اعزازات - ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء

۱۴ اگست ۱۹۸۹ء کو یومِ آزادی کے مبارک موقع پر صدرِ پاکستان نے آپ کے مرحوم شوہر جناب فیض احمد فیض کو "نشانِ امتیاز" کا قومی اعزاز بعد از وفات مرحمت فرمایا تھا۔ اس ضمن میں ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر ایوانِ صدر، اسلام آباد میں تقسیمِ اعزازات کی تقریب منعقد ہوگی۔ اور صدرِ پاکستان آپ کو "نشانِ امتیاز" کا اعزاز پیش کریں گے۔

۲- تقریب کی ریہرسل ایک روز قبل یعنی ۲۲ مارچ ۱۹۹۰ء کو سہ پہر کے وقت ایوانِ صدر، اسلام آباد میں منعقد ہوگی۔ تقریب اور ریہرسل کا تفصیلی پروگرام آپ کو انشاء اللہ مناسب وقت پر ارسال کر دیا جائے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ ۲۲ مارچ ۱۹۹۰ء کی صبح تک آپ اسلام آباد پہنچ جائیں تاکہ آپ ریہرسل میں مقررہ وقت پر شریک ہو سکیں۔ روانگی سے قبل اپنی آمد کی اطلاع اور رہائش کا مکمل پتہ براہِ مہربانی کابینہ ڈویژن کو بذریعہ ڈاک یا مندرجہ ذیل فون نمبروں پر مطلع فرمائیں۔

سیکشن افسر (اعزازات) ۸۱۰۸۳۹ (دفتر)
اپنی اسسٹنٹ ۸۱۹۲۱۱ (دفتر ۲۴ گھنٹے)

Citation conferred posthumously, 1990.

لینن امن ایوارڈ

В. И. ЛЕНИН

Lenin Peace Prize
Faiz Ahmed Faiz
1962

فیض احمد فیض، ماسکو میں لینن امن انعام تمغہ عطا ہونے کے بعد
پروفیسر سکوبلسن، صدر بین الاقوامی لینن امن انعام کمیٹی
جنہوں نے اس تقریب کی صدارت کی

تقریر

فیض صاحب کی تقریر جو انھوں نے ماسکو میں بین الاقوامی لینن امن انعام کی پرشکوہ تقریب کے موقع پر اردو زبان میں کی

محترم اراکین مجلس صدارت، خواتین و حضرات!

الفاظ کی تخلیق و ترتیب شاعر اور ادیب کا پیشہ ہے لیکن زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب یہ قدرت کلام جواب دے جاتی ہے۔ آج عجز بیان کا ایسا ہی مرحلہ مجھے درپیش ہے۔ ایسے کوئی الفاظ میرے ذہن میں نہیں آ رہے جن میں اپنی عزت افزائی کے لیے لینن پرائز کمیٹی، سوویت یونین کے مختلف اداروں، دوستوں اور سب خواتین اور حضرات کا شکریہ خاطر خواہ طور سے ادا کرسکوں۔ لینن امن انعام کی عظمت تو اسی ایک بات سے واضح ہے کہ اس سے لینن کا محترم نام اور مقدس لفظ وابستہ ہے۔ لینن جو دورِ حاضر میں انسانی حریت کا سب سے بزرگ علمبردار ہے اور امن جو انسانی زندگی اور اس زندگی کے حسن و خوبی کی شرطِ اول ہے۔ مجھے اپنی تحریر و عمل میں ایسا کوئی کام نظر نہیں آتا جو اس عظیم اعزاز کے شایانِ شان ہو۔ لیکن اس عزت بخشی کی ایک وجہ ضرور ذہن میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس تمنا اور آدرش کے ساتھ مجھے اور میرے ساتھیوں کو وابستگی رہی ہے یعنی امن اور آزادی کی تمنا وہ بجائے خود اتنی عظیم ہے کہ اس واسطے سے ان کے حقیر اور ادنیٰ کارکن بھی عزت و اکرام کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

یوں تو ذہنی طور سے مجنون اور جرائم پیشہ لوگوں کے علاوہ سبھی مانتے ہیں کہ امن اور آزادی بہت حسین اور تابناک چیز ہے اور سبھی تصور کرسکتے ہیں کہ امن گندم کے کھیت ہیں اور سفیدے کے درخت، دلہن کا آنچل ہے اور بچوں کے ہنستے ہوئے ہاتھ، شاعر کا قلم ہے اور مصور کا موئے قلم اور آزادی ان سب صفات کی ضامن اور غلامی ان سب خوبیوں کی قاتل ہے جو انسان اور حیوان میں تمیز کرتی ہے۔ یعنی شعور اور ذہانت، انصاف اور صداقت، وقار اور شجاعت، نیکی اور رواداری۔ اس لیے بظاہر امن اور آزادی کے حصول اور تکمیل کے متعلق ہوشمند انسانوں میں اختلاف کی گنجائش نہ ہونا چاہیے لیکن بدقسمتی سے یوں نہیں ہے کہ انسانیت کی ابتدا سے اب تک ہر عہد اور ہر دور میں متضاد عوامل اور قوتیں برسرِ عمل اور برسرِ پیکار رہی ہیں۔ یہ قوتیں ہیں تخریب و تعمیر، ترقی اور زوال، روشنی اور تیرگی، انسان دوستی اور انصاف دشمنی کی قوتیں۔ یہی صورت آج بھی ہے اور اسی نوعیت کی کشمکش آج بھی جاری ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ آج کل انسانی مسائل اور گزشتہ دور کی انسانی الجھنوں میں کئی لحاظ سے بھی فرق ہے۔ دورِ حاضر میں جنگ سے دو قبیلوں کا باہمی خون خرابہ مراد نہیں ہے۔ نہ آج کل امن سے خون خرابے کا خاتمہ مراد ہے۔ آج کل جنگ اور امن کے معنی ہیں اس کرۂ ارض کی بقا اور فنا۔ بقا اور فنا ان دو الفاظ پر انسانی تاریخ کے خاتمے یا تسلسل کا دار و مدار ہے۔ انہیں پر انسانوں کی سرزمین کی آبادی اور بربادی کا انحصار ہے۔ یہ پہلا فرق ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اب سے پہلے انسانوں کو فطرت کے ذخائر پر اتنی دسترس اور پیداوار کے ذرائع پر اتنی قدرت نہ تھی کہ ہر گروہ اور برادری کی ضرورتیں پوری طرح سے تسکین پاسکتیں۔ اس لیے آپس میں چھین جھپٹ اور لوٹ مار کا کچھ نہ کچھ جواز بھی موجود ہے۔ لیکن اب یہ صورت نہیں ہے۔ انسانی عقل، سائنس اور صنعت کی بدولت اس منزل پر پہنچ چکی ہے کہ جس میں سب تن بخوبی پل سکتے ہیں اور سب کی جھولیاں بھر سکتی ہیں۔ بشرطیکہ قدرت کے یہ بے بہا ذخائر، پیداوار کے یہ بے اندازہ خرمن، بعض اجارہ داروں اور مخصوص طبقوں کی تسکین ہوس کے لیے نہیں، بلکہ جملہ انسانوں کی بہبود کے لیے کام میں لائے جائیں۔ اور عقل اور سائنس اور صنعت کی کل ایجادیں اور صلاحیتیں تخریب کی بجائے تعمیری منصوبوں میں صرف ہوں۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ انسانی معاشرے میں ان مقاصد سے مطابقت پیدا ہو اور انسانی معاشرے کے ڈھانچے کی بنائیں یوں، استحصال اور اجارہ داری کے بجائے انصاف، برابری، آزادی اور اجتماعی خوشحالی میں اٹھائی جائیں۔ اب یہ ذہنی اور خیالی بات نہیں عملی کام ہے۔ اس عمل میں امن کی جدوجہد اور آزادی کی حدیں آپس میں مل جاتی ہیں۔ اس لیے کہ امن کے دوست اور دشمن اور آزادی کے دوست اور دشمن ایک ہی قبیلے کے لوگ، ایک ہی نوع کی قوتیں ہیں۔ ایک طرف وہ سامراجی قوتیں ہیں جن کے مفاد جن کے اجارے جبر اور حسد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے اور جنہیں ان اجاروں کے تحفظ کے لیے پوری انسانیت کی ہلاکت بھی قبول ہے۔ دوسری طرف وہ طاقتیں ہیں جنہیں بنکوں اور کمپنیوں کی نسبت انسانوں کی جان زیادہ عزیز ہے۔ جنہیں دوسروں پر حکم چلانے کے بجائے آپس میں ہاتھ بٹانے اور ساتھ مل کر کام کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔ سیاست و اخلاق، ادب اور فن، روزمرہ زندگی، غرض کئی محاذوں پر کئی صورتوں میں تعمیر اور تخریب انسان دوستی اور انسان دشمنی کی یہ چپقلش جاری ہے۔ آزادی پسند اور امن پسند لوگوں کے لیے ان میں سے ہر محاذ اور ہر صورت پر توجہ دینا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر سامراجی اور غیر سامراجی قوتوں کی ازلی کشمکش کے علاوہ بدقسمتی سے بعض ایسے ممالک میں بھی شدید اختلافات موجود ہیں، جنہیں حال ہی میں آزادی ملی۔ ایسے اختلافات ہمارے ملک پاکستان اور ہمارے سب سے قریبی ہمسایہ ہندوستان میں موجود ہیں۔ بعض عرب ہمسایہ ممالک میں اور بعض افریقی حکومتوں میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے اختلافات سے وہی طاقتیں فائدہ اٹھاسکتی ہیں جو امن عالم اور انسانی برادری کی دوستی اور یگانگت کو پسند نہیں کرتیں۔ اس لیے صلح پسند اور امن دوست حلقوں میں ان اختلافات کے منصفانہ حل پر غور و فکر اور اس حل میں امداد دینا بھی لازم ہے۔

اب سے کچھ دن پہلے جب سوویت خلاؤں کا تازہ کارنامہ ہر طرف دنیا میں گونج رہا تھا تو مجھے بار بار خیال آتا رہا کہ آج کل جب ہم ستاروں کی دنیا میں بیٹھ کر اپنی ہی دنیا کا نظارہ کرسکتے ہیں تو چھوٹی چھوٹی کپٹیاں، خودغرضیاں، اس زمین کے چند ٹکڑوں کو بانٹنے کی کوششیں اور انسانوں کی چند ٹولیوں پر اپنا سکہ چلانے کی خواہش کیسی بعید از عقل باتیں ہیں۔ اب جبکہ ساری کائنات کے راستے ہم پر کشادہ ہوگئے ہیں، ساری دنیا کے خزینے انسانی بس میں آسکتے ہیں، تو کیا انسانوں میں ذی شعور، منصف مزاج اور دیانت دار لوگوں کی اتنی تعداد موجود نہیں ہے جو سب کو منوا سکے کہ یہ جنگی اڈے سمیٹ لو۔ یہ بم اور راکٹ، توپیں، بندوقیں سمندر میں غرق کردو اور ایک دوسرے پر قبضہ جمانے کی بجائے سب مل کر تسخیرِ کائنات کو چلو۔ جہاں جگہ کی کوئی تنگی نہیں ہے، جہاں کسی کو کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے، جہاں لامحدود فضائیں ہیں اور ان گنت دنیائیں۔ مجھے یقین ہے کہ سب رکاوٹوں اور مشکلوں کے باوجود ہم لوگ اپنی انسانی برادری سے یہ بات منوا کر رہیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ انسانیت جس نے اپنے دشمنوں سے آج تک کبھی ہار نہیں کھائی اب بھی فتح یاب ہو کر رہے گی۔ اور آخرکار جنگ و نفرت اور ظلم و کدورت کے بجائے ہماری باہمی زندگی کی بنا وہی ٹھہرے گی، جس کی تلقین اب سے بہت پہلے فارسی شاعر حافظ نے کی تھی:

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی
مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

DR. NOOR HUSAIN
M.B.B.S. (Pb.) D.P.H. (Edin.)
Formerly D.D.M.S. & Chemical Examiner
JAMMU & KASHMIR STATE
M. O. H. Sialkot (Retd.)
Regd. No. 1151

Telephone No. 88
PARIS ROAD
SIALKOT 9-5-62

Habib Bank Limited
حبیب بنک لمیٹڈ
WAPDA Branch
Munshi Chambers, Lake Road
LAHORE (W. Pakistan)

1-5-62

Dear Apa Jan:

This gives me immense pleasure to write to you & to convey my heartiest felicitations on Mr Faiz's winning Lenin Peace Prize. This is an honour not only for the family but for whole of the nation. In fact the qualities that he is endowed with should fetch him even more credits & honours.

Habib Bank Limited
حبیب بنک لمیٹڈ
WAPDA Branch
Munshi Chambers, Lake Road
LAHORE (W. Pakistan)

Please convey to him my sincere feelings of happiness & joy.

Thanking you
Sincerely yours

Manager,
Habib Bank Ltd
Wapda Branch
Lahore

Central Museum
Lahore.

Dated: 1.5.62.

My dear Faiz Sahib,

My wife and I were so happy to read this morning in the papers the announcement of the Award of Lenin Peace Prize conferred on you. It is really an honour to the country and to the Urdu literature. Kindly accept our heartiest congratulations for this. May you live long with health and prosperity to contribute more and more to the cause of humanity!

With kindest regards and ever best wishes.

Yours sincerely,
Malik Shams

Mr. Faiz Ahmed Faiz,
Secretary, Pakistan Arts Council,
Lahore.

NOOR MEENAR PICTURES
MOTION PICTURES PRODUCERS

LAHORE 1-5-1962

Dear Sir,

I offer my heartiest congratulations for the Lenin Prize of Peace awarded to you in appreciation of work you have done for the peace.

Yours

To
Mr Faiz Ahmad Faiz
C/o Arts Council
(Al Hamra)
The Mall Lahore

لینن امن انعام ملنے پر تہنیتی خطوط

Lofty SPORTS

Aboot Road, SIALKOT CITY (W. Pakistan)

1.6.62

کراچی

3.5.62

السلام علیکم

20.5.62

20.5.62

لینن امن ایوارڈ ملنے پر تہنیتی خطوط

فیض
اور بینک کریڈٹ کارڈ

فیض احمد فیض نے مئی 1972ء میں جب وہ پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس اسلام آباد کے چیئرمین تھے اور ان کی ماہانہ تنخواہ (2250) روپے تھی اور جیسا کہ درخواست میں لکھا ہے کرائے کے مکان میں زندگی بسر کر رہے تھے تب حبیب بینک لمیٹڈ کے کریڈٹ کارڈ کے لیے درخواست لکھی جو قبول نہ ہوئی لیکن بعد میں انہیں کریڈٹ کارڈ کی منظوری دیتے ہوئے بینک آفیسر نے لکھا:

"اگرچہ وہ کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے کے مستحق نہیں لیکن کیونکہ وہ ایک ممتاز شاعر ہیں اور بڑے لوگوں سے ان کا سروکار ہے، مزید آرٹس کونسل کے چیئرمین ہونے کی وجہ سے بھی بینک کو تجارتی معاملات میں فائدہ ہو سکتا ہے اس لیے یہ منظوری دی جاتی ہے۔"

Please type or print information and post this form to
Habib Bank Limited,

CREDIT CARD No. Expiring

FOR OFFICE USE ONLY

(Personal A/c)

Application for Habib Bank Credit Card

Please issue me a Habib Bank Credit Card for payment of my bills of Authorised Establishments in Pakistan. I authorise you to pay on my behalf all bills of Authorised Establishments purporting to have been signed by me and debit the amounts thereof to my account maintained at your Sec H Branch branch.

Full Name: FAIZ AHMED FAIZ

Residential address: 57-F.6/2, Islamabad Phone No. 20624 (Islamabad)

Tenant-owned/rented: Rented Length of stay:

Designation and/or business: Chairman,

Office Address: Pakistan National Council of the Arts, Islamabad Phone No. 22954 (Islamabad)

Nationality: Pakistani

Length of present employment:

Name & address of bankers, if any (for reference): Habib Bank, Sec H Branch, Islamabad

Nature and No. of Account: Current Account No. 911-06

Did you previously hold Habib Bank Card? No

If so state number and date:

Monthly Income/Salary: Rs 2,250/- No. of Dependents: Nil

I confirm that the above information given by me is correct. I shall be liable to you for payment of all bills and charges incurred through the use of Habib Bank Credit Card. I also agree to be bound by the conditions stated on the reverse of this application.

Signature: Faiz Ahmed Faiz

TERMS AND CONDITIONS

A Habib Bank Credit Card (the Card) is issued by Habib Bank Limited (Habib Bank) subject to the following terms and conditions:

1. The person named on the Card (the authorized holder) shall sign each Card immediately in the presence of issuing officer.

2. The Card is not Transferable and shall be used only by the authorized holder.

3. Any time Card is used, the authorized holder shall, upon request, sign the establishment's bill with the same signature as that appearing on the back of the Card. Failure to do so will not relieve the authorized holder from responsibility for amounts charged (charges) through the use of the Card.

4. If the Card is lost or stolen, the authorized holder shall at once write or contact the card issuing branch of the Habib Bank. The authorized holder shall be liable for the payment of any charges made before such notice is received by the Habib Bank, irrespective of who incurs or makes such charges.

5. Accounts will be rendered every month and must be settled within 10 days of presentation.

6. Habib Bank, at its sole discretion, may revoke the right to use its Card at any time, without being required to give any reason for so doing. An expired or revoked Card must be surrendered immediately.

7. Cash refunds will not be made on purchases made with the Card.

8. Habib Bank is not responsible if the Card is not honoured for any reason and any claim with respect to goods or services, and any dispute between the authorized holder and an establishment must be handled directly with the establishment. The existence of a claim or dispute shall not relieve the authorized holder of the obligation to pay all charges.

9. Before a Credit Card can be issued the applicant would normally make a deposit of Rs. 2500/- with the Bank.

I have read and understood the above terms and conditions on which Habib Bank Limited has issued me the Credit Card. I hereby authorize Habib Bank Limited,

to open my account and debit or claim the amount of bills signed by me to my account. I further undertake to repay in full any overdraft caused thereby with interest, on my account within 10 days of presentation of my monthly statement of account and agree to be liable for the payment of all charges prior to the return of the Card to Habib Bank Limited.

Faiz Ahmed Faiz

Signature ____________________

حبیب بینک لمیٹڈ

Habib Bank Limited

PAKISTAN SECRETARIAT, BLOCK A, ISLAMABAD PAKISTAN

May 6, 1972.

Habib Bank Limited
Head Office, Karachi
MAIL RECEIVED
13 MAY 1972
Jt. Executive Vice President

The Manager,
Habib Bank Limited,
Credit Card Centre,
Central Office,
KARACHI-21.

PRIVATE & CONFIDENTIAL

Dear Sir,

We enclose an application from Mr. Faiz Ahmed Faiz, a renowned poet of the country, Chairman, Pakistan National Council of Arts, Islamabad, for the issue of a credit card in his name.

Information available on our records is as under:-

Date opened Account: 9-3-72

Average Balance: In March: Rs. 800/-
In April: Rs. 3,500/-

Present Balance: Rs. 3,370.65

In view of the fact that he has recently opened his account with us and the average balance in his account do not justify the issuance of the credit card we cannot recommend his application.

You may, however, like to consider the application on the following points:

1. Being a renowned poet of the country he is influentially connected in Business and Government Circles.
2. He is the Chairman of Pakistan National Council of Fine Arts, Islamabad.

Yours faithfully,

(Khurshed A. Mir)
Manager.

Encl: 1.

Could this be an official account of Council of Fine Art?

RECEIVED
HABIB BANK
CREDIT CARD
CENTRE
10 MAY 1972

TELEGRAMS: HABIBBANK TELEPHONE: [illegible]

KAS/ 20 / 806
4th June, 1973.

The Manager,
Credit Card Centre,
Habib Bank Limited,
Habib Bank Plaza,
K A R A C H I- 21.

THROUGH: Mr. M. Ashfaq Ali,
Controller of Branches.

Dear Sir,

RE: ISSUE OF CREDIT CARD TO MR. FAIZ AHMED FAIZ.

We enclose an application from Mr. Faiz Ahmed Faiz, Chairman of National Council of Fine Arts and a renouned poet of the country, for the issue of a credit card.

Mr. Faiz Ahmed Faiz is maintaining his account with us since 9.3.1972. Althoughk at present we are not getting his salary cheque but hope that he would start depositing the same with us from the next month.(His salary is about Rs 3,000/- p.m)

We are making efforts to secure some funds of the National Council of Fine Arts and in case the Credit Card is issued to him, the possibility of our getting the funds would be greatly enhanced.

Yours faithfully,

Recommended

(KHURSHEED [illegible])
Manager

Encl: 1

COB.

فیض کی کتابوں کے سرورق

فیض کی کتابوں کے سرورق

باقیاتِ فیضؔ

باقیات کے تحقیقی نکات

☆ قازقستان کے شاعراولجز عمر علی سلیمان کی نظم کا ترجمہ جو فیض نے ''صحرا کی رات'' کے عنوان سے کیا ہے ان کے ذاتی نسخہ مجموعے ''سارے سخن ہمارے'' میں یہ نظم آدھی نقل کی گئی ہے ''لگا رہے ہیں جنوں میں جھمکے'' تک جبکہ ''نسخہ ہائے وفا'' میں پوری نظم آخری مصرعے ''جبیں پہ شبنم کا ہاتھ چھلکے'' تک ہے۔

☆ ''شام شہر یاراں'' کے گیت ''کدھرے نہ پیندیاں دساں'' میں چھٹے مصرعے کے لفظ کو ''ترا'' سے ''تیرا'' کردیا ہے۔

☆ شام شہر یاراں کی پنجابی نظم ''لمی رات سی درد فراق والی'' میں چھٹے مصرعے کے بعد ایک مصرعہ کا اضافہ کیا گیا جو نسخہ ہائے وفا میں موجود ہے۔

کدی گئیں مندراں پائیاں نیں

یہ پوری پنجابی نظم ''سارے سخن ہمارے'' میں موجود نہیں۔

☆ شام شہر یاراں میں جو نظم حسین شہید سہروردی کے لیے لکھی تھی، اس کا پہلا عنوان ''قصیدہ'' تھا جسے بعد میں بدل کر ''مدح'' کردیا گیا۔ مزید نظم سے پہلے یہ جملے بھی لکھ دیے گئے ''حسین شہید سہروردی مرحوم نے راولپنڈی ''سازش'' کیس ملزموں کی جانب سے وکالت کی تھی، مقدمے کے خاتمے پر انہیں یہ سپاسنامہ پیش کیا گیا، اس نظم کے آخر میں جو فارسی شعر تھا وہ بھی نسخہ ہائے وفا میں موجود نہیں۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں

ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

☆ ''سروادیٔ سینا'' کی نظم ''تہ بہ تہ دل کی کدورت'' میں دو مصرعے جو پہلے یوں تھے

''جس سے وضو کریں تو شاید دھل سکے''

کو بدل کر ''نسخہ ہائے وفا'' میں

''آب وضو

جس میں دھل جائیں تو شاید دھل سکے''

کردیا ہے۔

☆ ''دست تہ سنگ'' میں جو نظم پہلے ''حمد'' کے نام سے شائع ہوئی تھی اس کو بعد میں ''زندگی'' کے عنوان سے بدل دیا ہے۔

☆ دست صبا کی غزل کے ایک مصرعے کو

''اک دفعہ بکھری تو ہاتھ آئی ہے کب موج شمیم''

کو بدل کر ''نسخہ ہائے وفا'' میں

''بکھری اک بار تو ہاتھ آئی ہے کب موج شمیم''

☆ دست صبا کے بار اول ایڈیشن میں جو نظم ''دو آوازیں'' کے عنوان سے شائع ہوئی اس کا عنوان بعد میں ''شورش بربط و نے'' کردیا گیا۔ مزید اس کی پہلی آواز میں اس شعر کا اضافہ بھی کیا گیا ہے:

شیریٔ لب خوشبوئے دہن اب شوق کا عنوان کوئی نہیں

شادابیٔ دل تفریح نظر اب زیست کا درماں کوئی نہیں

☆ نقش فریادی کی نظم ''رقیب'' سے یہ شعر نکال دیا گیا ہے جو اب ''نسخہ ہائے وفا'' میں موجود نہیں۔

یا کوئی تو ند کا بڑھتا ہوا سیلاب لیے

فاقہ مستوں کو ڈبونے کے لیے کہتا ہے

☆ نقش فریادی کی نظم ''مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ'' میں اب یہ شعر نکال دیا گیا ہے جو ''نسخہ ہائے وفا'' میں موجود نہیں ہے۔

جسم کھلے ہوئے امراض کے تنوروں سے

پیپ بہتی ہوئی گلتے ہوئے ناسوروں سے

☆ سروادیٔ سینا میں داغستان کے ملک الشعرا ''رسول حمزہ کے افکار'' سے ذیل کے ترجمے نکال دیے گئے، جو اب ''نسخہ ہائے وفا'' میں موجود نہیں۔

فنڈ کے لیے سفارش

فنڈ والوں سے گزارش ہے کہ کچھ صدقۂ زر

سائل محولہ بالا کو ملے بار دگر

پوچ لکھتے ہیں جو وہ لکھتے ہیں، تسلیم، مگر

ان کی اولاد و اعزا کو نہیں اس کی خبر

آل بیہودہ نویساں کے لیے نان جویں

نالشائے کے گھرانے سے اہم کم تو نہیں

ہم نے دیکھا ہے

ہم نے دیکھا ہے میگساروں کو پی کے اور جی کے آخرش مرتے

جو نہیں پیتے موت کو ان سے کس نے دیکھا ہے درگزر کرتے

مرد دانا

مرد دانا پی کے احمق سے کبھی بدتر ہوا

اور کبھی برعکس بھی اس کے ہوا، اکثر ہوا

☆ یہ جو کہا گیا ہے کہ ذیل کا شعر فیض نے جاوید مرزا اور مظہر جمیل کو سنایا تھا ان کے کلام میں موجود نہیں وہ "غبار ایام" کی غزل جس کا مطلع ہے: بے بسی کا کوئی درماں نہیں کرنے دیتے" میں موجود ہے۔

ان کو اسلام کے لٹ جانے کا ڈر اتنا ہے
اب وہ کافر کو مسلماں نہیں کرنے دیتے

☆ فیض کا یہ قطعہ ان کے کلام "نسخہ ہائے وفا" اور "سارے سخن ہمارے" میں نہیں۔ آغا ناصر نے اپنی عمدہ کتاب "ہم جیتے جی مصروف رہے" میں اس قطعہ کے بارے میں جو لکھا ہے ہم من و عن پیش کرتے ہیں۔

ہم اپنے وقت میں گزرے جہان گزراں سے
نظر میں رات لیے دل میں آفتاب لیے
ہم اپنے وقت میں پہنچے حضور یزداں میں
زباں پہ حمد لیے ہاتھ میں شراب لیے

فیض صاحب کے اس قطعہ سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ یہ ان کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے اور نہ ہی کسی رسالے میں شائع ہوا ہے۔
میں نے یہ قطعہ ڈاکٹر آفتاب کی کتاب "فیض ۔۔ شاعر اور شخص" میں دیکھا تھا۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر یہ جلی حروف میں شائع ہوا ہے۔ میں اس کھوج میں تھا کہ اس خوبصورت قطعہ کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے، یہ کب لکھا گیا اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ مگر معلومات صرف ڈاکٹر آفتاب سے حاصل کی جا سکتی تھیں اور بدقسمتی سے جب میں نے اپنی زیر نظر کتاب لکھنا شروع کی تو وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، لہٰذا میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اسے کتاب میں شامل نہ کروں۔ مگر پھر اچانک قسمت نے یاوری کی اور ایک دن باتوں باتوں میں آئی اے رحمان صاحب نے اس قطعہ کے بارے میں بتایا۔ دراصل اس محفل میں ذکر کچھ اور چل رہا تھا جس کا موضوع تھا ہمارے ملک کی مقتدر شخصیات۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کا نام آ گیا کہ وہ کس قدر ہمہ جہت صفات کے آدمی تھے۔ نامور سائنسدان تو وہ تھے ہی مگر اس کے علاوہ مصور تھے، موسیقی سے بھی بہت شغف رکھتے تھے اور شاعری بھی کرتے تھے۔ رحمان صاحب نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس ایک بیاض تھی جس میں وہ اپنے اشعار کے علاوہ دیگر مشہور شاعروں کے شعر بھی لکھا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں ایک بار انہوں نے فیض صاحب سے بھی فرمائش کی کہ ان کی بیاض میں اپنا کوئی شعر لکھ دیں۔ فیض صاحب ان کی فرمائش کو ٹال نہیں سکتے تھے، مگر ساتھ ہی وہ اس عظیم المرتبت انسان کے ساتھ عام لوگوں جیسا طریقہ بھی اختیار نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے اپنا کوئی پرانا شعر رقم کرنے کی بجائے ایک بالکل نیا قطعہ بیاض میں لکھ دیا۔ یہ دو عظیم انسان نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ ہم جلیس، ہم مذاق اور ہم مشرب بھی تھے۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اور فیض صاحب کی عادات، خصائل میں بھی بڑی مماثلت پائی جاتی تھی، دونوں درویشانہ مزاج رکھتے تھے، دونوں نہایت ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے اور دھیمے لہجے میں آہستہ آہستہ بولنے کے عادی تھے، دونوں کی عمر میں بھی کوئی اتنا زیادہ فرق نہیں تھا۔ گمان غالب ہے جب فیض صاحب نے یہ قطعہ ان کے لیے لکھا تو ڈاکٹر صاحب علیل تھے اور ان کے چل چلاؤ کا وقت قریب آ رہا تھا۔ فیض صاحب کے ان دو اشعار میں اس تاثر کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں ندرت الفاظ اور خیال آفرینی اپنے عروج پر ہے۔

سرِ وادیٔ سینا (نظم)

(عرب اسرائیل جنگ کے بعد)

یہ نظم 1967ء میں فیض کے مجموعے سرِ وادیٔ سینا میں شائع ہوئی، فیض نے اس کو دو حصوں میں شائع کیا، لیکن بعد میں نسخہ ہائے وفا میں اس کا دوسرا حصہ شائع نہیں ہوا بلکہ اس دوسرے حصے کے چند آخری اشعار "ندائے غیب" کے عنوان سے فیض کے مجموعے "مرے دل مرے مسافر" کی نظم "تین آوازیں" کا آخری جزو ہے، اس نظم کے دس مصرعے نکال دیے گئے جس کی داستانیں ہمیں بعض مقامات پر نظر آتی ہیں۔

جو دس مصرعے موجود نہیں وہ یہ ہیں:

سنو کہ شاید یہ نور صیقل
ہے اس صحیفے کا حرف اول
جو ہر کس و ناکس زمیں پر
دل گدایان اجمعیں پر
اتر رہا ہے فلک سے اب کے
سنو کہ اس حرف لم یزل کے
ہمیں تمہیں بندگان بے بس
علیم(۱) بھی ہیں خبیر(۲) بھی ہیں
سنو کہ ہم بے زبان و بے کس
بشیر(۳) بھی ہیں نذیر(۴) بھی ہیں

---

(۱)،(۲)،(۳)،(۴)۔ یہ الفاظ لغوی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

ادیبوں نے ہمیں نہیں بتایا کہ فیض کی مرضی کے بغیر یہ مصرعے کیوں شائع نہیں ہوئے، ہم سمجھتے ہیں شاید لوگ حاشیے کو پوری طرح سمجھ نہ سکے، یہ اسمائے صفاتی اللہ یعنی علیم وخبیر اور اسمائے صفاتی حضور ختمی مرتبت ﷺ بشیر و نذیر لغت کے معنی میں استعمال کیے گئے ہیں۔ (ھوالعلم)
اس نظم کا آخری حصہ جو پہلے 1967ء میں سرِ وادیٔ سینا کا جزو تھا اب "نسخہ ہائے وفا" میں "ندائے غیب" کے عنوان سے ملتا ہے۔

☆

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فرد عمل سنبھالے
اٹھے گا جب جم سرفروشاں
پڑیں گے دار و رسن کے لالے
کوئی نہ ہوگا کہ جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہوگی
یہیں عذاب و ثواب ہوگا
یہیں سے اٹھے گا شور محشر
یہیں پہ روز حساب ہو گا

1967ء

ندائے غیب

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فرد عمل سنبھالے
اٹھے گا جب جم سرفروشاں
پڑیں گے دار و رسن کے لالے
کوئی نہ ہوگا کہ جو بچا لے
جزا سزا سب یہیں پہ ہوگی
یہیں عذاب و ثواب ہوگا
یہیں سے اٹھے گا شور محشر
یہیں پہ روز حساب ہو گا

سرد مئی 1979ء

فیضؔ کا غیر مدوّن کلام

فیض نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ انھوں نے اپنا ابتدائی کلام کسی مجموعہ میں شامل نہیں کیا۔ اگرچہ فیض نے ہائی سکول میں باقاعدہ شاعری شروع کر دی تھی، لیکن کالج کے ابتدائی سالوں میں مشاعروں میں شرکت کرتے اور رسالوں میں بالخصوص کالج میگزین "راوی" میں چھپتے بھی تھے۔ ہم نے فیض کی تصانیف کی جدول میں تقریباً چالیس (40) غزلوں، نظموں، قطعوں اور گیتوں کے حوالے دیے ہیں جو فیض کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں، لیکن مطبوعہ شکل میں مختلف رسالوں اور کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ رسالے اب نایاب ہیں۔ ہماری کوشش کے باوجود صرف سولہ سترہ غزلیں، نظمیں، قطعے اور گیت حاصل ہوئے ہیں جنھیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ اس غیر مدون کلام میں پنجابی، انگریزی کلام کے علاوہ کچھ تراجم بھی شامل ہیں۔ اس کلام میں فیض کا ایک عمدہ سہرا بھی شامل ہے شاید فیض نے یہ بتانے کے لیے سہرا لکھا ہو کہ: ع

''ایسے کہتے ہیں سخن ور سہرا''

میزہ کی سالگرہ

(فیض کی چھوٹی بیٹی 1950ء)

ایک میزہ ہماری بچی ہے
جو بہت ہی پیاری بچی ہے
ہم ہی کب اس کو پیار کرتے ہیں
سب کے سب اس کو پیار کرتے ہیں
کیسے سب کو نہ آئے پیار اس پر
ہے وہی تو ہماری ڈیئر
پیار سے جو بھی اس کو بلائے گا
وہ ضرور اس سے مار کھائے گا
خیر یہ بات تو ہنسی کی ہے
ویسے تو بچی بہت وہ اچھی ہے
پھول کی طرح اس کی رنگت ہے
چاند کی طرح اس کی صورت ہے
جب وہ خوش ہو کے مسکراتی ہے
چاندنی جگ میں کھل جاتی ہے
پڑھنے لکھنے میں خوب قابل ہے
کھیلنے کودنے میں کامل ہے

عمر دیکھو تو آٹھ سال کی ہے
عقل دیکھو تو ساٹھ سال کی ہے
پھر وہ گانا بھی اچھا گاتی ہے
گرچہ مجھ کو نہیں سناتی ہے
بات کرتی ہے اس قدر میٹھی
جیسے ڈالی پہ کوک کوئل کی
ہاں کوئی اس کو جب ستاتا ہے
تب ذرا غصہ آ ہی جاتا ہے
پر وہ جلدی سے مَن بھی جاتی ہے
کب کسی کو بھلا ستاتی ہے
ہے شگفتہ بہت مزاج اس کا
سارا عمدہ ہے کام کاج اس کا
ہے میزہ کی آج سالگرہ
ہر طرف شور ہے مبارک کا
چاند تارے دعائیں دیتے ہیں
بلبلیں اس کی بلائیں لیتے ہیں

باغ میں گا رہی ہے یہ بلبل
تم سلامت رہو میزہ گل
امی ابا بھی اور باجی بھی!
آنٹیاں اور بہن بھائی بھی
آج سب اس کو پیار کرتے ہیں
مل کے سب بار بار کہتے ہیں
پھر یہ بولی شور ہو مبارک کا
آئے سو بار تیری سالگرہ
سو تو کیا سو ہزار بار آئے
یوں کہو بے شمار بار آئے
آئے ہر بار اپنے ساتھ خوشی
اور ہم سب کیا کریں یونہی
یہ میزہ ہماری بچی ہے
یہ بہت ہی پیاری بچی ہے

لیلۃ القدر

(ترجمہ: عمر علی سلیمان)

رات کا وقت
گرمی
بزرگ آدمی
جانمازوں پہ سرگوشیاں کر رہے ہیں
ایک ابرو اٹھا کر
انھیں چاند حیرت سے تکتا ہُوا
اور منہ زور دریا کے پانو تلے
آبشاروں تلے
چٹانیں ہمیشہ سے دن رات
جیسے وضو کر رہی ہیں
سبھی لوگ اپنے خدا کے حضور
اپنی جائز امنگیں بیاں کر رہے ہیں
دعا کر رہے ہیں
کہ یہ رات، عرض و مناجات کی رات ہے
دعائیں سُنے جانے کی رات ہے
مسلماں دعا کر رہے
کہ دنیا کی خوشیوں سے کچھ ہم کو بھی!
راہ گزاروں پہ کچھ روشنی چھن چلی
اور گردِ راہ
ریش بابا کی صورت
اُڑی جا رہی ہے
پکی دیوار مسجد کی خاموش ہے
اس کا بوسیدہ مینار
تلوار سا ایک خم دار
سایہ سنبھالے ہوئے
طفل یوں سامنے سے گذرتے ہوئے
جیسے گذرے ہوئے ماہ و سال
سبزہ زاروں میں بسی ہوئی آب جو
چھپاتی ہوئی
جیسے ریشم کی دستار کے سارے بل کھل گئے ہوں
سیب کے پیڑ
پانی کے نیالے بالوں میں اپنی جڑیں دھو رہے ہیں
یہ دعائیں سُنے جانے کی رات ہے
اور میں بھی بزرگوں کے مانند
سڑکوں کے سیمنٹ
کی جانمازوں پہ چلتے ہوئے
زیرِ لب کچھ دعا کر رہا ہوں
اور یہ دعا تیرا نام ہے
کاش میری دعا آج مقبول ہو

سہرا

(بہ مناسبت خانہ آبادی نعیم طاہر اور یاسمین امتیاز 1962ء)

سجاؤ بزم، درِ مے کدہ کشادہ کرو
اٹھاؤ سازِ طرب، اہتمامِ بادہ کرو
جلاؤ چاند ستارے، چراغ کافی نہیں
سجاؤ بزم کہ رنج و الم کے زخم سلے
بساطِ لطف و محبت پہ آج یار ملے
دعا کو ہاتھ اٹھاؤ کہ وقت نیک آیا
رخِ عزیز پہ سہرے کے آج پھول کھلے
اٹھاؤ ہاتھ کہ یہ وقت خوش مدام ہے
شبِ نشاط و بساطِ طرب دوام رہے
تمھارا صحن معطر ہو مثلِ صحنِ چمن
اور اس چمن میں بہاروں کا انتظام رہے

شامِ غم

ہر گھڑی عکسِ رخِ یار لیے پھرتی ہے
کتنے مہتاب شبِ تار لیے پھرتی ہے

سن تو لو، دیکھ تو لو، مانو نہ مانو اے دل
شامِ غم سیکڑوں اقرار لیے پھرتی ہے
ہے وہی حلقۂ موہوم مگر موجِ نسیم
تارِ گیسو میں غم دار لیے پھرتی ہے

بانیٔ ہوش کہ برہم ہے مزاجِ گلشن
ہر کلی ہات میں تلوار لیے پھرتی ہے

او میرے وطن

(ترجمہ: ناظم حکمت)

او میرے وطن
او میرے وطن
او میرے وطن
مرے سر پہ وہ ٹوپی نہ رہی
جو تیری زمیں سے لایا تھا
پانو میں وہ جوتے بھی نہیں
واقف تھے جو تیری راہوں سے
مرا آخری کرتا چاک ہُوا
ترے شہر میں جو سلوایا تھا
اب تیری جھلک
بس اُڑتی ہوئی رنگت ہے میرے بالوں کی
یا میرا ٹوٹا ہُوا دل ہے
یا جھریاں میرے ماتھے پر
وا میرے وطن
وا میرے وطن
وا میرے وطن

Hasnain Sialvi

بھوکوں کی آنکھیں

(ترجمہ: ناظم حکمت)

ایک نہ دو، دس بیس نہ سو
نہ ایک ہزار
قحط کے مارے پورے تین کروڑ
ایسے ہیں یا اپنے لیے
ان کے لیے ہم ایسے ہیں
جیسے لہریں
ساگر کے لیے
یا ساگر
لہروں کے لیے

ایک نہ دو، دس بیس نہ سو،
نہ ایک ہزار
قحط کے مارے تین کروڑ
صف در صف،
ان میں کوئی مرد نہیں
عورت بھی نہیں
لڑکا بھی نہیں
لڑکی بھی نہیں
سب بے مزہ پیڑ ہیں سوکھے ہوئے
جو مرد نہیں
عورت بھی نہیں
لڑکا بھی نہیں
لڑکی بھی نہیں
سب چلتے پھرتے ڈھیلے ہیں
دھرتی کی نہائی مٹی کے
اُن میں سے کوئی
اپنے گھٹنے کھڑکاتا ہے
کھڑکاتا ہے
کھڑکاتا ہے

یا کھوکھلا پیٹ کوئی
بجتا ہے
سب نچڑ گیا ہے، آنکھوں میں
بے اندازہ دکھ
جو گھورتا ہے
اور گھورتا ہے
اپنا دکھ بھی
اُن کے دکھ کی طرح
بے انت ہے، بے اندازہ ہے،
پھر بھی ہم
ہمت سے منہ نہ موڑیں گے
ہم نے دل مضبوط کیے ہیں
اور سینے فولاد
ان بھوکے تین کروڑ کی خاطر
جن کی پاگل آنکھیں
اپنا غم ہے، اپنا دکھ ہے،
او سننے والو!
سنتے ہو
گر دل کی بات کہی میں نے
کیا مجھ کو جذبۃی کہتے ہو
اوروں کی طرح
گر تم بھی بزدل ہو
اور سوچتے ہو
کبھی دب جاتا ہے
ان میں سے کوئی
بس اک چمڑے کی تھیلی ہے
جس کی جان
فقط آنکھوں میں باقی ہے
جوتوں کے کیل
دھنسے ہیں زخمی تلووں میں
اور دل کا لہو
میں پگلا ہوں، واہی بکتا ہوں،
تو دیکھو
میری آنکھوں میں جھانک کے دیکھو،
آنکھیں اک درد کے مارے کی
جو درد کے ہاتھوں پاگل ہے
نالاں ہے خونِ خلق ہر اک در کے سامنے
محشر بپا ہے کوئے ستم گر کے سامنے
بیٹھا ہے فردِ خانہ خرابی لیے ہوئے
اس گھر کے سامنے کوئی اس گھر کے سامنے
ہر بے اثر نے دستِ تمنا کیا دراز
قاتل کے سامنے کبھی خنجر کے سامنے

جیل سے ایک خط

(ترجمہ: ناظم حکمت)

مری جان، اک ضروری بات کہنی ہے مجھے تم سے
بدل جاتا ہے خود انساں جو اُس کا گھر بدلتا ہے
مَیں اس زنداں میں اب مرنے لگا ہُوں اپنے خوابوں پر
جو نیند آتی ہے
اپنے دستِ شفقت سے
مری زنجیر وا کرنے
تو ڈھے جاتی ہیں دیواریں
پُرانی بات ہے پھر بھی
مَیں کھو جاتا ہُوں ایسے اپنے خوابوں میں
کہ جیسے پُرسکوں پانی میں
سورج کی کرن اُترے
بہُت دلکش ہیں میرے خواب، میری جاں
وسیع، شاداب دُنیا میں
بہُت خوش اور آزادانہ پھرتا ہُوں
مرے خوابوں میں کوئی نیستی کا دُکھ نہیں ہوتا
نہ کوئی پل کسی زنداں میں گذرا ہے
"تو پھر اس خواب سے اُٹھنا تمھیں کتنا گراں ہوگا"

شاید کہوگی تم،
نہیں، جاں، یوں نہیں ہے،
مجھ میں اب بھی اتنی ہمت ہے
کہ اپنی نیند کو اوقات سے اُتنا ہی حصہ دُوں
جو مَیں چاہوں
آج پیر کا دن ہے
اور آج پہلی بار
وہ مجھے باہر کھلی ہوا میں لے کر گئے
آج زندگی میں پہلی بار
مَیں نے بہُت حیرت سے دیکھا
کہ آسماں کتنا نیلا ہے
اور کتنا دُور
مَیں دھوپ میں ساکت کھڑا رہا
اور پھر ادب سے سر جھکا کر
پتھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر
بیٹھ گیا،
اور پھر یکبارگی سب کچھ بھول گیا،
خوابیں بھی
آزادی بھی
اور تم بھی مری جاں
بس اک سورج، دھرتی اور مَیں
اُف کتنا شکوہ ہے، کتنا شکوہ ہے

اکتوبر انقلابِ روس کی سالگرہ

مُرغِ بسمل کے مانند شب تلملائی
اُفق تا اُفق
صبحِ محشر کی پہلی کرن جگمگائی
تو تاریک آنکھوں سے بوسیدہ پردے ہٹائے گئے
دل جلائے گئے

طبق در طبق
آسمانوں کے در
یوں کھلے، ہفت افلاک آئینہ سا ہو گئے
شرق تا غرب سب قید خانوں کے در
آج وا ہو گئے
قصرِ جمہور کی طرحِ نو کے لیے آج نقشِ کہن
سب مٹائے گئے
سینۂ وقت سے سارے خونیں کفن
آج کے دن سلامت اُٹھائے گئے
آج پائے غلاماں میں زنجیر
ایسے چھنکی کہ بانگِ درا بن گئی
دستِ مظلوم میں ہتھکڑی کی کڑی
ایسے چمکی کہ تیغِ قضا بن گئی

خوابِ پریشاں

(ترجمہ: انجم اعظمی)

ہاں! خواہش کے بیمار مرے تنہا دل نے
اک خواب بھی خوابوں کی طرح پیارا دیکھا
لیکن مرے سب خوابوں کی طرح
یہ خواب بھی بے معنی نکلا
یہ خواب کہ بن جاؤں گا کسی دن
— بورڈنگ کا ماسٹر میں
حیرت کہ ہُوا ایسا ہی مگر
تھی کس کو خبر
اس موڑ پہ آ کر بخت رسا سو جائے گا
زینوں کی صدا آسیب زدہ
حمام میں غم کی گردانی
اور ایک نحوست کا پیکر
مینار گھڑی
ہر گھنٹا کراہی وقت کے لمبے رستے پر
آواز تھکن میں ڈوبی ہوئی
مَیں، گر کر سنبھلا، ہنستا ہی رہا
سُن سُن کے مگر یہ کہنا پڑا
یہ خواب بھی کتنا مہمل تھا

اے وطن اے وطن

تیرے پیغام پر اے وطن ! اے وطن !
آ گئے ہم فدا ہوں ترے نام پر
تیرے پیغام پر اے وطن ! اے وطن !
نذر کیا دیں کہ ہم مال والے نہیں
آن والے ہیں، اقبال والے نہیں
ہاں یہ جاں ہے کہ سکھ جس نے دیکھا نہیں
یا یہ تن جس پہ کپڑے کا ٹکڑا نہیں
اپنی دولت یہی، اپنا دھن ہے یہی
اپنا جو کچھ بھی ہے، اے وطن ہے یہی
وار دیں گے یہ سب کچھ ترے نام پر
تیری للکار پر، تیرے پیغام پر
تیرے پیغام پر اے وطن ! اے وطن !
ہم لٹا دیں گے جانیں ترے نام پر
تیرے غدار غیرت سے منہ موڑ کر
آج پھر ایروں غیروں سے سر جوڑ کر
تیری عزت کا بھاؤ لگانے چلے
تیری عصمت کا سودا چکانے چلے
دم میں دم ہے تو یہ کرنے دیں گے نہ ہم
چال ان کی کوئی چلنے دیں گے نہ ہم
تجھ کو بکنے نہ دیں گے کسی دام پر
ہم لٹا دیں گے جانیں ترے نام پر
سر کٹا دیں گے ہم تیرے پیغام پر
تیرے پیغام پر اے وطن! اے وطن!

فیض کی انگریزی نظم

Illusion

(Verse Libre)

(1930)

To a desolate, heartsick with
longing, there came a dream
---- the most beautiful of dreams
But it was faithless as all dreams
be ----
The dream of becoming a
Hostel—prefect.
It went the way it came, but
the poor man's world was
changed.
The staircase created demonial
laughter,
And the bathing cubes were
sad.
The infernal tower—clock
clanging its eternal house
How wearisome; and gurmukh
Singh's heard—
How absurd!

مجلّہ ''راوی'' میں فیض احمد فیض کی ابتدائی تصانیف

حسام وحید

مجلّہ ''راوی'' کا اجرا جنوری 1906ء میں ہوا۔ آغاز میں اس میں صرف انگریزی تحریریں شائع ہوتی رہیں، بعد ازاں جب پطرس بخاری اور امتیاز علی تاج جیسے غیر ملکی تخلیقی ذہن کے حامل نوجوان ''راوی'' کی مجلس ادارت سے منسلک ہوئے تو انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو تخلیقات بھی ''راوی'' کی زینت بننا شروع ہوئیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ پطرس بخاری، سید امتیاز علی تاج، فیض احمد فیض، ن۔م۔ راشد، اشفاق احمد، شبیر احمد، مظفر علی سید، حنیف رامے اور نہ جانے کتنے ہی مشاہیر کی اولین تخلیقی امنگ کا اظہار گورنمنٹ کالج لاہور (اب گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور) کی فضاؤں ہی میں ہوا۔ ان مشاہیر کی ابتدائی تخلیقی امنگوں کو مجلّہ ''راوی'' نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ راشد، فیض اور دیگر تخلیق کاروں نے جب اپنی تخلیقات کو مجموعے کی شکل دی تو ان میں ان تحریروں کو بھی شامل کیا جو مجلّہ ''راوی'' کی زینت بن چکی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فیض، راشد اور دیگر تخلیق کاروں نے اپنے اولین مجموعے کو مرتب کرتے ہوئے ''راوی'' میں شائع ہونے والی کچھ تحریروں کو شامل نہ کیا۔ ناقدین اور محققین کے لیے یہ ایک بامعنی اشارہ ہے کہ ان شعرا نے اپنی کچھ تحریروں کو کن وجوہات کی بنا پر شامل نہ کیا۔

فیض احمد فیض گورنمنٹ کالج لاہور (گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور) کا تخلیقی استعارہ ہے، یہاں پر ان کے زمانہ طالب علمی کی تخلیقات مجلّہ ''راوی'' میں شائع ہوتی رہیں، فیض کی ان تحریروں میں سے کچھ حصہ ان کے اولین شعری مجموعے ''نقش فریادی'' میں شامل ہے لیکن بعض چیزیں اب صرف مجلّہ ''راوی'' کی روایت کا حصہ ہیں جن تک رسائی حاصل کرکے فیض کے ارتقائی مراحل کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

فیض کی ابتدائی شاعری پر اختر شیرانی کے رومانوی لب و لہجے اور نرم و گداز جذبات کا کس حد تک اثر ہے، اس امر کو سمجھنے کا ایک وسیلہ مجلّہ ''راوی'' کے وہ صفحات ہیں جو فیض کے زمانہ طالب علمی اور اس عہد کے جذبوں کے عکاس ہیں۔ ذیل میں ہم فیض کی مجلّہ ''راوی'' میں شائع ہونے والی شعری و نثری تخلیقات کا عکس پیش کرتے ہیں۔

فیض کی اولین تخلیقی امنگ کے اظہار کی ان چند صورتوں سے فیض کے فکر و فن کے ابتدائی مدارج کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ شاید اس امر کا سراغ لگانا بھی ممکن ہو سکے کہ فیض نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اختر شیرانی اور علامہ اقبال سے کس حد تک اثر قبول کیا اور یہ اثرات کتنی مدت تک ان کے ساتھ چلے۔

فیض احمد فیض کی مجلّہ راوی میں شائع ہونے والی شعری و نثری تخلیقات کا اشاریہ

عنوانِ تصنیف	سال	صفحہ نمبر
دو شعر	اکتوبر 1929ء	8
خدا وہ وقت نہ لائے (نظم)	نومبر 1931ء	8
بعد از وقت (نظم)	اکتوبر 1932ء	8
شکست (طنز و مزاح)	نومبر 1932ء	8-9
نور (نظم)	نومبر 1932ء	10
سرود شبانہ (نظم)	دسمبر 1932ء	10
اقبال (نظم)	فروری 1933ء	9-10
بلا عنوان (نظم)	اکتوبر 1933ء	10
غزل	اکتوبر 1933ء	10
انتہائی (نظم)	مارچ 1934ء	4
آج کی رات (نظم)	دسمبر 1934ء	17
اقبال (نظم)	مئی جون 1948ء	17
ن۔م۔ راشد (مضمون)	جنوری فروری 1939ء	27-30
[illegible] (نظم)	اکتوبر 1940ء	30
غزل	نومبر 1941ء	4
ہم لوگ (نظم)	دسمبر 1941ء	4
ادب اور جمہور (مضمون)	جنوری 1942ء	10-13
قطعہ	جنوری 1942ء	2
نقد و نظر (تبصرے)	مارچ 1942ء	39-40
سانحہ (رباعی)	جنوری 1943ء	13
اعتراف (نظم)	دسمبر 1947ء تا جنوری 1948ء	29
غزل	دسمبر 1947ء تا جنوری 1948ء	29
بے عنوان	دسمبر 1947ء تا جنوری 1948ء	30
غزل	اپریل 1948ء	27
غزل	اکتوبر نومبر 1948ء	8
[illegible] (نظم)	مارچ اپریل 1949ء	4-5
تنہائی (نظم)	جون 1950ء	11
غزل	جون 1950ء	11
سانپ کی چھتری (ڈرامہ)	جون 1950ء	113-124
پرائیویٹ سیکرٹری (ڈرامہ)	نومبر 1950ء	32-40
[illegible] (نظم)	مئی 1958ء	164
غزل	مئی 1958ء	1
خدا وہ وقت نہ لائے (نظم)	1964ء	385
ہم لوگ (نظم)	1964ء	385

اقبال

[illegible] شکارِ موت کرتا تھا | عمل کی آرزو [illegible] افسانہ میں
[illegible] سکوتِ مرگ طاری تھا | [illegible]

[illegible] مشرق میں [illegible] زندگی [illegible] تھا | خزاں کا رنگ تھا گلزارِ ملت کی بہاروں میں
فضا کی گود میں چپ تھے ستیزہ انگیز ہنگامے | شہیدوں کی صدائیں سو رہی تھیں لالہ زاروں میں

[illegible] منزل نے آوازِ درا آخر | ترے نغموں نے آخر توڑ ڈالا سحرِ خاموشی
کہ غفلت کے [illegible] خوابِ دیرینہ سے جاگ اٹھے | خود آگاہی سے بدلی قلب و جاں کی خود فراموشی

رگِ مردہ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا | فسردہ مشتِ خاکستر سے پھر لاکھوں شرر نکلے
زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے | یہ خاکی زندہ تر پائندہ تر تابندہ تر نکلے

[illegible] کے سب راز تو نے پھر سے بتلائے | ہر اک فطرت کو تو نے اس کے امکانات جتلائے
ہر اک قطرے کو وسعت بخش دی دریا کیا تو نے | ہر اک ذرے کو ہمدوشِ ثریا کر دیا تو نے

[illegible] آرزو کی بستیاں آباد کر ڈالیں | [illegible] زندگی کو آتشِ [illegible] سے بھر ڈالا
[illegible] سے تیرا لطف جانسوز کیا کم ہے | [illegible] ہزار افسردہ [illegible] کو مرد کر ڈالا

فیض

راوی مئی و جون ۱۹۳۸ء ۱۴

اقبالؒ

آیا ہمارے دیس میں اک خوش نوا فقیر
آیا اور اپنی دھن میں غزلخواں گزر گیا
سنسان راہیں خلق سے آباد ہو گئیں
ویران میکدوں کا نصیبہ سنور گیا
تھیں چند ہی نگاہیں جو اس تک پہنچ سکیں
پر اس کا گیت سب کے دلوں میں اتر گیا

اب دور جا چکا ہے وہ شاہِ گدا نما
اور پھر سے اپنے دیس کی راہیں اداس ہیں
چند اک کو یاد ہے کوئی اس کی ادائے خاص
دو اک نگاہیں چند عزیزوں کے پاس ہیں
پر اس کا گیت سب کے دلوں میں ہے مستقر
اور اس کی لے سے سینکڑوں لذت شناس ہیں

اس گیت کے تمام محاسن ہیں لازوال
اس کا وفور اس کا خروش اس کا سوز و ساز
یہ گیت مثلِ شعلۂ جوّالہ تند و تیز
اس کی لپک سے بادِ فنا کا جگر گداز
جیسے چراغ وحشتِ صرصر سے بے خطر
یا شمعِ بزم صبح کی آمد سے بے نیاز

پروفیسر فیض احمد فیض ایم اے (گورنمنٹ کالج)

(نوٹ: یہ نظم ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لاہور کی اجازت سے شائع کی جا رہی ہے۔)

فیض احمد فیض نے اقبال کو دو نظموں کی صورت میں خراجِ تحسین پیش کیا، پہلی نظم ''اقبال'' کے عنوان سے ''راوی'' کے 1933ء کے شمارہ میں شائع ہوئی جبکہ دوسری نظم ''اقبال'' بھی ''راوی'' کے 1938ء کے شمارہ کی زینت بنی۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ 1933ء میں شائع ہونے والی نظم ''اقبال'' فیض کے شعری مجموعے کا حصہ نہ بن سکی جبکہ 1938ء میں شائع ہونے والی دوسری نظم ''اقبال'' فیض کے شعری مجموعے کا حصہ ہے۔ اب ہم فیض کی ان نظموں کی فہرست پیش کریں گے جو کہ ''راوی'' میں شائع ہونے کے علاوہ فیض کی کتاب ''نقشِ فریادی'' کا بھی حصہ ہیں۔

۱۔ تنہائی
۲۔ حسینہ خیال سے
۳۔ سرودِ شبانہ
۴۔ آج کی رات
۵۔ بعد از وفات
۶۔ خدا وہ وقت
۷۔ اقبال
۸۔ ہم لوگ

غزل

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسنِ دو عالم سے
مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی

کئی بار اس کی خاطر ذرّے ذرّے کا جگر چیرا
مگر یہ چشمِ حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

نہیں جاتی متاعِ لعل و گوہر کی گراں یابی۔
متاعِ غیرت و ایماں کی ارزانی نہیں جاتی

مری چشمِ تن آساں کو بصیرت مل گئی جب سے
بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

سرِ خسرو سے نازِ کج کلاہی چھن بھی جاتا ہے
کلاہِ خسروی سے بوئے سلطانی نہیں جاتی

بجز دیوانگی واں اور چارہ ہی کہو کیا ہے؟؟
جہاں عقل و خرد کی ایک بھی مانی نہیں جاتی۔

پروفیسر فیض احمد فیض ایم۔اے

غزل

ہر حقیقت مجاز ہو جائے — کافروں کی نماز ہو جائے
دل رہینِ نیاز ہو جائے — بیکسی کارساز ہو جائے
منتِ چارہ ساز کون کرے — درد جب جاں نواز ہو جائے
عشق دل میں رہے تو رسوا ہو — لب پہ آئے تو راز ہو جائے
سب دعائیں ہیں نا قبول ہنوز — عہدِ غم کچھ دراز ہو جائے
لطف کا انتظار کرتا ہوں — جور تا حدِ ناز ہو جائے
عمر بے سود کٹ رہی ہے فیضؔ
کاش افشائے راز ہو جائے

فیض

شباب کو ہے اُلفت کی احتیاج سہی
بساطِ دہر پہ جور و ستم کا راج سہی
یہ مانا تجھ سے طلب سرفرازِ دید نہیں
اک آرزو ہے سو منت کشِ امید نہیں

کہ بادِ صبح پیامِ بہار لائے گی
سحر سحر دلِ بیتاب آفرینش کب تک
کبھی تو سوختہ جانوں کو نیند آئے گی

فیض

ہمیں افسوس ہے کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے "ایم۔سی۔سی تور د" اور مکتوبات مولیر کا ایک غیر مطبوعہ ورق" سے عمدہ مضامین نہیں چھپ سکے۔ ناظرین انکا بے صبری سے انتظار کریں۔ مدیر

ہم لوگ

دل کے ایواں میں لئے گل شدہ شمعوں کی قطار
نورِ خورشید سے سہمے ہوئے اکتائے ہوئے
حسنِ محبوب کے سیال تصور کی طرح
اپنی تاریکی کو بھینچے ہوئے۔ لپٹائے ہوئے
غایتِ سود و زیاں۔ فطرتِ آغاز و مآل
وہی بے سود تجسس وہی بیکار سوال
مضمحل ساعتِ امروز کی بے رنگی سے
یادِ ماضی سے غمیں۔ دہشتِ فردا سے نڈھال
تشنہ افکار جو تسکین نہیں پاتے ہیں
سوختہ اشک جو آنکھوں میں نہیں آتے ہیں
اک کڑا درد کہ جو گیت میں ڈھلتا ہی نہیں
دل کے تاریک شگافوں سے نکلتا ہی نہیں
اور اک الجھی ہوئی موہوم سی۔ درماں کی تلاش
دشت و زنداں کی ہوس۔ چاکِ گریباں کی تلاش

پروفیسر فیض احمد فیض ایم۔اے

(۱)
حسینۂ خیال سے

فیض احمد فیض

مجھے دے دے

رسیلے ہونٹ، معصومانہ پیشانی، حسیں آنکھیں
کہ میں اک بار پھر رنگینیوں میں غرق ہو جاؤں
مری ہستی کو تیری اک نظر آغوش میں لے لے
ہمیشہ کے لئے اس دام میں محفوظ ہو جاؤں
ضیائے حسن سے ظلمات دنیا میں نہ پھر آؤں
گزشتہ حسرتوں کے داغ میرے دل سے دھل جائیں
میں آنے والے غم کی فکر سے آزاد ہو جاؤں
مرے ماضی و مستقبل سراسر محو ہو جائیں
مجھے وہ اک نظر، وہ اک جاودانی سی نظر دے دے!

☆ ☆ ☆

مجلہ "راوی" میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

اعتراف

یہ مانتا ہوں کہ تم سے مجھے محبت سی ہے
پہ میرا عشق جنونِ خرد فروش نہیں
یہ اک فریبِ نگاہِ ہوس بدوش نہیں
تمہاری ایک جھلک شاد کام کردے جسے
یہ دو رخوں کا فقط وحشیانہ جوش نہیں
مئے شباب کا اٹھتا ہوا خروش نہیں
کہ ایک لمحۂ عشرت تمام کردے جسے

(۲)

تمہاری نرمئ رخسار کا خیال کسے؟
تمہارے حسن کے جلووں کی جستجو کس کو؟
جنونِ دید کسے؟ حسرتِ وصال کسے؟
مجالِ شکوۂ غمہائے آرزو کس کو؟
فقط تمہاری پرستش کی چاہ ہے پیاری
بسانِ سجدہ مری ہر نگاہ ہے پیاری

فیض احمد فیض
راوی۔ مارچ ۱۹۳۴

شباب کو مئے الفت کا احتیاج سہی
بساطِ دہر پہ جور و ستم کا راج سہی
یہ مانا چشمِ طلب سرفرازِ دید نہیں
اک آرزو ہے سو شرمندۂ امید نہیں
کہ بادِ صبح پیامِ بہار لائے گی
ٹھہر ٹھہر دلِ بے تاب آخرش کب تک
کبھی تو سوختہ جانوں کو نیند آئے گی

فیض احمد فیض
راوی۔ اکتوبر ۱۹۳۳

شورشِ بربط و نے

(جناب فیض احمد فیض)

پہلی آواز

[illegible]

دوسری آواز

[illegible]

پہلی آواز

[illegible]

دوسری آواز

[illegible]

مجلہ ’راوی‘ میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

سرودِ شبانہ

نیم شب چاند خود فراموشی
محفلِ ہست و بود ویراں ہے
پیکرِ التجا ہے خاموشی
بزمِ انجم فسردہ ساماں ہے

آبشارِ سکوت جاری ہے | چار سُو بیخودی سی طاری ہے
زندگی جزوِ خواب ہے گویا | ساری دُنیا سراب ہے گویا

سو رہی ہے گھنے درختوں پر
چاندنی کی تھکی ہوئی آواز
کہکشاں نیم وا نگاہوں سے
کہہ رہی ہے حدیثِ شوقِ نیاز
سازِ دل کے خموش تاروں سے
چھن رہا ہے خمارِ کیف آگیں
آرزو۔ خواب۔ تیرا رُوئے حسین

فیض

[illegible]

خدا وہ وقت نہ لائے!

خدا وہ وقت نہ لائے کہ سوگوار ہو تُو
سکوں کی نیند تجھے بھی حرام ہو جائے
تری مسرتِ پیہم تمام ہو جائے
تو زندگی سے کبھی تلخ کام ہو جائے
غموں سے آئینۂ دل گداز ہو تیرا!
ہجومِ یاس سے بے تاب ہو کے رہ جائے
وفورِ درد سے سیماب ہو کے رہ جائے
ترا شباب فقط خواب ہو کے رہ جائے
غرورِ حسن سراپا نیاز ہو تیرا!
خدا وہ وقت نہ لائے کہ اشکبار ہو تُو
تو روئے اور کسی غمگسار کو ترسے
طویل راتوں میں جاگے قرار کو ترسے
خزاں رسیدہ تمنا بہار کو ترسے
کوئی جبیں نہ ترے سنگِ آستاں پہ جھکے
کہ جنسِ عجز و عقیدت سے تجھ کو شاد کرے
فریبِ وعدۂ فردا پہ اعتماد کرے
خدا وہ وقت نہ لائے کہ تجھ کو یاد آئے
وہ دل کو تیرے لئے بے قرار اب بھی ہے
وہ آنکھ جس کو ترا انتظار اب بھی ہے!

فیض

نذر .... "........"

طرب زارِ تخیل۔ شوقِ رنگیں کار کی دُنیا
مرے افکار کی جنت مرے اشعار کی دُنیا
شبِ مہتاب کی سحر آفریں مدہوش موسیقی
تمہاری دل نشیں آواز میں آرام کرتی ہے
تمہارا آغوش میں بہکی ہوئی رنگینیاں لے کر
تمہارے خندۂ گلریز کو بدنام کرتی ہے
تمہاری عنبری زلفوں میں لاکھوں فتنے آباد
تمہاری ہر نظر سے سیکڑوں ساغر چھلکتے ہیں

تمہارا دلِ حسین جذبوں سے یوں آباد ہے گویا
شفق زارِ جوانی میں فرشتے رقص کرتے ہیں
جہانِ آرزو یہ بے رُخی دیکھی نہیں جاتی
کہ شوقِ دید کو تم اس طرح بیسود کر ڈالو
بہشتِ رنگ و بو رعنائیاں محدود کر ڈالو
نحیف آنکھوں سے اتنی دلکشی دیکھی نہیں جاتی

فیض

وہ پھر آسکے گا زمانہ؟
کہ سنیں گے شوق سے وہ | مرے عشق کا فسانہ؟
مرے رنج و غم پہ ہوگی | نظر اُن کی غائبانہ؟
مرے قلبِ ناشکیبا
یہ نہیں اُمید مجھ کو | حفیظ ہوشیارپوری

مجلہ 'راوی' میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

حضرت فیض احمد فیض :-

کبھی کبھی یاد میں ابھرتے ہیں نقشِ ماضی مٹے مٹے سے
وہ آزمائش دل و نظر کی وہ قربتیں سی وہ فاصلے سے
کبھی کبھی آرزو کے صحرا میں آ کے رکتے ہیں قافلے سے
وہ ساری باتیں لگاؤ کی سی وہ سارے عنوان وصال کے سے
نگاہ و دل کو قرار کیسا، نشاط و غم میں کمی کہاں کی
وہ جب ملے ہیں تو ان سے ہر بار کی ہے الفت نئے سرے سے
تمہیں کہو رند و محتسب میں ہے آج شب کون فرق ایسا
یہ آ کے بیٹھے ہیں میکدہ میں وہ اٹھ کے آئے ہیں میکدے سے

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

طرب زارِ تخیل شوقِ رنگیں کار کی دنیا
مرے افکار کی جنت مرے اشعار کی دنیا

شب ماہتاب کی سحر آفریں مدہوش موسیقی
تمہاری دل نشیں آواز میں آرام کرتی ہے
بہار آغوش میں بیٹھی ہوئی رنگینیاں لے کر
تمہارے خندۂ گلریز کو بدنام کرتی ہے

تمہاری عنبریں زلفوں میں لاکھوں فتنے آوارہ
تمہاری ہر نظر سے سینکڑوں ساغر چھلکتے ہیں
تمہارا دل حسیں جذبات سے یوں آباد ہے گویا
شفق زار جوانی میں فرشتے رقص کرتے ہیں

جہاں آرزو پہ بے رخی دیکھی نہیں جاتی
کہ شوقِ دید کو تم اس طرح محدود کر ڈالو
بہشت رنگ و بو رعنائیاں محدود کر ڈالو

بعد از وقت...

دل کو احساس سے دوچار نہ کر دینا تھا
سازِ خوابیدہ کو بیدار نہ کر دینا تھا
شوقِ مجبور کو بس ایک جھلک دکھلا کر
واقفِ لذتِ تکرار نہ کر دینا تھا
اپنے معصوم تبسم کی فراوانی کو
وسعتِ دید پہ گلبار نہ کر دینا تھا
منتظر آنکھ کی خاموش تمناؤں کو
یک بیک مائلِ گفتار نہ کر دینا تھا
جلوۂ حسن کو مستور ہی رہنے دیتے
حسرتِ دل کو گنہگار نہ کر دینا تھا

قطعہ

دل ہے اکثر اداس رہتا ہے
وقفِ حرمان و یاس رہتا ہے
تم تو غم دے کے بھول جاتے ہو
مجھ کو احساں کا پاس رہتا ہے

فیض

مجلہ "راوی" میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

پرائیویٹ سیکرٹری

فیض احمد فیض

پرائیویٹ سیکرٹری (ڈرامہ)

سانپ کی چھتری

فیض احمد فیض

سانپ کی چھتری (ڈرامہ)

مجلہ "راوی" میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

دو طنزیے

شکست

(ایک طنز)

مجلہ 'راوی' میں شائع ہونے والی تخلیقات کا عکس

Faiz Ahmed Faiz reciting his poem in a mushaira, Delhi, August, 1955

فیض بھارت میں ہندو پاک تقسیم کے بعد کئی بار تشریف لائے اور ان کا بڑی گرم جوشی سے خیر مقدم ہوا اور کئی اخباروں رسالوں میں مختصر ہی سہی یہ خبریں شائع ہوئیں۔ یہ سچ ہے کہ اس ممتاز اور ہر دل عزیز شاعر کے مشاعروں اور ادبی محافل کا آنکھوں دیکھا حال جس طرح سے مرتب ہونا چاہیے تھا ترتیب نہیں دیا گیا، ورنہ یہ بھی ایک مثبت قدم فیض شناسی کا قرار پاتا، بہر حال چند خبریں نمونے کے طور پر یہاں پیش کرتے ہیں۔
محبوب اللہ مجیب فیض الہ آباد میں۔ فیض کی الہ آباد میں آمد اور ایک مشاعرے میں شرکت کے بارے میں لکھتے ہیں: فراق گورکھپوری کی خصوصی دعوت پر فیض الہ آباد آئے جس میں کئی نامور شعرا کے ہمراہ مخدوم محی الدین اور ساحر لدھیانوی بھی شریک تھے۔ مشاعرہ 5 مئی 1960ء کو شام میں شروع ہو چکا تھا۔ اسی دوران فیض صاحب اپنے دیرینہ رفیق شیکھر سرن بار ایٹ لا اور ان کی بیوی صادقہ سرن کے ساتھ تشریف لائے۔ فراق صاحب نے فیض صاحب کی شخصیت اور شاعری پر بھرپور طریقے سے روشنی ڈالی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ محبوب اللہ مجیب کہتے ہیں فراق صاحب کی وہ تقریر ٹیپ کرلی جاتی تو فیض فہمی میں ایک اضافہ ہوتا اور وہ اس تقریر کو مضمون میں من و عن لکھ کر محفوظ کر دیتے۔ ساحر لدھیانوی اور مخدوم محی الدین کے بعد لوگوں کے اصرار پر فیض کو بلایا گیا۔ فیض صاحب مسکراتے ہوئے اٹھے اور اپنی دھیمی اور کومل آواز میں شعر سنائے۔ انہوں نے اس مشاعرے میں جو غزل سنائی وہ بالکل تازہ تھی، اس غزل کو میں نے محفوظ کر کے اس پر ان کے دستخط بھی لے لیے۔ ان کی اس غزل کی اہمیت اس لیے بھی اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے پہلی بار انہوں نے ہمارے مشاعرے میں پڑھا۔ اس کے بعد یہ رسالوں میں شائع ہوئی۔

ترے غم کو جاں کی تلاش تھی، ترے جاں نثار چلے گئے
تری رہ میں کرتے تھے سر طلب، سرِ رہ گزار چلے گئے
تری کج ادائی سے ہار کے شبِ انتظار چلی گئی
مرے ضبطِ حال سے روٹھ کے مرے غم گسار چلے گئے
نہ سوالِ وصل، نہ عرضِ غم، نہ حکایتیں، نہ شکایتیں
ترے عہد میں دلِ زار کے سبھی اختیار چلے گئے
یہ ہمیں تھے جن کے لباس پر سرِ رہ سیاہی لکھی گئی
یہی داغ تھے جو سجا کے ہم سرِ بزمِ یار چلے گئے
نہ رہا جنونِ رخِ وفا، یہ رسن یہ دار کرو گے کیا
جنہیں جرمِ عشق پہ ناز تھا، وہ گناہ گار چلے گئے

اس کے بعد فیض صاحب سے لگاتار فرمائشیں ہوئیں اور انہوں نے اپنے سننے والوں کو مایوس نہیں کیا۔ فرمائشی کلام سنایا اور خوب داد حاصل کی۔ الہ آباد کا یہ مشاعرہ بڑی کامیابی سے رات گئے ختم ہوا، دوسرے دن فراق صاحب کے دولت کدے پر فیض صاحب اور دیگر شعرائے کو چائے پر مدعو کیا گیا۔ فیض صاحب نے وہاں جو بات کہی تھی وہ آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے: "الہ آباد کا یہ مشاعرہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔" فیض صاحب نے بڑے خلوص کے ساتھ فرمایا تھا، ہو سکتا ہے فیض کو الہ آباد کا یہ مشاعرہ زندگی بھر یاد نہ رہے لیکن ہم لوگوں کو یہ مشاعرہ یقیناً زندگی بھر یاد رہے گا کیونکہ اتنا کامیاب اور تاریخ ساز مشاعرہ الہ آباد کی ادبی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

ڈاکٹر حامد اللہ ندوی نے "فیض بمبئی میں" لکھ کر فیض کے بمبئی کے مشاعرے اور حیدرآباد دکن کے مشاعرے کی روداد لکھی ہے۔ مسز کلثوم سایانی کی درخواست پر فیض 1968ء میں بمبئی، دہلی اور حیدرآباد آئے۔ یہ وہ دن تھے جب 1965ء کی دوسری کشمیر جھڑپ نے دونوں ملکوں کے تعلقات نہایت ہی کشیدہ کر دیئے تھے۔ چنانچہ سردار جعفری کے مشورے سے مسز کلثوم سایانی نے فیض کو مشاعرے کی دعوت دی۔
اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ فیض کو پہلا دعوت نامہ ملا اور انہوں نے ہندوستان جانے کی اجازت طلب کی تو حکومت وقت نے انکار کر دیا جس پر فیض نے مسز سایانی کو مطلع کر دیا اور معذرت چاہ لی۔ مسز سایانی نے اس کے بعد مسز اندرا گاندھی سے رابطہ قائم کیا اور انہوں نے "ہاٹ لائن" پر ایوب خان صاحب سے فرمائش کی کہ فیض کو ہندوستان بھیجا جائے۔ ایک رات کوئی گیارہ بجے اس وقت کے کمشنر نے ٹیلی فون کیا اور کہا کہ آپ فوراً ایئر پورٹ پہنچ جائیں، آپ کو بمبئی جانا ہے۔ فیض نے کہا میرے پاس نہ تو ویزا ہے نہ پی فارم اور نہ ٹکٹ۔ کمشنر نے جواب دیا آپ کوئی فکر نہ کریں ایئر پورٹ پر سب کچھ مل جائے گا، چنانچہ فیض چلے گئے، نہ صرف بمبئی گئے بلکہ بمبئی سے مخدوم محی الدین کسی ویزا وغیرہ کے بغیر حیدرآباد دکن لے گئے، جہاں ایک زبردست مشاعرہ کیا گیا جس کے متعلق فیض کہتے ہیں: "شعر سننے سنانے کا جو لطف حیدرآباد میں آیا کہیں اور نہیں آیا۔"
ہم یہاں ڈاکٹر حامد اللہ ندوی کے مضمون سے اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فیض نہ صرف ایک کامیاب شاعر تھے بلکہ ایک عمدہ جرنلسٹ، ماہر تعلیمات، سیاسی اور ثقافتی ہر دل عزیز شخصیت کے حامل تھے۔ ہم نے کئی تصاویر انہی جلسوں سے مربوط فیض فہمی، فیض شناسی اور دیگر کتب میں لگائی ہیں جو مختلف اوراق میں بکھری پڑی ہیں۔ سردار کا مشورہ درست تھا۔ فیض کی آمد فیضانِ عام کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ ہندوستان بھر سے ادیب اور شاعر کھنچ کھنچ کر بمبئی چلے آئے۔ صابر صدیقی پولی ٹیکنیک گراؤنڈ فیض کے پرستاروں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ سردار آئے، ناصر آئے، اعجاز آئے، وجد آئے، جاں نثار اختر آئے، مجروح آئے اور نہ جانے بمبئی اور

بیرون بمبئی کے کتنا شاعر اور ادیب وہاں جمع ہو گئے۔ فضا خاموش تھی اور مجمع گوش بر آواز۔ مشاعرہ صدارتی تقریر سے شروع ہوا۔ اناؤنسر کے فرائض وحید نے انجام دیے۔ ایک کے بعد ایک شاعر آتا اور اپنے نوائے سروش سے مجمع کو مسحور کر جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب رات کافی گزر چکی اور راستے سنسان ہو گئے، تو فیض کا نام پکارا گیا اور لوگ اپنی اپنی کرسیوں پر سراپا گوش ہو کر بیٹھ گئے۔

فیض مائیک پر آئے مختصر الفاظ میں اپنے ہندوستان آنے اور دوستوں سے مل کر خوش ہونے کا تذکرہ کیا اور فرمائشی کلام سنانے لگے۔

پھر کوئی آیا دل زار نہیں کوئی نہیں
راہرو ہوگا، کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات، بکھرنے لگا تاروں کا غبار
لڑکھڑانے لگے ایوانوں میں خوابیدہ چراغ
سو گئی راستہ تک تک کے ہر اک راہگزار
اجنبی خاک نے دھندلا دیے قدموں کے سراغ
گل کرو شمعیں، بڑھا دو مے و مینا و ایاغ
اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

جونہی فیض نے اپنی نظم ختم کی، ہر طرف شور ہوا "مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ" "مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ" پھر فضا فیض کی مدہم آواز میں گونجی:

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ

میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے؟
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

تو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے

فیض جس قدر سناتے تھے فرمائشیں اتنی ہی بڑھتی جاتی تھیں یہاں تک کہ رات کے دو بج گئے، مائیک کے استعمال پر پابندی تھی، چارو ناچار مشاعرہ ختم کرنا پڑا، سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی، لیکن مشاعرے کی گرمی اور فیض کی خوشی میں لوگ یہ بھول چکے تھے کہ جاڑے کی راتیں ہیں اور وہ ایک خوشگوار یاد اپنے دلوں میں لے کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چل پڑے۔ بمبئی میں فیض کی آمد اور مشاعرے کی کامیابی کا ہر طرف چرچا تھا، ہوسٹل کے طلبہ اور منتظمین کو بھی خوشی ہوئی کہ فیض کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ فیض اپنے دوستوں اور چاہنے والوں سے ملنے کے لیے ہوسٹل آنے پر تیار ہو گئے، دوسرے دن صبح گیارہ بجے ہوسٹل میں ایک ادبی نشست کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر ہوسٹل کے طلبہ کے علاوہ باہر کے بھی بہت سے شاعر اور ادیب وہاں جمع ہوگئے، جن میں باقر مہدی، ندا فاضلی، بشر نواز، احمد انصاری اور محمود چھاپڑا وغیرہ پیش پیش بھی تھے۔

ان دنوں بمبئی میں جدید ادب اور جدید شاعری کی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ باقر مہدی اور ندا فاضلی اس کے علمبردار تھے، اور جہاں یہ دونوں پہنچ جاتے وہاں زیادہ تر جدید شاعری اور جدید ادب کی بحث چل پڑتی تھی اس نشست میں بھی یہی ہوا، باقر مہدی اور ندا فاضلی نے اپنا پسندیدہ موضوع چھیڑ دیا وہ اکثر فیض کے جواب کا انتظار بھی نہ کرتے تھے، بلکہ خود ہی سوال کرتے اور خود ہی جواب بھی دے لیتے تھے۔ اس طرح بارہ بج گئے، فیض کو بھی جانا تھا، ہوسٹل کے نگران جناب اشتیاق نے شکریہ ادا کیا، گروپ فوٹو لیے گئے اور محفل برخواست ہوگئی۔ انہی دنوں دعوت پر فیض مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سنٹر آئے، یہ ادارہ ادبی اور سماجی سے زیادہ تعلیمی تھا، زیادہ تعداد شریک ہونے والوں کی اساتذہ اور طلبہ کی تھی، بعض مقامی اخبارات کے نامہ نگار بھی شریک ہوئے۔ ان دوستوں نے فیض کو ایک ہر دلعزیز شاعر اور ادیب کے علاوہ ایک مشہور کالج کے پرنسپل کے روپ میں دیکھا، اس لیے ان کے سوالات بھی زیادہ تر معیار تعلیم، ذریعہ تعلیم، طلبہ کی بے چینی اور پاکستان میں اردو اور بنگلہ کی رسہ کشی سے متعلق تھے، یہ سارے سوالات سر تا سر تعلیمی اور لسانی تھے اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ فیض کے سامنے رکھے گئے، فیض نے بھی اپنی ٹھنڈی آواز میں بڑے سلجھے ہوئے طریقے پر ایک ایک سوال کا جواب دیا، وہ تعلیم کے ناقص نظام اور اس کے گرتے ہوئے معیار پر متاسف تو ضرور تھے، مگر طلبہ کے شاندار مستقبل پر انہیں پورا یقین تھا۔ اردو بنگلہ تعلقات کے بارے میں بھی وہ پُر امید تھے، ان کا خیال تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ زخم بھی بھر جائیں گے اور دونوں زبانوں کو پاکستان میں پھلنے پھولنے کا پورا پورا موقع ملے گا۔ ایک دوست نے تعلیمات سے ہٹ کر ان شعرا کا نام ان سے پوچھ لیا جن سے وہ متاثر تھے، فیض نے بلا جھجک حافظ، غالب، اور اقبال کا نام لے دیا، اور پھر انھوں نے اپنی چند مشہور نظموں کے بعض خاص خاص شعر سنا کر بتایا کہ ان میں حافظ کا خیال، غالب کی ترکیبیں اور اقبال کا جذبہ کس طرح بول رہا ہے۔ وقت ختم ہونے کو آیا تھا، ایک دوست نے درخواست کی کہ اس یادگار نشست کا خاتمہ فیض کی کسی یادگار نظم پر ہونا چاہیے، فیض نے بخوشی اس کو منظور کر لیا۔

تم آئے ہو نہ شب انتظار گزری ہے — تلاش میں ہے سحر بار بار گزری ہے
ہوئی ہے حضرت ناصح سے گفتگو جس شب — وہ شب ضرور سر کوئے یار گزری ہے
وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا — وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے
نہ گل کھلے ہیں نہ ان سے ملے نہ مے پی ہے — عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے
چمن پہ غارت گلچیں سے جانے کیا گزری — قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے

یہ خوش گوار نشست ٹھیک ایک بجے ختم ہوئی۔ انہی دنوں میں فیض دو دن کے لیے دلی چلے گئے جب واپس آئے تو فلمی دنیا والوں نے انہیں گھیرا اور رات کے دس بجے انڈین مرچنٹس چیمبر کے خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ ہال میں ایک مخصوص اور چھوٹی سی شعری نشست کا اہتمام کیا گیا، فلمی دنیا کے بہت سے جگمگاتے ستارے وہاں موجود تھے، فلمی دنیا کے علاوہ بھی قرۃ العین حیدر، واجدہ تبسم، عصمت چغتائی، جاں نثار اختر جیسے نہ معلوم کتنے اور ادیب اور شاعر وہاں جمع ہو گئے تھے، سردار جعفری نے صدارت کے فرائض انجام دیے، مینا کماری سردار اور فیض کے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھیں، خاموش، چپ چپ، حاضرین کی نظریں یا تو فیض کی طرف اٹھتیں یا مینا کماری کی طرف، ایک طرف ادب تھا، دوسری طرف حسن، دونوں کی موجودگی نے محفل کو بے مثال کشش بنا دیا تھا۔

سردار نے اپنی مختصر سی تعارفی تقریر کے بعد مشاعرے کا آغاز کیا اور شعرا اپنا کلام سنانے لگے، باری باری شہ نشین پر شاعر آتے اور اپنی پسندیدہ نظم سنا جاتے تھے نظمیں تو سب کی اچھی تھیں لیکن جاں نثار اختر کو سب سے زیادہ پسند کیا گیا، جب انھوں نے اپنی پسندیدہ نظم "سایے" اپنے مخصوص والہانہ انداز میں سنانا شروع کیا تو ایک سماں سا بندھ گیا۔ جب سارے شعرا سنا چکے تو سردار نے فیض سے درخواست کی کہ حاضرین

اب آپ کو سننے کے لیے بے چین ہیں، انہیں اور انتظار سے رکھنا اچھا نہیں، اسٹیج بلند تھا اور مجلس مختصر، فیض نے بیٹھ کر ہی اپنی مخصوص آواز میں اپنا کلام سنانا شروع کیا۔

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے — وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں — تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
اک فرصتِ گناہ ملی وہ بھی چار دن — دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے
دنیا نے تیری یاد سے بے گانہ کردیا — تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے
بھولے سے مسکرا تو دیے تھے وہ آج فیض — مت پوچھ ولولے دلِ ناکردہ کار کے

آخری شعر پر مینا کماری کا سکوت ٹوٹا، لب ہلے، گلاب اور سرخ ہوگیا۔

☆ 2 جون 1970ء کو نیشنل بک ٹرسٹ کی جانب سے منعقد کیے گئے رائٹرز کیمپ میں شرکت کے لیے فیض ٹیپو سلطان کے مزار پر تشریف لائے، اس اہم اجلاس میں جس میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے شعرا اور ادبا موجود تھے، فیض صاحب نے ادیبوں کی ذمہ داریوں اور فرائض کے موضوع پر انگریزی میں تقریر کی جس کے وہ تمن نکات یہاں سلیم تمنائی کے مضمون "فیض بنگلور میں" سے پیش کیے جارہے ہیں۔

دنیا کے تمام ادیبوں اور شاعروں کو چاہے وہ کسی بھی علاقے کے ہوں چند عام بنیادی مسئلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، غریبی و امیری کا مسئلہ ہے، سیاسی اختلاف ہوں یا طبقاتی کشمکش، اچھے لوگوں اور قوم کے ہمدردوں کا رجحان ایک سا ہوتا ہے، ادیب و شاعر اپنے احساسات کا اظہار اس طرح کرسکتے ہیں کہ دوسرے ان احساسات میں شریک ہوسکیں، لیکن عام لوگ ایسا نہیں کرسکتے، اس حیثیت سے ادیب یا شاعر دوسروں سے مختلف ہے، ادب کا کچھ مقصد بھی ہوتا ہے، صرف لکھنے کی خاطر تو ادیب و شاعر نہیں لکھتے، پڑھنے والا بھی تو کوئی چاہیے، اس لیے ادب تخلیق کرتے وقت قاری کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس کے ساتھ ہی ادیب کے اپنے احساسات کا مکمل اظہار بھی ہونا چاہیے۔

اگر ادیب حقیقت پسند ہو تو وہ اپنے فطری جذبات و خیالات کو ادب میں پیش کرے گا، اس کے خیالات کا محرک اس کا ماحول ہوگا اور چونکہ قاری کا ماحول بھی کم و بیش وہی ہوگا جو ادیب کا ہے، اس لیے اس کے دل پر شاعر یا ادیب کے نظریات و خیالات بڑا گہرا اثر ڈالیں گے، کبھی قاری ادب کے ذریعے اپنے درد دل کی دوا پاسکتا ہے، کبھی اسے محض اپنا ایک ہمدرد پالیتا ہے، یا کم از کم اپنے اردگرد کی دنیا کی حقیقتوں سے واقف ہوتا ہے، بہر حال ہر طرح سے یہ بہتر ہے کہ ادب زندگی سے قریب تر ہو۔

ہمیں ان پرانی روایتوں کو بنیاد بنا کر ایک نئی عمارت بنانی چاہیے جو بالکل ہمارے موجودہ مزاج کے مطابق ہو اور اس کی پختگی کا باعث ہمارے آزمائے ہوئے تجربے ہی ہوں، ہمارا قدیم ادب بے مثال اور کلاسیکی ادب ہے لیکن وہ اپنے زمانے کی اقدار اور معیار کے مطابق تھا، انگریزوں کے یہاں دوران قیام میں ہمارے کلچر اور رہن سہن کا طریقہ بدلنے لگا تھا، ہم ان سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم نے اپنی تہذیب کی تمام اچھائیاں انگریزوں کی تہذیب پر قربان کردیں۔

ان کی تہذیب سے بھی ہم نے کوئی خاص مفید چیز نہیں لی۔ اس طرح ہمارے کلچر کے نام سے جو بھی ہمارے پاس رہ گیا اس میں نہ ہماری اپنی تہذیب کا کچھ اعلیٰ حصہ ہے نہ انگریزوں کی تہذیب کی کوئی اچھی خصوصیت۔ آزادی کے بعد دونوں ملک (پاک و ہند) اپنی تہذیب کی جڑیں مضبوط کرنے کی سوچ رہے ہیں، اور اپنا ناتا پھر اسی قدیم تہذیب سے جوڑنے کی کوشش کررہے ہیں لیکن زمانے کا تقاضا ہمیں اس تہذیب کا ہم آہنگ نہیں بنا سکتا، کیونکہ اب وہ پرانے دن واپس نہیں آسکتے، اس لیے ہماری آواز اور ہمارا ادب، ہمارے زمانے کے مطابق ہی ہو، یہ ضروری بھی ہے اور فطری بھی۔

یہ ضروری نہیں کہ عوام ادیب کے نظریات سے متفق ہوں یا سماج اس کے موافق ہو، لیکن ادیب کے قلم میں یہ اثر ضرور ہے کہ وہ لوگوں کو، اپنے معاصرین کو اپنا ہم خیال بنا سکتا ہے۔ وہ لوگوں کو نیک اور صحیح راستے پر چلنے کی تلقین کرسکتا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر ملک پست حالت میں ہے تو اس کی ذمہ داری ادیب پر نہیں آسکتی کیونکہ سماج کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ ادیب کی بات مانے یا نہ مانے۔

کوئی آدھ گھنٹے کی اس تقریر کے بعد مختلف زبانوں کے ادیبوں اور شاعروں نے ہندوستان اور خصوصاً پاکستان کے تعلق سے کئی سوالات کیے، جن کے فیض صاحب نے مختصر اور جامع جوابات دیے۔ یہ نشست بہ حسن و خوبی ختم ہوئی تو طے شدہ پروگرام کے مطابق رشید صاحب اور نیلوفر فیض صاحب کے ساتھ عازم سرنگاپٹم ہوئے۔

فیض صاحب اقبال ہی کی طرح متاثر نظر آرہے تھے، پوچھا سلطان کے تعلق سے ہندو بھائیوں کے تاثرات کیا ہیں؟ کہیں اورنگ زیب اور ایسے ہی دوسرے مسلمان بادشاہوں کی طرح سلطان ٹیپو کو برا تو نہیں سمجھتے؟

نیلوفر نے سلطان کی رواداری کے تاریخی قصے سنائے، سلطان نے مندروں کو مالا مال کیا۔ سلطان کے بخشے ہوئے زرخیز کھیت اور سونے چاندی کے برتن آج بھی موجود ہیں۔ (۱) بلا ناغہ ہر دن اور خصوصاً عرس شریف میں ہزاروں عقیدت مند (ہندو مسلم) زیارت کے لیے آتے ہیں، سلطان کی اس رواداری اور نیک سلوک نے سلطان کے بعد راجاؤں کو بھی روادار بنایا، اور ہندو بھائیوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ اقلیت کے ساتھ پیار و محبت کا سلوک کیا جائے۔ (۲) وہ سلطان کو شیر میسور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

فیض صاحب بے حد متاثر نظر آرہے تھے، فرمایا میں یہاں بہت متاثر ہوا ہوں۔

فیض نے پروفیسر حبیب النسا بیگم صدر شعبہ اردو کے گھر پر کچھ ادبی، سماجی اور ثقافتی سوالوں کا جواب دیا اور پھر اپنا کلام سنایا، فیض سے علامہ اقبال کے بارے میں جو سوالات کیے گئے جن کا فیض نے جواب دیا، یہ ہے:

محترم بزرگ فقیر سید وحید الدین مرحوم مصنف روزگار فقیر نے راقم کے نام ایک کرم نامے میں تحریر فرمایا تھا کہ حضرت اقبال سے متعلق ایک دستاویزی فلم آپ کی شرکت یا تعاون میں تیار کررہے ہیں، ان کے وصال کے بعد اس فلم کا کیا بنا؟ فیض صاحب نے جلا ہوا سگریٹ جھٹکتے ہوئے کہا فلم تو بنی، اعتراضات بھی ہوئے اور یہ فلم فقیر صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خاندان کے کس فرد کے حصے میں جائے گی اس کا ابھی تصفیہ نہیں ہوا۔ اب ہم نے قدم کے ساتھ بات بھی بڑھائی اور اپنی کتاب "داستان از دکن آورده ام" کا ذکر خیر کیا اور پوچھا: چودھری محمد حسین نے جنوبی ہند کا سفرنامہ لکھنا چاہا تھا، وہ ان کی زندگی میں اسے ترتیب دے سکے یا نہیں؟ فیض صاحب! اقبال کے اس شعر میں "حرفِ شیریں" سے کیا مطلب ہے؟

محمد بھی ترا جبریل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

فیض صاحب قبلہ نے سگریٹ کا کش لیا اور پوچھا: اس حرفِ شیریں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے اپنا پرانا سبق دہرایا جس سے نیاز فتح پوری، غلام السیدین، رشید احمد صدیقی، رفعت، جگن ناتھ آزاد وغیرہ متفق تھے۔ حضرت فیض نے مسکرا کر فرمایا: "جی ہاں! "حرفِ شیریں" سے مراد اقبال کا اپنا کلام ہی ہے۔

دعا

خبرنامہ

مغربی بنگال اردو اکیڈمی
WEST
BENGAL
URDU
ACADEMY

نذرِ فیض

مدھیہ پردیش اردو اکادمی بھوپال

سپاس نامہ، پوسٹر اور کلینڈر کی فراہمی کے لیے ہم برادرم محسن بھوپالی کے شکر گزار ہیں۔ (اصبا)

فیض کی نظم "یاد" کے بارے میں

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

سلامت اللہ خاں شعبۂ انگریزی مسلم یونیورسٹی

قرب اور بعد کی اسی کیفیت کو ڈون ( ) نے اپنی نظم ABSENCE میں اس طرح بیان کیا ہے۔

IN SOME CORNER OF MY BRAIN

THERE I EMBRACE AND THERE I KISS HER

AND SO ENJOY HER AND SO MISS HER

(۳) خس و خاک کا محاورہ یقیناً غلط ہے۔ معلوم نہیں ضرورت شعری کی بنا پر تبدیلیاں کس حد تک جائز ہیں لیکن جو بات فیض کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ "پہلو کے سمن اور گلاب" "دشت تنہائی" میں بھی کھلتے ہیں۔ حالانکہ محبوب کی دوری سے وہ گرد آلود، غبار آلود، یا دھندلے ہیں "خس و خاک تلے" سے مراد غبار آلود ہے، خاک سے یا خاک پر سمن اور گلاب کے اگنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۴) "پہلو کے سمن اور گلاب" پہ اعتراض ہے کہ یہ سمن اور گلاب کسی درخت اور باغ کے نہیں ہیں۔ یہ اعتراض انتہائی غیر شاعرانہ ہے۔ جواز کا مصرعہ ہے:

"لیکن ترے عارض کے گلاب اور زیادہ"

اگر عارض کے گلاب کھلتے ہیں اور مہک سکتے ہیں (یا اگر نظروں کے جام چھلک سکتے ہیں) تو محبوب کے پہلو کے سمن اور گلاب میں کیا برائی ہے؟ "گلستاں بکنار" بھی تو جسمانی طور پر ممکن ہے۔ محبوب کے نرم و نازک پہلو کو واضح کرنے کے لئے سمن اور گلاب کا استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) دوسرے بند میں بھی اسی قرب و بعد کے تسلسل کو قائم رکھا گیا ہے جو دراصل پوری نظم کی جان ہے۔ فیض کی نظریں خلا کو گھور رہی ہیں یا افق پر جمی ہوئی ہیں (جیسا کہ تنہائی میں اکثر ہوتا ہے) ان کا محبوب ان سے دور بھی ہے اور قریب بھی یعنی جسمانی طور پر تو وہ دور ہے لیکن شاعر کے تخیل میں وہ اس سے بہت قریب ہے محبوب کے معطر سانس کی آنچ اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کا اظہار "حبیب عنبر دست" میں فیض نے اس طرح کیا ہے

ابھی ابھی کوئی گزرا ہے گل بدن گویا
کہیں قریب سے گیسو بدوش، غنچہ بدست

لیکن اس قرب کے باوجود شاعر کے تخیل میں کہیں دور دراز افق پر وہ آنکھیں ہیں یا محبوب کی وہ نظر ہے جس سے دل میں ٹھنڈک پڑتی ہے۔ اس ٹھنڈک یا سکون کو فیض دلدار نظر کی شبنم کہتے ہیں (جو ظاہر ہے قطرہ قطرہ ہی گرتی ہے) اگر آنکھوں سے جام پلائے جا سکتے ہیں تو آنکھوں سے سکون کی شبنم بھی گر سکتی ہے۔

فیض کی نظم "ملاقات" کے ان مصرعوں پر

بہت سیہ ہے یہ رات لیکن
. . . .
اسی کے سائے میں نور گر ہے
وہ موج نور جو تری نظر ہے

تبصرہ کرتے ہوئے آثر لکھنوی جیسے زبان داں اور CLASSICIST نے فیض کی "انوکھی لیکن پیاری" زبان کی داد دی ہے۔

(۶) آخری بند میں جھوٹی تسلی یا تسکین کی طرف اشارہ ہے۔ دل کے رخسار پر ہاتھ رکھنا غیر مانوس سہی لیکن کم از کم اس سے اس تسکین کا اظہار ہوجاتا ہے جو محبوب کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا کر یا رخسار سے لگا کر حاصل ہوتی ہے (یہ تجربہ صرف فیض ہی کا نہیں ہے) فراق کی تنہائی میں "یاد کے ہاتھ" ایسے لگے ہیں جیسے جدائی سے پہلے محبوب کے ہاتھ تھے۔ اس طرح حاصل کی ہوئی تسکین سے صبح فراق پر یعنی اس فراق پر جس کی تقریباً تمام مدت ابھی باقی ہے (وصل کی شب کا دھوکا ہوتا ہے وہ شب ابھی آئی نہیں ہے (یوں گماں ہوتا ہے) لیکن محبوب کی یاد نے جدائی اور تنہائی کے گرانبار لمحات کی تلخی ضرور کم کردی ہے۔

فیض کی نظم یادو کے بارے میں

محمد شمس الدین تاباں

میں جناب سلامت اللہ خاں صاحب کے ارشادات (۸۔ نومبر ۷۶ء "ہماری زبان") کے سلسلے میں عرض کروں گا کہ زیر بحث اعتراضات میں نے ذاتی استفادہ کے لئے حضرت مترجم کی خدمت میں روانہ کئے تھے۔ اس لئے ان کی "گرہ کشی" یا "غلط جذبے کے تحت" مذاق و تمسخر کرنے کی ذمہ داری سے بری ہوں بلکہ آج کل کی ادبی بے راہ روی پر میری "تلخ نوائی" "دل میں درد سا" ہونے کی غماز تھی اور بس۔ زیر بحث خط بھی میں اساتذہ سے استفادہ اور پھر طالب علمانہ حیثیت میں خود عجز علمی کا اعتراف ہے اس لئے "خام تنقیدی شعور" کی پوری پوری ذمہ داری مجھے بسرو چشم قبول ہے۔

نفس معاملہ میں آپ نے بجا فرمایا کہ آج کل کے اکثر شاعروں میں فیض ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں یقیناً ان کے کلام میں فکر انگیز اشاریت بھی ہے اور تخیل کی لطافت بھی لیکن "بیان کی خودجبلی" اور "ٹھہراؤ" کے بارے میں ذرا تفصیلی معلومات موجب منت ہونگے۔

کلام کی خصوصیات میں دیگر محاسن کے علاوہ سلاست روانی چستی اور بے ساختگی کا ذکر پڑھا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے لیکن "بیان کی خودجبلی" اور "ٹھہراؤ" کا اندازہ اور اس کی حسن و خوبی کا ادراک آج تک نہ کر سکا۔ بڑا کرم ہوگا اگر ازراہ علم نوازی اس سلسلے میں موقع نہ ہو تو کسی وقت علیحدہ مضمون کی صورت میں مثالوں کی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی جائے تاکہ استفادہ عام کا موقع بھی نکل آئے۔

(۱) میں آپ سے غور کرنے کی درخواست کروں گا کہ سایہ جسم ہی کا ہوتا ہے۔ خواب و خیال کا تعلق بھی جسم و صورت ہی سے ہے۔ چاہے جسم مرئی ہو یا تصوراتی اس لئے خواب و خیال کی پرچھائیاں درست قرار پاتی ہیں۔ چونکہ آواز کی کوئی شکل و صورت مرئی یا غیر مرئی متعین نہیں نیز آواز سنی جاتی اور سایہ دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے "آواز کے سائے" کی ترکیب اٹکل و نامناسب ہی قرار پاتی ہے۔ یوں تو ہم ہنسی آفرینی اور مطلب فہمی کے لئے بچوں کی غوں غوں اور پرندوں کے چہچہے سن کر بھی کچھ نہ کچھ ان کے مقصد و مطلب کو سمجھ جاتے ہیں لیکن زبان و ادب میں الفاظ اپنے معنوی یا مرادی مفہوم کے حامل و ذاتی الضمیر کے مظہر ہونے چاہئیں۔

جو آواز تخیل میں گونجتی ہے وہ دیدۂ سر سے دیکھی جاتی ہے اور نہ نگاہ و بصر ہی سے اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ تخیلی آوازیں، بھولے بسرے گیتوں کی موسیقی، دور زنداں کا لب و لہجہ اور ضمیر کی آواز کا واسطہ بھی نہ بصارت سے ہے نہ بصیرت سے بلکہ ان کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ محسوس کی جاتی ہیں۔ آواز کی گونج، آہٹ اور کانوں میں رس پڑنے سے بھی "آواز کے سائے" یا اس کی دید ثابت نہیں اس لئے آواز کے سائے اور ان کا وحشت تنہائی میں لرزاں نظر آنا بے معنی و مہمل ہی رہا۔ حضرت جگر نے اس شعر سے

وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی
وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی

میں بھی نہ آہٹ کو دکھایا ہے اور نہ آہٹ سے آواز کے سائے کی طرف خفیف سا اشارہ ہی ملتا ہے بلکہ لفظ پہچاننے کا استعمال کرکے کمال استادی کا ثبوت دیا ہے "پہچاننا" دیکھنے اور سننے کا جاتا ہے۔ اس مثال سے بھی آپ کے ثبوت دید آواز کی بجائے یہ دعوئے احساس و ادراک کی دلیل فراہم ہوتی ہے۔

(۲) "سراب" کے معنی فریب نظر کے ہیں یا فریب منظر کے ذرا اس کا تعین ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ آپ فریب نظر فرماتے ہیں اور وضاحت کی جاتی ہے کہ "وہ بظاہر وجود ہوتے ہوئے بھی حقیقتاً وجود نہ ہو" یعنی (وہ ہوتے ہوئے بھی نہیں) لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے یعنی فی الواقعی وجود نہ ہو اور بظاہر ہونے کا دھوکا دے، چنانچہ لغات کشوری کے الفاظ بجنسہ نقل ذیل ہیں "آنچہ در ایام گرما از تابش آفتاب ریگ صحرا از دور چون آب نماید درخشد جناب نیز ہم چنیں می نماید" (از منتخب و لطائف و بہار عجم و صراح) (یا وہ چمکتا ریت جو دھوپ میں اور کبھی چاندنی میں بھی دور سے مثل بہتے ہوئے پانی کے معلوم دے)
(کشوری)

(باقی آئندہ)

فیض کی نظم "یاد" کے بارے میں

(بہ سلسلہ گزشتہ)

محمد شمس الدین تاباں حیدرآباد دکن

میں نے "ہونٹوں کے سراب" کو بہ وقت معنی دینے کے لئے فریب نظر اور فریب منظر سے صرف نظر کرکے یہ عرض کیا تھا کہ "اگر سراب کے معنی مجملاً فریب بھی کر لئے جائیں تو بھی بات نہیں بنتی۔ بہرحال ہونٹوں کے سراب پر بھی غور ہی کرنا پڑے گا۔ مگر ہاں ان دونوں ترکیبوں پر بحث کو اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ شاعر آواز کے سراب اور ہونٹوں کے سائے کہنا چاہتا تھا لیکن وزن شعر نے اس کی سہولت نہ دی تو "آواز کے سائے" اور "ہونٹوں کے سراب" نظم کرکے گلوخلاصی حاصل کر لی کیا یہ درست نہیں؟

فاضل جواب نگار مجھے معاف فرمائیں اگر حضرت فیض کے محولہ چار مصرعوں پر بھی غور و فکر کے لئے عرض کروں گو پوری نظم پیش نظر نہیں۔

مصرع اول میں "ہم" بطور جمع تعظیمی نہیں بلکہ بطریق جمع متکلم استعمال ہوا ہے جو سولیوں کے بر صیغہ جمع ہونے سے ثابت ہے اور محبوب کے واحد حاضر کے صیغہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔

گویا محبوب ایک اور اس کے پرستاران و وارفتگان دار کی طرف سے شاعر گویا ہے کہ ایسے بُرے وقت بھی ہم سبھوں نے تجھے فراموش نہیں کیا اس طرح ان سب کا محبوب یا تو محبوبۂ وطن ہے یا مقصود کی دیوی ورنہ سوچئے بات کتنی مضحکہ خیز ہو جاتی ہے کہ ایک کے ہونٹوں کے سامنے کئی ایک کے لب اور ان سب کا ترجمان ایک شاعر کہتا ہے کہ:

سولیوں پر ہمارے لبوں سے پرے
تیرے ہونٹوں کی لالی لپکتی رہی
تیرے ہاتھوں کی چاندی دمکتی رہی
تیرے زلفوں کی مستی برستی رہی

پھر آگے چلئے مصرع اول میں لبوں سے پرے میں "پرے" تو وہی "ورے" الٹی پار والی بات ہوئی۔ لبوں کے قریب، لبوں کے آگے، لبوں کے سامنے کی بجائے لبوں کے پرے سے شاعر آخر کیا خاص بات کہنا چاہتا ہے؟

دوسرے مصرعے میں "لالی لپکتی رہی" میں لالی کا لپکنا بھی قابل غور ہے۔ لپکنے میں جہندگی اور کودنے کی کیفیت پائی جاتی ہے جیسے کوندے کا لپکنا وغیرہ اس طرح لالی کے لئے لپکنے کا فعل نہ صرف خلاف محاورہ بلکہ بے سلیقگی سے بھی استعمال ہوا ہے۔ تیسرے مصرعے میں "دمکتی" کی مناسبت سے چمکتی کا لفظ استعمال کیا جاتا یا پھر تیرے ہونٹوں کی لالی دمکتی رہی۔ تیرے ہاتھوں کی چاندی چمکتی رہی مناسب ہوتا۔ علاوہ ازیں مصرع اول کے "ہمارے لب" مصرع دوم کے "تیرے ہونٹوں" سے تو پیوست ہو سکتے ہیں لیکن مصرع سوم کی "ہاتھوں کی چاندی" اور مصرع چہارم کی "زلفوں کی مستی" سے "ہمارے لبوں" کو کس طرح چسپاں کیا جائے گا۔ غور طلب ہو جاتا ہے جبکہ ہمارے لبوں ہی کے پرے جہاں ہونٹوں کی لالی لپکتی رہی ہے وہاں ہاتھوں کی چاندی اور زلفوں کی مستی بھی دمکتی اور برستی رہتا ہے۔

کاش یہ نظارے "ہمارے لبوں کے پرے" ہونے کی جگہ ہماری یا میری آنکھوں کے سامنے پوری چمک دمک کے ساتھ ہوتے۔

یہ نظم ہے اور پہلے مصرعے کا تعلق تیسرے اور چوتھے مصرعے ہی سے اتنا غیر مربوط ......

آخر میں زبان انگریزی سے دی ہوئی سند پر اتنا عرض کروں گا کہ ہر زبان کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے اس کو جوں کا توں ہماری زبان میں منتقل کرنا مناسب نہ ہوگا۔ زبان اردو کو غیر زبانوں کے خصوصیات سے مالا مال کرنا بڑی محمود کوشش ہے مگر اس سے پہلے اپنی زبان اور جن زبانوں سے مل کر یہ وجود میں آئی ہے اور بجائے خود اس کا کیا مزاج ہے اس پر غور کرنا اور ان زبانوں پر کافی عبور حاصل کر لینا از بس ضروری ہے۔

؎ روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ

اس کے علاوہ میرا خیال ہے کہ جس طرح ہم لفظی اعتقاد (LITERAL BELIEF) اور شاعرانہ اعتقاد (POETIC BELIEF) میں امتیاز کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں شاعری میں کسی ترکیب یا فقرے کے لفظی اور شاعرانہ معنی کے فرق کو بھی سمجھنا چاہئے۔ ہمارا اعتقاد ایسی دوزخ پر ہو سکتا ہے جہاں واقعتاً شعلے ہوں اور جس میں گنہگار جسمانی طور پر جلیں اور یہ اعتقاد بھی ہو سکتا ہے کہ دوزخ روحانی یا جسمانی کرب و اذیت کا دوسرا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں اعتقادوں میں فرق ہے۔ اسی طرح بہت سے محاورے اور فقرے لفظی معنوں میں نہیں، بلکہ شاعرانہ معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو "نکہت بادِ بہاری" اٹھکیلیاں نہیں کر سکتی۔ "تارے آنکھیں نہیں جھپک سکتے" "چاند مسکرا نہیں سکتا وغیرہ" اور اگر شاعرانہ مفہوم کو نظر انداز کر دیا جائے تو "جانِ تمنا" "دیدۂ شوق" "یورشِ غم" "رہِ الفت" "بزمِ امکاں" وغیرہ کی ہزاروں ترکیبیں بے معنی معلوم ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر زمانے کے ہر اس شاعر پر اعتراضات کئے گئے ہیں اور کئے جائیں گے جنہوں نے مروجہ شعری بندش (POETIC DICTION) سے ہٹ کر اپنے لئے کوئی نئی راہ نکالی ہو۔ لیکن نئی راہیں ہمیشہ نکالی گئی ہیں اور نکالی جائیں گی۔ جدید انگریزی شاعری کے مشاہیر مثلاً "ٹی ایس ایلیٹ" نے کنگسٹیر کے (POETIC DICTION) سے بچنے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے اور ان پر اعتراضات بھی کئے گئے اور ایک حد تک یہ اعتراضات مفید بھی ہیں کیونکہ کسی زبان کی بقاء کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے الفاظ اور محاوروں کی صحت کی طرف خیال رکھا جائے۔ لیکن غیر ضروری نکتہ چینی سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس زبان کی نشوونما رک جائے یا کم از کم اس کی نشوونما کی رفتار کم ہو جائے اس لئے اس قسم کی نکتہ چینی میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ فیض کی نظم "یاد" کا جس طرح مذاق اڑایا گیا ہے وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ شاونزم CHAUVINISTIC ہے۔

٭ ۱۱۔ سوسائٹی کا ایک دیواری اردو اخبار پیامِ ادب ہے۔

طاہرہ پٹھان۔ کے خالد۔ عزت قاضی

انجمن ترقی اردو دلی کی طرف سے فیض احمد فیض کے اعزاز میں عصرانہ

ہمارا زبان
یکم جولائی ۱۹۸۰ء

نئی دہلی:۔ نئی دہلی کے ایک ہوٹل میں انجمن ترقی اردو دلی کی طرف سے پاکستان کے مشہور شاعر فیض احمد فیض کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا جس میں مقامی شعراء، ادباء، صحافی خصوصیت کے ساتھ شریک ہوئے۔

صدر انجمن ترقی اردو دلی پنڈت سندر لال نے معزز مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہندوستان میں ان کی آمد پر اظہار مسرت کیا اور امید ظاہر کی کہ ان کے اس دورہ سے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے میں مدد ملے گی۔

جناب فیض احمد فیض نے انجمن ترقی اردو اور ہندوستان میں اپنے دیگر دوستوں کا ان کے تئیں اظہار محبت کے لئے شکریہ ادا کیا اور بعد ازاں اپنا کلام سنا کر حاضرین کو محظوظ فرمایا تقریباً ایک گھنٹہ یہ محفل جاری رہی ہے اور انجمن ترقی اردو کے سکریٹری جناب تیار دہلی کی طرف سے شکریہ ادا کئے جانے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔

شرکاء حضرات میں حسب ذیل نام قابل ذکر ہیں۔ محترمہ بیگم عبیدہ سلطان، جناب مالک رام، جناب خوشتر گرامی، جناب ایس ایس زنگا، بیگم سلطانہ حیات اللہ، ڈاکٹر خلیق انجم، بیگم ذکیہ، محترمہ اختر آرا، پرکاش پنڈت، جناب دمر حسن نعیم، جناب گلزار دہلوی اور جناب عزیز وارثی۔

٭ سیاست

ہماری زبان ۲۲ اگست ۱۹۷۸ء

اردو دنیا

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو چنڈی گڑھ کی جانب سے فیض احمد فیض کے اعزاز میں تقریب

کلام فیض

فیض احمد فیض

سلسلہ: فیض احمد فیض

فیضؔ
یورپ میں
BBC

فیض پر اعتراضات کے جواب

محمد ایوب اولیا

رچرڈ ایلڈنگٹن اپنے ایک مضمون "دی آرٹ آف پوئٹری" میں فن شاعری پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے: "میں مسٹر فلنٹ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ سب سے پہلے جو خصوصیات ایک شاعر میں تلاش کرنی چاہئیں، وہ ہیں خلوص، شخصیت اور اسلوب—"

آگے چل کر مزید لکھتا ہے: "اسلوب بیان ذاتی سوچ بچار اور اظہار کا نام ہے، انتشار اور انفرادیت اس کے جلو میں ہوتے ہیں، خلوص کے بغیر شخصیت غارت ہو جاتی ہے، شخصیت کی عدم موجودگی سے اسلوب عنقا ہو جاتا ہے، اور ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ اگر اسلوب بیان نہیں ہے تو شخصیت اور خلوص دونوں کالعدم ہو جاتے ہیں۔"
مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ زندہ رہنے والی شاعری کے لیے تین بنیادی صفات خلوص، شخصیت اور اسلوب بیان مطلوب ہیں، اس میں سے کسی ایک صفت کا فقدان شعر و شاعری کے لیے انتہائی مہلک ہوگا، اور خود شاعر کے لیے نہایت ضرر رساں، ان اصول سہ گانہ کو معیار مقرر کر کے ہمیں فیض کی شاعری کا جائزہ لینا ہے کہ وہ کہاں تک ان پر پورا اترتی ہے، میرے خیال میں ان تین کسوٹیوں کے علاوہ شاید ہی کسی اور کی گنجائش نکلے۔

فیض کا دھیما دھیما لہجہ ان کے تمام کلام میں رواں دواں ملتا ہے، ان کا انداز گھن گرج سے بالکل معرا ہے، وہ سیدھے سادے الفاظ میں اپنے تجربات و محسوسات بیان کرتے ہیں، جس میں شاعرانہ چاشنی کی جھلک بدرجہ اتم ملتی ہے۔ وہ زندگی کے مسائل کو اپنے منفرد انداز فکر سے سوچتے ہیں اور اپنے مخصوص لہجے میں ادا کرتے ہیں۔ غم روزگار پر ہر شاعر نے کچھ نہ کچھ لکھا ہوگا، لیکن فیض نے اپنے اچھوتے فکر سے پٹے ہوئے موضوع کو نیا بانکپن اور جاں بخشی ہے جو فیض ہی کا حصہ ہے۔

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

فیض صدیوں پہلے کی بات نہیں کرتے، وہ زندگی کے نئے تقاضوں کو سمجھتے ہیں، وہ عوام کی سطح پر آ کر ان کا غم، دکھ درد محسوس کرتے ہیں، اپنی شخصیت سے ہم آہنگ کرتے ہیں اور شاعر کا ذاتی تجربہ، احساس تمام انسانوں کا مشترکہ مسئلہ بن کر سینۂ شاعر سے نکلتا ہے اور سارے زمانے کا درد فیض کے تیکھے انداز میں اسیر ہو کر آفاقی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، یہی فیض کی اعلیٰ صفت ہے جو ان کو دوسرے ہمعصروں سے ممتاز کرتی ہے، ان کی انفرادیت نے ایک نئے مکتبۂ فکر کی نیو رکھی ہے جس نے کئی پرانے ریاکار اور پر تکلف مکاتب فکر کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا ہے، کیا اس میں صحیح شاعری کی بنیادی ضرورتوں کا فقدان تھا، جنہیں رچرڈ شاعر کی خاص شخصیت و اسلوب نگارش سے موسوم کرتا ہے۔

خلوص کی فراوانی فیض کی شاعری میں اس لیے ہے کہ اس نے خود مصیبتیں جھیلی ہیں۔ آسکر وائلڈ کے قول کے مطابق تکالیف اور ابتلا میں انسان سب سے زیادہ حساس ہوتا ہے، اور فیض تو پھر ایک باشعور اور وجدانی فنکار ہے، جس نے دوسروں کی مشکلات کو اپنے اندر سمویا ہے، رقیق القلبی نے اس کے دل و دماغ کو صیقل کیا ہے اور ذہن و ادراک کی رسائی نے اس کو نیا اسلوب بیان دیا ہے جس نے اس کی شخصیت کو اجاگر کرنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

آج کل فیشن ہو گیا ہے کہ ہر معروف و مقبول شاعر پر بے معنی ولایعنی اعتراض وارد کر کے اس کی شہرت کو زک پہنچائی جائے، یہ اعتراضات بعض استاد قسم کے شعرا حضرات کی طرف سے کیے جاتے ہیں لیکن اعتراضات اتنے مہمل ہوتے ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہ معترض کوئی کالج کا طالب علم ہے جو ادب کے متعلق کوئی واضح نظریہ نہیں رکھتا۔

"نقادان فن" کے تختۂ مشق آج کل فیض صاحب ہیں، اعتراضات کی یلغار سے تو میر انیس مرحوم تنگ آ گئے تھے اور اس کا اظہار یوں کیا تھا۔

غلط یہ لفظ، وہ بندش بری، یہ مضمون سست
ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ چینوں کو

جب انیس مرحوم جیسا زبان دان اور مستند شاعر اپنے نکتہ چینوں سے پناہ مانگتا ہے تو بچارے فیض کس شمار قطار میں، پنجابی نژاد جو ٹھہرے۔

رسالہ "آج کل" کے ایڈیٹر جناب عرش ملسیانی نے فیض صاحب کے مجموعے "زنداں نامہ" پر تبصرہ لکھا ہے، ہمیں اعتراف ہے کہ عرش صاحب بڑے اچھے مدیر ہیں، شاعر بھی ہیں اور جناب جوش ملسیانی کے صاحبزادے ہیں جو اس دور کے اساتذہ کرام میں شمار ہوتے ہیں اور جنہیں استاد داغ کی شاگردی کا فخر بھی حاصل ہے اور وہ زبان کے معاملے میں بڑے محتاط ہیں۔

جناب عرش روایتی تعریف کے بعد اپنے مذکورہ جائزے میں فیض کے متعلق لکھتے ہیں، "اس خوش فکری اور خوش بیانی کے باوصف فیض اپنے منفرد لہجے میں بعض اوقات

زبان و بیان کی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے۔ یار لوگوں نے واہ واہ میں اتنا زور لگا دیا ہے کہ انہیں ان کی اس خامی سے آگاہ نہیں کیا، اس مجموعے میں مندرجہ ذیل اغلاط روزمرہ کے خلاف الفاظ و تراکیب سے فیضی کی قادر الکلامی پر حرف آتا ہے۔" اس کے بعد اعتراضات کی تفصیل ہے جو میں آگے چل کر نقل کروں گا۔
ان اعتراضات کو پڑھ کر مجھے بھی افسوس ہے کہ عرشی صاحب جیسے پڑھے لکھے شاعر نے اتنے معمولی اعتراض کیوں کیے۔ ان اعتراضات کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ عرشی صاحب نے غالباً اساتذہ کا کلام تک بالاستیعاب نہیں پڑھا، ورنہ انہیں ایسے فضول اعتراض کرنے کی تکلیف نہ کرنا پڑتی، جس سے ان کے مطالعے اور مبلغ علم کی قلعی کھل گئی ہے۔ ادیب الملک نواب سید نصیر حسین خیالؔ مرحوم نے کسی ایسے موقع کے لیے لکھا تھا۔

"تعلیم بڑھ گئی ہے اور علم گھٹ گیا ہے"

آیئے ذرا عرشی صاحب کے اعتراضوں کا جائزہ لیں اور ان کا جواب دینے کی بھی کوشش کریں:

۱۔ اعتراض

سب سے بڑا اعتراض عرشی صاحب کو یہ ہے کہ فیضی صاحب نے دوپہر (ہائے ہوز مفتوح) کو دوپہر (بہ سکون ہائے ہوز) باندھا ہے اور سند کے طور پر انیسؔ مرحوم کا یہ مصرع لکھا ہے:

وہ دوپہر کی دھوپ وہ گرمی وہ تاب و تب

جواب اعتراض

میں عرشی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اس مصرع سے یہ بات کس طرح اخذ کی جا سکتی ہے کہ دوپہر غلط ہے۔ منقولہ مصرع سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر انیسؔ نے دوپہر (بہ فتح ہائے ہوز) استعمال کیا ہے اور بس۔ اب فیضی صاحب کے حق میں اسناد سنیے۔ نظیر اکبرآبادی لکھتے ہیں:

جس بات پہ دوپہر سے ٹراتی ہے بڑھیا
یہ درد وہی جانے جو ہوجاتی ہے بڑھیا

———

جام نہ رکھ ساقیا شب ہے پڑی اور بھی
پہر جہاں کٹ گئے چار گھڑی اور بھی

———

صبح کا کرتا ہے وعدہ وہ تو پھر آتا ہے کب
دوسرے دن کا کہیں جب تیسرا پہر آئے ہے
(قوافی قہر، لہر، زہر وغیرہ)

———

کیا ابر کی گرمی میں گھڑی پہر ہے اوس
گرمی کے بڑھانے کی عجب لہر ہے اوس
پانی سے پپیہوں کی بڑی نہر ہے اوس
ہر باغ میں ہر دشت میں ہر شہر ہے اوس

ہوسکتا ہے یہاں عرشی صاحب پھر اعتراض کریں کہ اجی صاحب چھوڑیے نظیر اکبرآبادی کو۔۔۔۔ وہ تو عوامی شاعر تھا، اس کی زبان سند تھوڑی ہے، لیجیے نظیر اکبرآبادی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مرزا سودا کو لے لیجیے، وہ کلیات سوداؔ میں "مثنوی در ہجو میر ضاحک" میں لکھتے ہیں۔

جھوکھ کی جا نجھ گر رہے یک پہر
آوے پھر منڈیوں کے سر پہ قہر

یہاں پھر اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ تو متقدمین کی زبان ہے، سند کیسے ہوسکتی ہے، لیجیے متاخرین کو لیجیے، قلعہ معلی سے یہ آواز آرہی ہے، نواب مرزا داغ دہلوی اپنے مشہور شہر آشوب میں لکھتے ہیں:

جو تھی تو اجل کا کل کے زہر کی گرمی
جو تھی تو شعلہ عذران شہر کی گرمی
نہ دیکھیں جو نگہ خشم و قہر کی گرمی
اٹھائیں ہائے وہ جلتی دوپہر کی گرمی

(یاد رہے کہ فیضی صاحب کے اس شعر پر اعتراض تھا

سبزہ سبزہ، سوکھ رہی ہے پھیکی زرد دوپہر
دیواروں کو چاٹ رہا ہے تنہائی کا زہر)

۲۔ اعتراض

بھیگی ہے رات فیضی غزل ابتدا کرو
وقت سرود درد کا ہنگام ہی تو ہے

یہاں "غزل ابتدا کرو" کی جگہ "غزل شروع کرو" یا "غزل کی ابتدا کرو" ہونا چاہیے۔

جواب اعتراض:

غالباً عرشی صاحب نے کلیات میر بنظر غور نہیں پڑھا ورنہ انہیں یہ شعر ضرور یاد ہوتا۔

رات کھوئی تھی جس سے میر نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

اگر "کہانی ابتدا کی" ہوسکتی ہے تو "غزل ابتدا کرو" میں کیا مضائقہ ہے؟
ہاں عرشی صاحب یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ صاحب! فیضی صاحب کے شعر میں "کرو" یعنی فعل امر ہے جبکہ میر صاحب کے شعر میں "کی" یعنی فعل ماضی مطلق ہے تو یہ بات کیسے بنی، البتہ یہ اعتراض قابل غور ہوسکتا ہے۔

۳۔ اعتراض

مصرع: "تیرے دہن سے ہر اک لالہ و گلاب کا رنگ"
گلاب بمعنی گلاب کا پھول یا گل فارسی میں نہیں ملتا: "لالہ و گل" کی جگہ "لالہ و گلاب" کہنا غلط ہے۔

جواب اعتراض:

معلوم ہوتا ہے عرشی صاحب نے اساتذہ کرام کے دواوین تو کیا اپنے ہمعصر ادبا و شعرا کی تصنیفات بھی نہیں پڑھیں۔ پنڈت کیفی آنجہانی کی مشہور کتاب "منشورات" میں

ایک پورا مضمون ''گل گلاب'' پر لکھا گیا ہے، جس میں موصوف نے بالتفصیل اس مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے۔ عرش صاحب کے اعتراض کو ذہن میں رکھیے اور علامہ کیفی کی یہ رائے پڑھیے:

''مزید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایران کو اس بارے میں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہوا اور انہوں نے تشکر کی نظر سے اہل ہند کے اجتہاد کو قبول کر لیا، چنانچہ لغات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواص نے جسے ہم گلاب کہتے ہیں اسے ''گل گلاب'' بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

گل آتشی آن گل سرخ نیرنگ ست کہ در عرف ہند سدا گلاب خوانند واو ہمیشہ بشگفد د بصورت گل گلاب باشد''

اس ''گل گلاب'' کو ذہن میں رکھیے گا، لغت میں گلاب کے معنی اس طرح کیے گئے ہیں:

''گلاب، عرق گل سرخ کہ ترجمہ ماء الورد است واز برگ گلاب کہ بمعنی برگ گل مذکور گزشت مستفادی شود کہ مزید علیہ گل یا بمعنی گل بطریق مجاز بود''

صاحب چراغ ہدایت کا قول ہے:

گل گلاب: با اضافت نام گلے معروف کہ گلاب عرق الست''

صاحب بہار عجم لکھتے ہیں:

''گل گلاب: مرادف گل احمر کہ گزشت''
زخوے جمال بنی چوں گل گلاب شرست
شقائق از حسد بخت گل کباب شرست

(ملا طغرا)

غالباً فارسی کے متعلق تو عرش صاحب کی تسلی ہو گئی ہوگی، اب اردو میں اس کا استعمال سنیے، خواجہ آتش لکھتے ہیں۔

عطر گلاب مل کر حلقے میں یار بیٹھا
بلبل پکڑنے آئے صیاد انجمن میں

ظاہر ہے کہ خواجہ آتش مرحوم جیسا مستند شاعر اضافت کے ساتھ گلاب استعمال کر رہا ہے، تو گلاب بمعنی گلاب کا پھول فارسی میں جائز ٹھہرا۔ اں اگر (عطر گلاب) مرکب اضافی جائز ہو سکتا ہے تو مرکب عطفی (لالہ وگلاب) کیونکر غلط قرار دیا جا سکتا ہے؟؟

۴۔ اعتراض

خیر دوزخ میں مے ملے نہ ملے
شیخ صاحب سے جان تو چھوٹے گی

میں ''جان چھوٹے گی'' ہونا چاہیے۔

جوابِ اعتراض

اہل ذوق خود اندازہ لگا لیں کہ یہ اعتراض کتنا بے معنی ہے۔ بہ اضافت ''جان تو چھوٹے گی'' وہ عرش صاحب کی اصلاح ''جان چھوٹے گی'' میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے، یہاں پنڈت کیفی کا یہ فقرہ کتنا صادق آتا ہے۔

''ہر عروضی اچھا شاعر اور ہر صرفی اچھا ادیب نہیں ہوتا۔''

۵۔ اعتراض

رواور لو کے ساتھ (کہ دو) کا قافیہ۔ یہ قافیہ غلط ہے۔

جوابِ اعتراض

مرزا سودا کے یہ دو شعر ملاحظہ فرمایئے۔

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا
ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے
اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا؟

اگر طور اور شور کا قافیہ سودا کے نزدیک جائز ہو سکتا ہے تو رواور دو کے قافیہ میں کیا قباحت ہے؟

ایک اور استاد کا شعر پیش خدمت ہے۔

رحم کے قابل ہے ظالم حال اس نخچیر کا
جلد چھوڑ اک ہاتھ کب ہنگام ہے اب دیر کا

۶۔ اعتراض

''ہم ہی غافل تھے کہ آتی ہی نہیں عید اب کے''

''ہمیں'' ہونا چاہیے، ''ہم ہی'' نہیں

جوابِ اعتراض

میں ایک بار پھر عرش صاحب کی توجہ میرؔ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ فرماتے ہیں۔

کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

میرؔ صاحب کے شعر میں بھی اصلاح دے دیجیے عرش صاحب! اور دوسرے مصرعے میں ''ہم ہی'' کی جگہ ''ہمیں'' کر دیجیے۔

۷۔ اعتراض

کچھ خستوں کی خلوت میں کچھ واعظ کے گھر جاتی ہے
ہم بادہ کشوں کے حصے کی اب جام میں کم تر جاتی ہے

دوسرے مصرعے میں ''جاتی ہے'' کا محل نہیں، ''آتی ہے'' کا محل ہے۔

جوابِ اعتراض:

اس شعر کا لطف حاصل کرنے کے لیے فہم سلیم اور ذہن رسا درکار ہے۔ کج بحثی پر اگر کوئی اتر آئے تو اس کا کیا علاج!

عرش صاحب! آنے جانے میں رہیں، لوگ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔

اسی طرح کے اور بھی عامیانہ اعتراض موصوف نے کیے ہیں۔

جن کا جواب آسانی سے دیا جا سکتا ہے، مگر طوالت کے ڈر سے نقل نہیں کیے جا رہے۔
قارئین کرام کو نمونتاً چند اعتراضات اور جواب پیش کر دیے ہیں تاکہ وہ خود اندازہ لگا سکیں کہ معترض کے اعتراضات کس قدر فرسودہ اور دقیانوسی ہیں۔ فیض صاحب بلحاظ شاعر اتنے اونچے مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ ان پر ایسے معمولی اعتراض کچھ جچتے نہیں جو نہ وزنی ہوں اور نہ معقول۔
عرشی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ریاضی اور شاعری میں کافی فرق ہے اور شاعری کو ریاضی کے اصولوں سے نہیں ناپنا چاہیے ورنہ شاعری ختربود ہو جائے گی۔
متذکرہ بالا اعتراضات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرشی صاحب چاہتے ہیں کہ فیض صاحب اپنے اشعار میں جو الفاظ اور محاورے استعمال کرتے ہیں، اس کی اسناد دیوان کے حاشیے میں نقل کرتے جائیں تاکہ عرشی صاحب جیسے بالغ نظر نقادوں کو سہولت ہو اور وہ اعتراض کرنے سے پہلے ایک دفعہ سوچ تو لیں۔ ان کی یہ خواہش فیض صاحب تک پہنچا دی جائے گی لیکن فیض صاحب اگر ایسا کرتے تو ان کے دواوین کی ضخامت موجودہ ضخامت سے کہیں مختلف ہوتی۔
آخر میں فیض صاحب کی تصنیف "دستِ صبا" کے ابتدائیہ سے ایک اقتباس نقل کر کے اجازت چاہوں گا۔
"نظامِ زندگی کسی حوض کا ٹھہرا ہوا، سنگ بستہ مقید پانی نہیں ہے، جسے تماشائی کی ایک غلط انداز نگاہ احاطہ کر سکے۔ دور دراز اور مشکل دشوار گزار پہاڑیوں میں برفیں پگھلتی ہیں، چشمے ابلتے ہیں، ندی نالے پتھروں کو چیر کر، چٹانوں کو کاٹ کر آپس میں ہمکنار ہوتے ہیں اور پھر یہ پانی گھٹتا بڑھتا، وادیوں جنگلوں اور میدانوں میں سمٹتا اور پھیلتا جاتا ہے، جس دیدۂ بینا نے انسانی تاریخ میں یم زندگی کے یہ نقوش و مراحل نہیں دیکھے، اس نے دجلہ کا کیا دیکھا ہے، پھر شاعر کی نگاہ ان گزشتہ اور حالیہ مقامات تک پہنچ بھی گئی لیکن منقار شی میں نطق و لب نے یاوری نہ کی یا اگلی منزل تک پہنچنے کے لیے جسم و جان، جہد و طلب پر راضی نہ ہوئے تو بھی شاعر اپنے فن سے پوری طرح سرخرو نہیں ہے۔
فن اس زندگی کا ایک جزو اور فنی جدوجہد اسی جدوجہد کا ایک پہلو ہے۔ یہ تقاضا ہمیشہ قائم رہتا ہے اس لیے طالبِ فن کے مجاہدے کا کوئی نروان نہیں، اس کا فن ایک دائمی کوشش ہے اور مستقل کاوش۔ اس کوشش میں کامرانی یا ناکامی تو اپنی اپنی توفیق اور استطاعت پر ہے لیکن کوشش میں مصروف رہنا بہر طور ممکن بھی ہے اور لازم بھی۔"

نقلِ مکتوب فیض بنام محمد ایوب اولیا (گوجرانوالہ)

۹۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء

مکرمی، تسلیم

آپ کا خط ملا، تصویر اس لیے غزل سے منسلک نہ تھی کہ میرے پاس کوئی تصویر ہی نہ تھی اور مجھے خود نمائی یوں بھی پسند نہیں۔
"ہستی کی متاع بے پایاں" والے مصرعے (۱) میں "ہے" زیادہ چھپ گیا ہے، اصل میں "جاگیر تری نہ میری ہے" ہونا چاہیے، یوں بھی مصرعہ وزن کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن بعض اوقات اتنا تساہل جائز سمجھنا چاہیے۔
نظم معرّا عام طور سے کسی نہ کسی بحر کی پابند ہوتی ہے، صرف مختلف مصرعے ہم وزن ہونے کے بجائے مختلف الوزن ہوتے ہیں، یہ کچھ ایسی پیچیدہ بات نہیں، محض اتنا ہے کہ اپنے ایک مصرعے کے تین ٹکڑے ساتھ ساتھ لکھنے کے بجائے الگ الگ لکھ دیے، پڑھنے میں تو کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے، صرف بحر کی پہچان ضروری ہے۔
آزاد شاعری پر اردو میں کوئی مستقل تصنیف میری نظر سے نہیں گزری، انگریزی میں لاتعداد کتابیں ہیں۔ لیکن ان کے اصول و قواعد کا بیشتر ہماری زبان کی نظم معرّا پر اطلاق نہیں ہوتا۔

فقط
مخلص۔ فیض

---

(۱) دستِ صبا (اشاعت اول) کے صفحہ نمبر ۳۳ پر "دوسری آواز" کے عنوان سے یہ شعر درج ہیں۔

ہستی کی متاع بے پایاں تری ہے نہ میری ہے
اس بزم میں اپنی مشعلِ دل بسمل ہے تو کیا، رخشاں ہے تو کیا
یہ بزم چراغاں رہتی ہے، اک طاق اگر ویراں ہے تو کیا

پہلے مصرعے کی طرف میں نے فیض صاحب کی توجہ مبذول کرائی تھی کہ غلطی سے "ہے" زائد چھپ گیا ہے، جس پر از راہِ نوازش انہوں نے مندرجہ سطور میں جواب دیا۔

(ایوب اولیا)
۳۔ نور پارک، گوجرانوالہ

فیض کے اشعار اور دلیپ کمار کی تحریر

ذکر دلیپ کمار کا اور......

Thursday 26th July 1984

Faiz Ahmed Faiz– An appreciation

By Sofia Shariff

LONDON UNIVERSITY'S Institute of Education played host to scholars and academics, many of whom had travelled from afar, to attend an international symposium honouring one of the most inspiring Urdu poets of the twentieth century, Faiz Ahmed Faiz.

The number of leading authorities on the poetry of Faiz, who were present at the symposium, may well give an indication of the mood and tone of the symposium, not to mention the discussions which took place between the platform and floor on the many facets of Faiz's poetry. The poet, who was present, took all this in his stride, filling in the gaps with his own comments and letting his verse speak for itself.

Many a time I have wondered how poets and writers of Faiz's stature manage to remain comfortable in the presence of those men who seem to know as much and more about the hidden meanings of each couplet and each sentence, as the original creator of the thought.

Bilingual

Dr Gopi Chand Narang from India, Head of the Department of Urdu, Jamiamillia University, Delhi, opened the first session with a paper on "Faiz Ahmed Faiz: Tradition and Innovation." Dr Ayub Mirza from Pakistan followed this by a discursive interpretation on the political background of Faiz's poetry. Professor Georges Fischer was the only West European representative at the symposium, having come from the Sorbonne, Paris.

Among the other speakers were Prof. Syed Hasan Askari (UK), Prof. Muhammad Hasan (India), Qumar Rais (Pakistan), Naqi Ali and Muhammud Jamal (UK). The celebrated poet Ahmed Faraz also attended.

The symposium, was conducted in both English and Urdu, not simply for the benefit of the sole representative from Europe, but in acknowledgement of the fact that the appreciation and study of Urdu is not just confined to born native speakers, but is also accessible to those whose mother tongue happens to Bengali, Punjabi and indeed, English.

The organisers had hoped to include in the list of distinguished speakers the names of some leading scholars of Faiz's poetry from the Eastern bloc countries, but they were not able to attend.

Dialogue

The symposium, co-sponsored by the University of London, Institute of Education Department of Multicultural Education and the Faiz Ahmed Faiz Cultural Academy under the guidance of Mr Jagdish C Gundara (Centre of Multicultural Education) and Mujahid Tirmizey (Chairman of Faiz Academy), was, in fact, the first international symposium of its kind and one which it is hoped would set a precendence in encouraging more of such "literary dialogues."

Having been disappointed in their efforts to invite as many Faiz scholars from all continents to enable this global cross-exchange of ideas and interpretations, the organisers and the participants had to be content and what turned out to be mainly a dialogue between Indian and Pakistani academics and scholars. This was sufficient to provoke enlightened debate.

Faiz

A tribute by Tariq Ali

FAIZ Ahmed Faiz, South Asia's best known poet, died in Lahore yesterday at the age of 73. He was the last of the radical triumvirate that dominated poetry in the third world for the last five decades. All three of them—Pablo Neruda (Chile), Nazim Hikmet (Turkey) and Faiz himself (Pakistan)—had spent many of their early years in prison, as a result of their communist sympathies. Faiz's best poetry was, in fact, written while he was serving time for "high treason" in Pakistani prisons during the 1950s.

He was born in the Punjab town of Sialkot, like that great poet of an earlier generation, Iqbal. Early in his life Faiz taught English Literature, later becoming a trade union organiser, a journalist, and, in 1941 like many other Indian Communists, joining the British Indian army, rising to Lt Colonel in the information department.

After partition, Faiz remained in Pakistan as chief editor of the Pakistan Times. But his passion was always Urdu poetry. He became a master of Ghazal — a short lyrical form. His metaphors and images won high praise from critics hostile to his politics.

In Pakistan, poetry played a large part in the clandestine political culture. Whenever Faiz took the rostrum, you could always hear a pin drop, though his poems were far removed from the world of agitprop.

Faiz was awarded the Lenin Prize in 1958, which pleased him a great deal: previous recipients included Neruda and Hikmet.

His work was translated into English by Victor Kiernan of Edinburgh University and published by

The last of a line

BY:
Judith Vidal-Hall "The poet Faiz Ahmed Faiz"

FEW PEOPLE in the world hold both the MBE and the Lenin Peace Prize; and few have combined the roles of poet and colonel in the British Army. Nor are these the only extraordinary aspects that make Faiz Ahmed Faiz unique in the worlds he frequents.

Born in 1911 he celebrates his seventieth birthday this month as well as what he disarmingly calls 50 years of "versifying." He resists the blandishments of being the "great poet" insisting that he has most often achieved little more than "third best — trying to express or externalise something or other." Whatever the truth of the matter, Faiz has long been regarded the leading Urdu poet in India as well as his homeland, Pakistan, and one who can still draw 15,000 to a poetry reading, as he did recently in Calcutta.

Beyond the sub-continent he is known as a "committed" poet whose commitment to social justice and the cause of the poor has stood the test of time.

Faiz comes from Sialkot in the Punjab, only a few miles from the present disputed border with Kashmir. His career has been varied: teacher, army officer, journalist, trade union leader, broadcaster, script writer, and more recently, film-maker. Educationally he had the best of two worlds, studying English, as well Arabic and Persian literature in Lahore.

In 1941 he left his post as a teacher to join the British Army in India, where he quickly rose to the rank of lt-colonel. With the creation of Pakistan in 1947, he returned to edit the country's first national daily newspaper, the Pakistan Times. Since, as he says, "All writing including poetry is propaganda," he had little difficulty in turning his editorial prose to the same account as his verse.

His criticism of Government, as well as a commitment to socialism and progressive causes, earned him several spells in prison on political charges. In 1959 he gave up journalism as the press came increasingly under the control of the military regime which had taken over in Pakistan.

His personal involvement with the events of those years helped to shape his beliefs and poetry. "I wrote at first," he says, "out of a romantic impulse — poetry descended and one didn't have to contrive. The early recognition was rather alarming, and I didn't plan to go on. But the world was constantly with me, so I went on writing, and the politics became part of the poetry."

His chosen medium has been the ghazal — an Urdu verse form which is nearer in its precision to the sonnet than anything else in the European tradition.

Faiz has been away from Pakistan for several years now, but is in no formal sense an exile. And though one does not hear his work on the State-owned radio or television networks, none of his writing is banned.

Now, at seventy the longing to return is strong; he has been too long a bird of passage — London to Moscow via Beirut, from where he now edits the Afro-Asian literary magazine Lotus.

"Exile," he says, "is like solitary confinement. It opens new avenues of experience, is a completely novel experience — like falling in love again. There are new horizons and the world is new again. This emotive and perceptual shift finds expression in the poetry. But in time the theme runs out; it is no longer stimulating to wander the earth — just another way of living."

Not Enough

Not enough the tear-stained eye, the storm-tossed life,
Not enough the secret love, suspicion's brand;
Come today in fetters to the marketplace,
Walk with waving hands, run in a drunkard's dance,
Clothes besmeared with blood and head begrimed with dust!
All the loved one's city is watching by the road:
There the governor waits, and there the populace,
Calumny's keen arrow, insult's hurtling stone,
Morning of ill omen, day of evil chance —
Who has been their bosom friend, but we alone?
In the loved one's city who is left to trust?
Who is worthy now of the executioner's hand?
You that know affliction, lift the heart's sad load;
We it is, my friends, must once more taste the knife.

فیض
کینیڈا اور امریکہ میں
Faiz Ahmed Faiz,
Toronto, 17 November,

فیض احمد فیض صاحب سے ایک غیر ادبی انٹرویو

سید سجاد حیدر

کینیڈا کی اولیں پاکستانی کمیونٹی کے ممتاز افراد میں ایک نام عبدالرحیم انجان مرحوم کا تھا۔ فیض احمد فیض کی کینیڈا میں پہلی آمد ان کی دعوت پر ہوئی۔ انہوں نے انجان صاحب کے گھر پر قریباً ایک ماہ تک قیام کیا جس کی تفصیلی روداد انہوں نے اپنی کتاب ''خوش نوا فقیر'' میں بیان کر دی ہے۔ اس ایک ماہ کے قیام کے دوران ہی فیض صاحب نے ٹورانٹو کے ادبی مزاج کے حامل احباب کو ادبی سرگرمیوں کے لیے منظم کوشش کا مشورہ دیا۔ اس مشورے بلکہ سرپرستی کے تحت ''اردو سوسائٹی کینیڈا'' کی داغ بیل رکھی گئی۔ ٹورانٹو میں اردو ادب اور اس حوالے سے انفرادی سرگرمیوں میں انتہائی محترم و ممتاز ہستی جناب حفظ الکبیر قریشی کی تھی اس لیے اردو سوسائٹی کینیڈا کی تنظیم میں مرکزی حیثیت انہی کو حاصل تھی۔ اسی اردو سوسائٹی کی دعوت پر ستمبر ۱۹۸۲ء میں فیض صاحب تیسری مرتبہ ٹورانٹو میں تشریف لائے۔

براعظم شمالی امریکہ میں اردو کے پہلے اخبار ''کریسنٹ'' کی اشاعت کا اعزاز لطیف اویسی صاحب کو حاصل ہے۔ اسی اخبار کے انگریزی حصے کو بعد میں عالمی اسلامی تحریک کے نمائندہ جریدے کی حیثیت دینے کے بعد کینیڈا کی پاکستانی اور اردو دان کمیونٹی کے لیے ''الہلال'' کے نام سے اردو اخبار کو علیحدہ کر دیا گیا۔ فیض صاحب کی آمد کے موقع پر اسی اردو اخبار کے مدیر کی حیثیت سے حفظ الکبیر قریشی صاحب نے راقم کو فیض صاحب کے انٹرویو کی دعوت دی۔ انہی دنوں ٹورانٹو سے شائع ہونے والے انگریزی جریدے ''ٹورانٹو ساؤتھ ایشیا ریویو'' کے مدیر و پبلشر ون جی سے کافی رابطہ تھا۔ انہوں نے اس انٹرویو کی دعوت پر اپنے جریدے کے لیے بھی انٹرویو کی خواہش کا اظہار کیا جسے بلا تامل قبول کر لیا گیا۔

انٹرویو سے پہلے فیض صاحب کی ٹورانٹو آمد کے دن ہی ان کے اعزاز میں شام کو ایک استقبالیہ دیا گیا تھا۔ حفظ الکبیر قریشی صاحب نے ہمارا تعارف کرایا اور انٹرویو کے لیے وقت طے کرنے کی درخواست کی۔ اگلے دن مشاعرہ تھا اس لیے مشاعرے سے اگلے دن انٹرویو کے لیے وقت طے ہو گیا۔ فیض صاحب کو انٹاریو جھیل پر واقع ایک پرآسائش اپارٹمنٹ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ ہم دونوں وقت مقررہ پر حاضر ہو گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ راقم ادبی حوالے سے اپنے آپ کو کسی طور بھی فیض صاحب جیسی دیو قامت ہستی سے انٹرویو کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ خود کو میر، غالب، اقبال اور فیض کے کلام کا فہم حافظ سمجھنے کے باوجود اس حقیقت کا بخوبی ادراک تھا کہ شاعری کا مطالعہ اور یادداشت کی خداداد صلاحیت کی اہمیت اپنی جگہ لیکن شعری ذوق اور ادبی شعور کچھ اور شے ہے۔ خصوصاً پاکستان میں اپنی سیاسی و مذہبی اور پھر یہاں کینیڈا میں بھی عالمی اسلامی تحریک کے ادارے سے وابستگی کے باعث ادبی حوالے سے بھی سیاسی ترجیحات کی اہمیت زیادہ تھی۔ پھر اس دور میں فلسطین، لبنان، افغانستان اور پولینڈ کے موضوعات نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ اپنے نقطہ نظر سے فیض صاحب نظریاتی طور پر کمیونزم اور عملی طور پر روسی کیمپ سے وابستہ تھے۔ درج بالا تمام موضوعات کے حوالے سے یہ روس جیسی عالمی قوت کی پسپائی اور بالآخر روسی ایمپائر کی شکست و ریخت کا آغاز تھا۔ فیض صاحب سے انٹرویو کا آغاز ہی ان کے قیام بیروت کے پس منظر میں لبنان کے خلاف اسرائیلی جارحیت، لبنان سے پی ایل او کے اخراج، بیروت کے فلسطینی مہاجر کیمپوں صابرہ اور شتیلا میں اسرائیلی نگرانی میں عیسائی ملیشیا کے قتل عام کے حوالے سے ہوا۔

سوال کچھ اس طرح سے تھا کہ لبنان میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس جیسے اسرائیلی سرپرستوں کے شرمناک کردار کے مقابلے میں روس کا اپنے حلیفوں یعنی پی ایل او، شام اور عراق وغیرہ کی حفاظت میں ناکامی کی وجوہات کیا ہیں؟ فیض صاحب کے لہجے کا درد جس بے بسی کا عکاس تھا انہوں نے روس کی بے بسی کو اس کی بے عملی کا جواز قرار دیا۔ فیض صاحب کے بقول ان علاقوں میں یورپی قوتوں اور امریکہ کے عمل دخل کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ تاریخی طور پر یہ علاقے یورپی قوتوں کے قبضے میں رہے ہیں۔ اس قبضے سے نجات کے لیے مقامی طور پر آزادی کی جتنی بھی تحریکیں اٹھیں، روس نے اپنے طور پر ان تمام تحریکوں کی مدد کی۔ فلسطین، شام، عراق، مصر اور دیگر عرب ممالک کی یورپی تسلط سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد میں روس کی مدد نہایت اہمیت کی حامل تھی۔

اس پر اپنا جوابی سوال یہ تھا کہ فلسطینیوں کی مدد کی بجائے حقائق تو یہ ہیں کہ اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم کرنے میں روس کا نام سرفہرست ہے۔ دوسرے لفظوں میں فلسطینیوں کی غلامی اور صیہونیوں کی سرپرستی کے لیے امریکہ اور روس میں جو دوڑ لگی ہوئی تھی روس نے اس میں امریکہ کو گویا مات دے دی تھی۔ فیض صاحب نے جواب دیا کہ بات فلسطینیوں کی دشمنی یا یہودیوں کی سرپرستی کی نہیں تھی۔ جرمنی میں ہٹلر کے نازی ازم کے بدترین شکار یہودیوں کے لیے ہمدردی کے عالمی جذبات کے علاوہ

یورپی یہودیوں کی عظیم اکثریت کی سوشلسٹ و کمیونسٹ نظریات سے وابستگی کی بنیاد پر ان سے نظریاتی ہم آہنگی کی بھی تھی۔ عمومی رائے یہی تھی کہ تاریخی طور پر دربدر قوم کو فلسطین کے ایک حصے میں رہنے کو زمین کا ٹکڑا مل جائے تو اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بنیادی طور پر یہ رائے غلط ہونے کے باوجود حالات کے تقاضوں کے باعث قبول عام کا درجہ رکھتی تھی۔ پھر اسی نقطہ نظر کے تحت اقوام متحدہ نے بھی اسرائیلی ریاست کے قیام کی منظوری دے کر گویا اس پر عالمی تصدیق کی مہر ثبت کر دی تھی۔ یہ تو بعد میں جب اسرائیل نے فلسطینیوں کو ان کی بستیوں سے بزور نکالنے کا سلسلہ شروع کیا تو عالمی ضمیر کی آنکھیں کھلیں۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود روس اور دیگر ممالک نے فلسطینیوں کی آزادی کی جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ آج بھی عالمی سطح پر مسلمان ممالک کے علاوہ فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی میں روس اور اس کے اتحادیوں کا کردار سب کے سامنے ہے۔

فیض صاحب کے دوٹوک جواب کے بعد اس موضوع پر مزید بات کرنے کی بجائے اپنا اگلا سوال پولینڈ کے حوالے سے کچھ اس طرح تھا کہ کمیونزم نے دنیا بھر کے مزدوروں اور دیگر پسے ہوئے طبقات کی آزادی کا جو نعرہ بلند کیا تھا اور جس پر لبیک کہتے ہوئے دنیا بھر کے پسے ہوئے طبقات میں آزادی کی لہر دوڑ گئی تھی، آج پولینڈ میں اسی کمیونسٹ نظام سے آزادی کے لیے پولینڈ کے مزدوروں نے گویا بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ اعلان بغاوت کیا کمیونزم کی ناکامی کا واضح ثبوت نہیں؟ فیض صاحب جیسے اس سوال کی توقع نہیں کر رہے تھے اس لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے دامن چھڑانے کی کوشش کی کہ مزدور جہاں بھی ہوتے ہیں وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے رہتے ہیں۔ اس میں پولینڈ یا کسی اور ملک کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

اپنا جوابی سوال یہ تھا کہ کمیونسٹ نظام کی بنیاد ہی مزدوروں کے حقوق کی ضمانت پر اٹھائی جاتی ہے۔ اگر اس نظام میں بھی مزدوروں کو اپنے حق کے لیے مظاہروں اور ہڑتالوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تو پھر سرمایہ داری اور کمیونزم میں فرق کیا رہ جاتا ہے۔

فیض صاحب نے انتہائی تحمل سے جواب دیا کہ ایک آئیڈیل نظام کا نظریہ اور حکومت دو مختلف چیزیں ہیں۔ کمیونزم ایک نظریے کا نام ہے جبکہ پولینڈ وغیرہ میں جو لوگ حکومت چلا رہے ہیں وہ اس نظریے پر کس حد تک عامل ہوئے ہیں اس کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ پولینڈ نظام حکومت میں نظریے کی قوت اس طرح کارفرما نہیں جس طرح اسے ہونا چاہیے۔

فیض صاحب کے صبر و تحمل کا مزید امتحان لینے کی بجائے روس کے ہی حوالے سے آخری سوال کرنے کی درخواست کی۔ سوال یہ تھا کہ پچھلی کئی صدیوں سے یورپی اقوام نے دنیا بھر کی کمزور قوموں کے خلاف تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ان غاصب قوتوں کی کمزوری کے باعث دنیا بھر میں آزادی کی لہر اٹھی۔ روس نے اس لہر کو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہوئے اقوام عالم کی آزادی کا بلند آہنگ نعرہ بلند کیا۔ اس نعرے کی بدولت روس کو گویا آزادی کی تمام تحریکوں کی راہنمائی کا منصب حاصل ہو گیا تھا۔ لیکن جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کی شکست کے نظریے کے مقابل یورپی قوتیں کمزور ممالک پر چڑھ دوڑتی ہیں اسی طرح روس نے بھی افغانستان میں اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس قبضے کے خلاف دنیا بھر میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ کیا آپ افغانستان پر روسی قبضے کو جائز اور افغانیوں کی مزاحمت کو ناجائز سمجھتے ہیں؟

فیض صاحب نے اس سوال کے بعد خاموشی کے طویل وقفے کو توڑتے ہوئے جواب دیا کہ روس نے افغانستان پر قبضہ نہیں کیا۔ وہ مقامی بغاوت کو کچلنے کے لیے افغانستان کی حکومت کی دعوت پر اس کی مدد کے لیے افغانستان میں داخل ہوا ہے۔

اپنا جوابی سوال تھا کہ جناب تمام دنیا جانتی ہے کہ موجودہ افغانی صدر ببرک کارمل روسی فوج کے ٹینکوں پر بیٹھ کر کابل پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ اس قبضے کے خلاف جس پیمانے پر مزاحمت ہو رہی ہے اس کے بعد اس حقیقت میں تو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ افغانستانی اس جدوجہد کو غیر ملکی قبضے کے خلاف آزادی کی جنگ سمجھ کر لڑ رہے ہیں۔ فیض صاحب نے بہت ہی تحمل سے لہجے میں بات سمیٹنے کی کوشش کی کہ دنیا بھر کی طرح افغانستان میں بھی ترقی پسند قوتیں سرگرم تھیں۔ لیکن روایتی اور قبائلی رسم و رواج کے حامل معاشرے میں ان کا اثر و رسوخ شہری آبادیوں تک ہی محدود رہا۔ ان ترقی پسند قوتوں نے انقلاب تو برپا کر دیا لیکن اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں انقلابی قوتوں کے لیے انقلاب کی حفاظت ناممکن ہو گئی تھی۔ اس لیے اس انقلاب کو بچانے کے لیے انہیں روس کی مدد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ روس نے ترقی پسند نظریات کے تحفظ کے لیے ہی افغانستان کی انقلابی قوتوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کو آپ افغانستان پر قبضے کا نام نہیں دے سکتے۔ جس دن افغانستان کی حکومت غیر ملکی مداخلت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدامنی پر قابو پا لے گی اسی دن روسی افواج افغانستان سے نکل جائیں گی۔ دیگر یورپی اقوام کے برعکس افغانستان میں روسی موجودگی افغانستان کے وسائل پر قبضے کی بجائے ترقی پسند قوتوں کی مدد کے لیے ہے۔

افغانستان کے حوالے سے بھی روس کی مدافعت کے بعد انہیں مزید پریشان کرنے کی ہمت نہ پاتے ہوئے راقم نے اپنے ساتھی ایم جی وسان جی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے درخواست کی کہ مزید انٹرویو کے لیے یہ آپ کو تکلیف دیں گے۔ وسن جی نے فوراً لقمہ دیا کہ میرا انٹرویو ادب کے حوالے سے ہوگا۔ فیض صاحب نے بیزاری اور تھکن سے بھرپور لہجے میں کہا کہ ادب ہی ایسا موضوع ہے جس پر ہم بات کر سکتے ہیں، یہ نہ جانے کیوں ہمیں سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں۔

اپنے تمام تر نظریاتی و سیاسی پس منظر کے باوجود راقم فیض صاحب کی فنی عظمت، وضع داری اور ذاتی کشش کا گھائل تھا۔ اس لیے انہیں پریشان کرنے پر فوراً معذرت کرتے ہوئے ان کے لیے احترام و عقیدت سے بھرپور دلی جذبات کا اظہار کیا۔ اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے پر معلوم ہوا کہ ماضی کی معروف اداکارہ مسرت نذیر کی کال ہے۔ فیض صاحب باورچی خانہ کی دیوار پر لگے ہوئے فون تک گئے۔ مختصر سی گفتگو کے بعد واپسی پر راقم نے ان سے اپنی ڈائری پر ان سے تازہ ترین نظم لکھنے کی فرمائش کی۔ اس انٹرویو سے غالباً ہفتہ ڈیڑھ پہلے ہی روزنامہ "جنگ" لندن میں ان کی نظم شائع ہوئی تھی۔ عمومی طور کسی شاعر سے ایک شعر کی فرمائش تو جائز ہے لیکن پوری نظم کی درخواست یقیناً بہت بڑا امتحان تھا۔ فیض صاحب نے نظم یاد نہ ہونے کی معذرت کی تو راقم نے اس انتہائی بامروت ہستی سے یہ کہتے ہوئے انکار کی گنجائش نہ چھوڑی کہ مجھے نظم یاد ہے میں بولتا ہوں آپ لکھتے جائیے۔ ان کے بار ماننے پر گھٹنوں کے بل ان کے سامنے بیٹھے ہوئے نظم املا کراتے ہوئے وہاں موجود لوگوں میں سے کسی نے جو تصویر کھینچی تھی کمال مہربانی سے بعد میں اس کا پرنٹ بھی عطا کر دیا۔ ڈاکٹر تقی عابدی صاحب کی فرمائش پر اس مضمون کے ساتھ وہ تصویر اور فیض صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نظم بھی حاضر ہے۔

مدیر "الہلال" سجاد حیدر ستمبر 1982ء میں ٹورانٹو میں فیض احمد فیض سے اپنی ڈائری پر ان کی تازہ نظم لکھواتے ہوئے

آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے
آنکھ سے دور طلسمات کے در وا ہیں کئی
خواب در خواب محلات کے در وا ہیں کئی
اور مکیں کوئی نہیں ہے
آج شب دل کے قریں کوئی نہیں ہے
کوئی نغمہ، کوئی خوشبو، کوئی کافر صورت
کوئی امید، کوئی آس مسافر صورت
کوئی غم، کوئی کسک، کوئی شک، کوئی یقیں
کوئی نہیں ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کوئی نہیں، کوئی نہیں ہے

سجاد حیدر کی درخواست پر ان کی ڈائری پر فیض صاحب کے ہاتھ سے لکھی ہوئی نظم کا عکس

M. G. Vassanji

Interview of Faiz

(Faiz Ahmad Faiz is one of the leading Urdu poets figures of the Subcontinent. He was born in 1910 in Sialkot, Panjab, in what is now Pakistan. He was one of the members of the Progressive Writers' movement of the thirties, which called for writing directed towards more immediate social concerns. His own poetry has been characterized by profound humanistic concerns and an empathy for the less fortunate. For the last several years he has been the editor in chief of *Lotus*, a quarterly of Afro-Asian writings based until recently in Beirut. He was recently nominated for the Nobel Prize.

The following interview was granted to *The Toronto Asian Review* and *Al-Hilal*, the part of the interview reported below was conducted entirely in English and is given, as far as possible, verbatim-Ed.)

TSAR: Mr. Faiz—What do you think should be the role of literature in the Third World? Do you believe, for example, in art for art's sake in the Third World?

Faiz: In the Third World, art for art's sake is a luxury. People who have their bellies full, their bodies clothed, they can afford the luxury of art for art's sake. People who have pressing problems—of hunger, of poverty, of ignorance, disease, what not—there the role of literature is to help them to alleviate their sufferings. And to that extent it becomes a commitment.

TSAR: What questions does your own poetry address?

Faiz: The same.

TSAR: What do you think of immigrant literature—in, for example North America? Do you think it can maintain its identity and links and still have a future?

Faiz: I think it can! Not only it can, but it should. Because [immigrants from the Third World] can never only become Canadians or Americans or British—wherever they are settled. At the same time they cannot alienate themselves from the medium in which they are living. So they have to find a synthesis between their own identities and their environment. They have to adjust to their environment; at the same time they must make efforts to maintain and strengthen their identities.

TSAR: Do you see a new strait of Urdu literature coming out from here?

Faiz: At least there is a great deal of enthusiasm. Literature is an evolutionary process. It takes a long time before you can evolve some new structures or some new forms, new styles of your own, but I think efforts are going on.

TSAR: In last night's mushaira, would it be fair to say, in your opinion, that there was a drastic difference in the subjects touched by the visiting poets as compared to those by local poets?

Faiz: There was! I think there was.

TSAR: Why do you think so?

Faiz: Because the poets who live in Pakistan—they are directly confronted with problems which the people here are not confronted with. The immigrants—they are not directly involved in the strength of democracy, their freedom...justice; people who are living they are directly involved in the social or political or economic process going on inside the country....Immigrants have their own problems, of course, but they are a different set of problems.

TSAR: How do you see immigration, particularly to the West, in cultural terms—bearing in mind 1) the fact that the West has been intimately involved with the Third World in the past as a dominating influence, and 2) that the Western World is such a dynamic and rapidly moving world that for the rest of the world the future means just catching up with the West, leaving little room for independent development?

Faiz: You see, the first problem is to get your mind decolonized and at least to get rid of those vestiges of colonialism which stand in the way of your internal development. As things stand today in the Third World—most of the Third World, leaving aside the socialist countries which are in the Third World—their resources, their economic dependence, are so closely tied up with Western interests, and the international monopolies have so much of a hold on the economies as well as the political structures of those countries that the first task is to get rid of this—what in the jargon is called neocolonialism....

TSAR: Do you think that immigration is a kind of succumbing to the colonial influence by the people of the Third World?

Faiz: In a way it is. In a way it is. Immigration is the failure of the Third World countries to look after their own people, failure to solve their own difficulties. People emigrate only when they find that living in their own homelands does not provide them with a satisfactory living. The fault—the responsibility—is that of the people in power, of the political leaders.

TSAR: What would you say have been the major influences on your life—to put it in two steps—

a) What major events in your lifetime
b) What personalities—literary or otherwise—have influenced you?

Faiz: I think the first influence—the first major development—in my personal life was when my father died. Suddenly from a fairly affluent household we became paupers. This was during the period of the depression. And then for the first time I discovered that while living in an affluent household, one knew so little about what goes on—how people live, how the other half lives. And as soon as one was descended into the same category as the have-nots, one discovered that their problems, their sufferings, were much more important than one's own subjective emotions and problems. That was the first thing that influenced one's writing. And that automatically politicized your mind. Then one entered into—from intellectual problems. In addition to that one discovered that even knowing about your own people and their problems was not enough. Because your problems were interrelated and you find out that the problems confronting humanity—what went on in China in Iran or Africa—had somehow real relevance to your own problems.

Al Hilal: How about Pakistani writers? Are they leading their society?

Are there some prominent ones?

Faiz: Among the good ones, yes. That's one thing. So far as personalities are concerned—first you are influenced by your parents and your teachers. After that—among the outstanding people one has met, among the political figures: Shaikh Abdullah—whom I consider to be one of the four major leaders of the Subcontinent: Gandhi, Gaffar Khan, Quaid-e-Azam Jinnah, Shaikh Abdullah. Because, the others came after, [they] really capitalized on what had been achieved before. Politically, these people. From the literary point of view, among the many personalities that I have known, the one that I came directly in contact with—in India, in the Subcontinent—and was influenced by, was of course Iqbal. Then one was influenced by one's own contemporaries—well, we founded this Progressive Writers' movement.

TSAR: Do you consider yourself as one of the founders?

Faiz: Yes, I was one of the founders. Because we were only a small group. We founded this movement, then it became very big.

TSAR: Do you see any urgency and purposefulness now in Pakistan and India as there was then? Or do you think there is something lacking?

Faiz: No. There is a great deal of difference between the situation when it was founded and the situation today. Then there was at least one thing which helped in bringing everyone together—and that was the fight for independence. After independence there were so many divergent paths which opened up that the organization—as it was—got fragmented. And, instead of the faith that one had and the dreams that one had, there came—particularly among the younger people—a mood of disillusionment. And an amount of cynicism, of negativism, of skepticism. But at the same time, among the more conscious writers, among the serious and responsible writers, the same way of thinking at least continues.

TSAR: Who have been some of the most influential and major Urdu writers of the country?

Faiz: Well, a century is a long thing. But contemporaneously, first there was the biggest name, Muhammad Iqbal. And Tagore, of course if we are talking not only of Urdu. There were many important writers in other regional languages. Talking only of Urdu, among the major figures both in prose and poetry—among the prose writers the biggest name at one time was Premchand. As a story writer. And then came a whole group of younger writers—Krishan Chander, Saadat Hasan Manto, Vijay Lakshmi, Bedi, Qasmi—which came from the Progressive Writers' movement. Similarly, among the poets, the senior poets after Iqbal were Josh and Faraq, who just died. That's right. Then again came a bunch of young poets.

Al Hilal: Mr Faiz, where would you place Iqbal—as a religious, political, or—

Faiz: Humanist, mainly—which combines religion as well as social—

Al-H: I am talking about Pakistani—

Faiz: He was a devout Muslim and at the same time he was a great humanist. And he did not find any contradiction there.

Al-H: The platform he presents—what is it, is it religion?

Faiz: Man is religious, he is also a friend.

Al-H: What is this friendship? Religious people say that religion is for human beings, how can man be more a friend than he is religious?

Faiz: I am telling you just that. For Iqbal religion is a way of self-fulfillment. And of the fulfilment of the personality. He says that himself. And also, it was an instrument of social justice. To that extent, one part of religion is your belief, the dogma. The other part is its practical application in human affairs....

TSAR: Do you feel that you have been understood as a poet by your people?

Faiz: I hope so!

TSAR: Let me ask you a few questions about *Lotus*. After Beirut, what is the future of *Lotus*?

Faiz: That's what I am going to Berlin for tomorrow! It is being published in Berlin but we have to find out where the editorial office is going to be.

TSAR: Do you think *Lotus* has had a large enough impact on Third World writers?

Faiz: No. [But] I think to a certain extent it has. It has influenced them in this way, that it has introduced them to each other. There was no way for communication between—let us say—a writer from Cambodia, Vietnam, or Burma with a writer from Ghana or Beirut. At least it served the purpose of a channel of communication between writers.

TSAR: Is it true that you have been nominated for the Nobel Prize?

Faiz: That's what I hear, that's what they tell me.

There is a great difference between writing about poetry and writing poetry, says the winner of the first Robert Payne Award from Columbia's Translation Center.

Translating Faiz

BY NAOMI LAZARD

ARTS & LITERATURE

Faiz through American eyes

By Ariel

Naomi Lazard, a well-known American poet, was won over by Pakistan this time — perhaps a logical corollary to her being won over by Faiz Ahmed Faiz.

Her praise for Pakistani hospitality and a sense of wonder over the place of poetry in our lives was also understandable. It was her first visit to Pakistan and she was perfectly right in her assessment.

Who doesn't vouchsafe for our hospitality? Sometimes it exceeds even limits of propriety and one of my economist friend was cynical enough to suggest that it was a patent sign of underdevelopment. This is also symptomatic of the differential in light culture and popular culture. So on and so forth.

But the fact remains that Naomi Lazard was an usual American guest at the Faiz Mela '89, Lahore. She was awarded the Faiz Prize along with Dr. Mubarak Ali of Sindh University.

Naomi deserves this prize as she has really put in her best to bring out those nuances of Faiz's poetry which remain hidden to the western translators.

Victor Kiernan, the famous Scot, now Professor Emeritus at the Birmingham University, couldn't go very far in spite of his close associations with Faiz. The Russians also remained much behind.

Daud Kamal, a fellow Pakistani poet, succeeded in grasping Faiz and his success could be credited with his firm positioning in the tradition itself. Being a poet employing English as a vehicle of expression he was a fervent devotee of Urdu's literary tradition.

Naomi started off her career in Faizeana by being a casual acquaintance at the Miami Festival ten years ago. She is an anti-establishment poet herself and is opposed to philistinism corroding 'American life' at the speed of a hurricane. She was taken aback that a poet of Faiz Ahmed Faiz's stature, who was firmly rooted in High Culture, was defied by the votaries of Popular Culture as well. This is an important differentiation.

In the West the progressive have to be votaries of popular culture as a matter of creed. It is known that in heterogeneous societies the struggle between diverse groups and aggregates over the allocation of resources and power are not limited strictly to economic and political issues, but also extend to cultural ones.

In America, Naomi Lazard told me, the longest and perhaps most important cultural struggle has pitted the educated practitioners of high culture against the rest of society, rich and poor, which prefers the mass or popular culture provided by the mass media and consumer good industries. She told me that perhaps the Music '89 controversy also emanated from the opponents of mass culture but the liberals and progressive of the country had to stand up and be counted. And they did.

She said that quite a few controversies raging Pakistani minds remind one of the 19th century Europe. For example Cardinal Newman's stand in the Oxford Movement, progress versus tradition and 'High' vs 'Popular'. These issues point out that society was more interested in the cultural debate rather than in the economic and political issues and it is the former which occasionally spills over the latter i.e. the colouring of the political matrix with the cultural one.

When asked how she would explain her translation of Faiz's poetry she closed her eyes as if she wanted to convey her sense of satisfaction — almost bordering on ecstasy.

I have met quite a good number of literary devotees in my life but believe me that Naomi Lazard is herself an object of curiosity. Her grounding in Urdu poetry is not much but what is important to know in her case is that she was drawn to Urdu through Faiz. The moment she decided to be more than just a friend to Faiz, she threw herself headlong into Faiz's poetry.

Faiz liked the idea and the arrangement struck between them was novel. First of all Faiz Ahmad Faiz would translate his poems in English prose to avoid confusion. After having done that Naomi would act as a versifier. She would immediately rush the first draft and Faiz would see that the versification hasn't meddled with the actual meaning. It is only after this exercise that the poetic refurbishings would come in. A touch here and a touch there.

It was a tedious procedure but the way it was followed surprised me. Faiz Ahmad Faiz eagerly awaited Naomi's despatches and once he asked me to contact Naomi at her New York apartment and find out what was delaying the publication.

I still remember the September '83 evening in New York when Naomi talked of Faiz with a fervour which was simply fantastic. By that time she had not envisioned her position. She had become the first American poet and academic (Naomi teaches English literature at the University of Maine) to be interested in a progressive Pakistani poet who couldn't be favourite with the Americans for his intellectual battles against all forms of colonialisms and neo-colonialisms. Faiz's role in Lebanon was an anathema to the pro-Israel lobby. Moreover Faiz didn't hold any brief for those who, in connivance with the feudal lords of the country, were promoting a pliant bureaucracy eager to translate the 'vision' of World Bank and other international financial institutions to keep the economy of this fledgling country in bondage. Faiz often said that the first seven years of Pakistan, in spite of a tilt towards the West, achieved a far more creditable economic miracle than the post-1958 period.

I was quite taken aback to find that Naomi knew Pakistan much more than an average Pakistani and, thanks to Faiz, her interest in Pakistani literature was by no means small. She studied Urdu at Harvard with Frances Pritchett as her teacher. What a sense of achievement it was when she was able to form Urdu words with letters in the alphabets. She looked like a Columbus discovering new continents.

Naomi was forthright in confiding that the thrills of learning a language were directly proportional to the degree of importance the learner gives to learning. She was a perfectly motivated learner and her friendship with Faiz transformed her. She occasionally slips into 'our Pakistan' while meaning to say 'your Pakistan' and her fondness for Urdu knows no bounds.

Regretfully her trip to the Subcontinent couldn't be a success as far as we Karachiites are concerned. She couldn't deliver her lecture in Karachi on the poetry of American poetesses. She wanted to talk on the Black Poetry as well.

She was highly surprised over the success of Faiz Mela. She thought that the crowd was simply unbelievable but like a good Faiz friend, she thought that the advent of democracy in Pakistan could also be responsible.

I suggested that it is possible that democracy has made us a bit complacent. Our poets drew bigger crowds under the spectre of dictatorships because it involved an element of risk to attend such functions and the romantic in us asked for courting 'dangers' and 'hazards'.

I informed her that one of Faiz's birthday celebrations in Lahore would go down in the history of our literature as a unique event. All the participants — including speakers — were sent behind bars just for the fun of it and they thought that the price was too small for the sheer joy of having made it possible.

She knew it before hand I also said, that since she was already awarded the 'Best Translation Award' by the Columbia University for her translation of Faiz, the publication of Faiz's letters would also be an event and she would become the second woman in the history of our literature to share her letters with the readers. The other one was Sarfraz Iqbal whose book '*Damane-i-Yusuf*' has

(To page 20)

Daily Times

Your right to know — A new voice for a new Pakistan

Home | RSS | Archives | Company Financials | Contact Us

Wednesday, November 29, 2006

WASHINGTON DIARY: Two meetings with Faiz Ahmed Faiz —*Dr Manzur Ejaz*

The recording went on for an hour instead of the allotted 25 minutes. Faiz revealed so many things about himself and his era that the interview was thought to be a historical document

I had two encounters with Faiz Ahmad Faiz. The first was in Pakistan when I interviewed him for the PTV programme, "Parqnad" in the mid-seventies; the second was when I managed to arrange his first ever visit to Washington. The encounters were very brief but memorable for what was revealed during the course of discussions.

The first encounter was more significant because he said so many things about himself. The interview was conducted for the Punjabi programme I used to host for over a year. Mushtaq Soofi was the producer and inclined to add an intellectual content to the programme. When the late Didar Parvaiz Bhatti took over, he changed its format to make it more popular with the masses.

During my talk with Faiz, I was curious to know why he had not written in Punjabi even as he had been supporting the cause of people's language as a progressive person. Faiz, in his own soft and subtle style, tried to evade the question by saying that "Urdu became the national identity for Muslims. Therefore, I also wrote in Urdu".

I was not satisfied with his answer because one expects a different approach from a progressive thinker like him. When I came back to the question again — as Mushtaq Soofi told me not to worry about the time limit because we were not live — Faiz smiled and said "The truth is that when I used to read classical Urdu poetry, I thought to myself, that I can write at that level if I work hard. However, when I used to read Waris Shah and Bulleh Shah, I felt I will never be able to write like them."

This led to the discussion of the poet's relationship with the masses. He acknowledged that Habib Jalib, not him(Faiz) was a people's poet. Then, admiring another popular poet, Sahir Ludhianvi, he opined that before Sahir and his group entered the Bombay film industry, simplistic song like "hawa main urta jaiy mera lal dupatta malmal ka, ho ji" were popular. It was Sahir and his fellows who changed the tone and tenor of film poetry in Bombay.

The recording went on for an hour instead of the allotted 25 minutes. Faiz revealed so many things about himself and his era that the interview was thought to be a historical document. The PTV administration had decided to preserve it and show the entire hour-long interview after Faiz's death. But, alas, it got lost somewhere in the bureaucratic reshufflings. I have never heard about it since then. Mushtaq Soofi should know if it still exists somewhere or not.

The second time I met Faiz Ahmad Faiz was in Washington DC. He had come to Canada and was subsequently coming to the US to deliver a lecture at Harvard University. I requested his nieces, Shahnaz Rouse and Sabina Ahmad, who used to live in Alexandria, Virginia, to persuade their uncle to come to Washington DC. They are daughters of Faiz Ahmad Faiz's elder brother Tufail Ahmad who had a fatal heart attack while he was visiting Faiz in Quetta Jail. I knew Shahnaz from the Punjab University days when she was a student at the Public Administration Department. She obliged me by persuading her uncle to visit DC.

The lecture was arranged at the Thomas Jefferson High School Hall in Northern Virginia suburbs. Faiz read the same paper he had prepared for Harvard University on "The poetry from Amrao Qais to Sahir Ludhianvi". I don't remember if the title was "Poetry of..... or "Romantic poetry."

Mr Arif Waqar, now with the BBC Urdu service, recorded his lecture and took notes. He used to work in the Voice of America then and came along with Mr Asmat Aleemi, ex-Chief reporter of Daily Imroz. I understand that Arif Waqar still has a copy of his notes and may publish them one day. Despite the fact that the Pakistani community was relatively small in those days, more than a reasonable number of people turned up to hear Faiz Ahmad Faiz. By the way the community was so small that when we arranged a gathering for Mehdi Hasan — who was at the top of his career, only about 200 people showed up which included more from India. From that angle, Faiz Ahmad Faiz's lecture was extremely successful.

I am sure, as expected, someone from the audience asked him to recite his poem "Gulooñ main rang bharay, bad-i-no-bahar chalay." As usual he half-jokingly commented that the poem was now Mehdi Hasan's. And when someone asked him to recite his poem "Mujh say pahli si muhabbat meray mahboob na maang" he did not oblige saying "That was Noor Jahan's." However, he endorsed the "mushaira tradition" arguing that it links the poets with the masses.

After the lecture, Mansoora Hasan Ayub, an artist whose husband works for the World Bank invited him to her home in Bethesda, Maryland. As expected, most of the crowd at this after-gathering was from the World Bank and keen on asking him about international politics and the Soviet occupation of Afghanistan. Soviet army had entered Kabul a month or so before Faiz's arrival in Washington.

When the World Bank crowd thought they had cornered Faiz on the Soviet occupation of Afghanistan, he responded: "Bhai, we are not lucky enough like the Afghans for the Soviet Union to come and save us." I don't know how much he believed this or if he was just trying to shut them up. But, I remember, many Pakistanis, repressed by General Zia's regime those days, secretly wished that Soviets should come and free them from the worst religious dictatorship.

The writer can be reached at manzurejaz@yahoo.com

Three dimensions of Faiz discovered in New York

by Dr. Qaisar Abbas

Myth, revolution and esthetics came up as the three outstanding dimensions of Faiz's poetry during the day-long presentations and discussions devoted to the poet and his work

[illegible]

[illegible]

فیضؔ تصاویر میں

Faiz Ahmed Faiz with Principal, Mr. Holiday
and M.A.O. College Cricket Team, Amritsar, 1938

Faiz Ahmed Faiz after completing his
MA in English Literature from
Government College, Lahore, 1933

Faiz in Srinagar with Dr. M.D.Taseer, Mrs. Christabel Taseer,
Dr. Noor Hussain and others, 1940

Faiz Ahmed Faiz in Army Uniform,
Delhi, 1942

Faiz Ahmed Faiz & Alys Faiz

Faiz Ahmed Faiz with elder brother Tufail
on latter's wedding day, 1942

Faiz Ahmed Faiz in
Lieutenant Colonel Uniform

Christabel and Alys Amritsar, 1938.

Christabel (Mrs. Taseer), 1923

Geoffery Osmand George, London, 1920.

Standing left to right:
Christabel Taseer, Mrs. George and Alys Faiz
Sitting left to right:
Mr. George, Salman Taseer, Maryam Taseer,
Salma Taseer, Salima Faiz and Dr. M.D. Taseer
Government College Open Air Theatre - Winter 1947

Mr & Mrs. George, Srinagar, Kashmir, 1944

Mr & Mrs George, London, 1940.

Faiz and Alys, 1956.

Alys Faiz, 1956.

Faiz, Alys, Salima and Moneeza, 1952.

Faiz Ahmed Faiz on his release from prison, 1955
L/R: Maryam Taseer, Salma Taseer, Salman Taseer, Faiz, Salima, Moneeza

Faiz with Moneeza and Salima, 1948

Faiz Ahmed Faiz and Moneeza Hashmi, 1950.

Faiz and Family in Lahore, 1955

Faiz with Moneeza and Salima, 1956

Faiz and Alys, 1956.

Moneeza, Salima, Alys and Faiz, Lahore, 1957.

Salima, Faiz and Alys.

Faiz Ahmed Faiz, 1951.

Alys, Nathia Gali, 1957.

Faiz Ahmed Faiz with family.
L/R: Faiz, Salima, Alys, Moneeza.

Faiz Ahmed Faiz,
1962.

Faiz's mother Sultan Fatima 'Bebe ji' (far right) with Faiz's younger daughter Moneeza (centre) and his brother Tufail's daughter Yasmeen

Faiz Ahmed Faiz and Col. Majeed Malik at Shoaib Hashmi and Salima Hashmi's Nikkah

Faiz Ahmed Faiz, Karachi, 1965

Faiz with Moneeza at her wedding, Karachi, 1967

Faiz and Alys, Chaukhandi tombs, Karachi, 1965
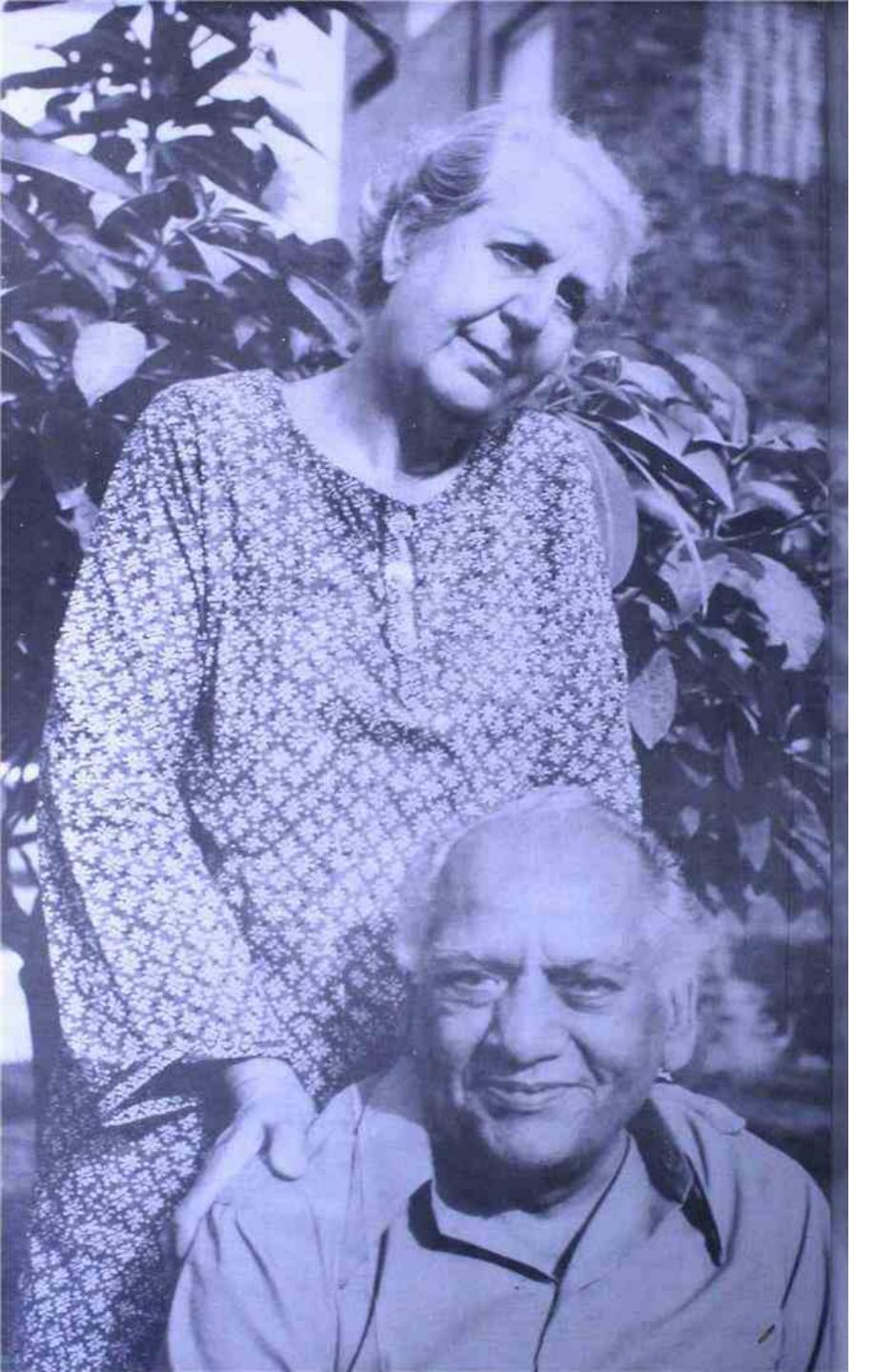
Alys and Faiz, Karachi, 1967.

Faiz Ahmed Faiz, 1962.

Alys and Faiz, Locations, 1967.

Faiz Ahmed Faiz, 1968.

Faiz & Alys with Mira Hashmi
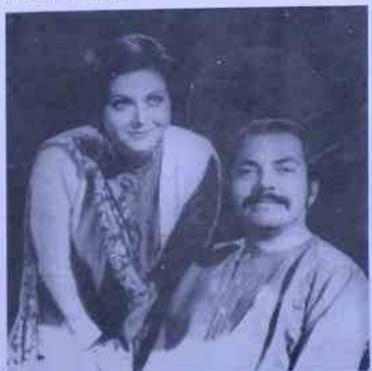
Salima Hashmi and Shoaib Hashmi, 1976

Faiz and Alys with Grandchildren.
L/R: Shoaib, Mira, Yaseer, Faiz, Adeel Alys and Ali.

Faiz Ahmed Faiz and Yasser Hashmi.

Faiz and Alys with Grandchildren.
L/R: Ali, Yaseer, Salima, Mira, Faiz, Adeel and Alys.
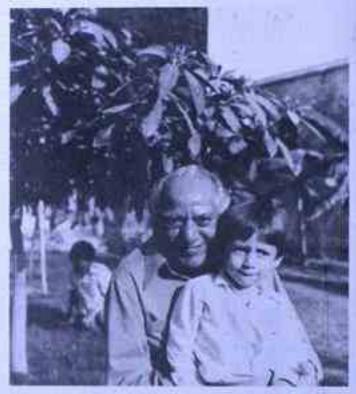
Faiz Ahmed Faiz and Adeel Hashmi.

Faiz Ahmed Faiz and Ali Hashmi.

Mira Hashmi

Yaseer Hashmi, 1970.

Yaseer Hashmi, 1970.
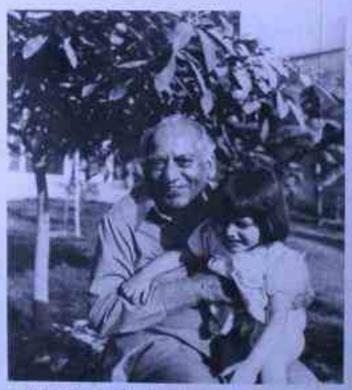
Faiz Ahmed Faiz and Mira Hashmi.

Alys Faiz, Salima Hashmi and Faiz Ahmed Faiz, 1978.

Salima Hashmi and Faiz Ahmed Faiz.

Faiz Ahmed Faiz, Lahore, 1984.

Salima Hashmi, 1977.

Faiz and Alys, Lahore, 1984
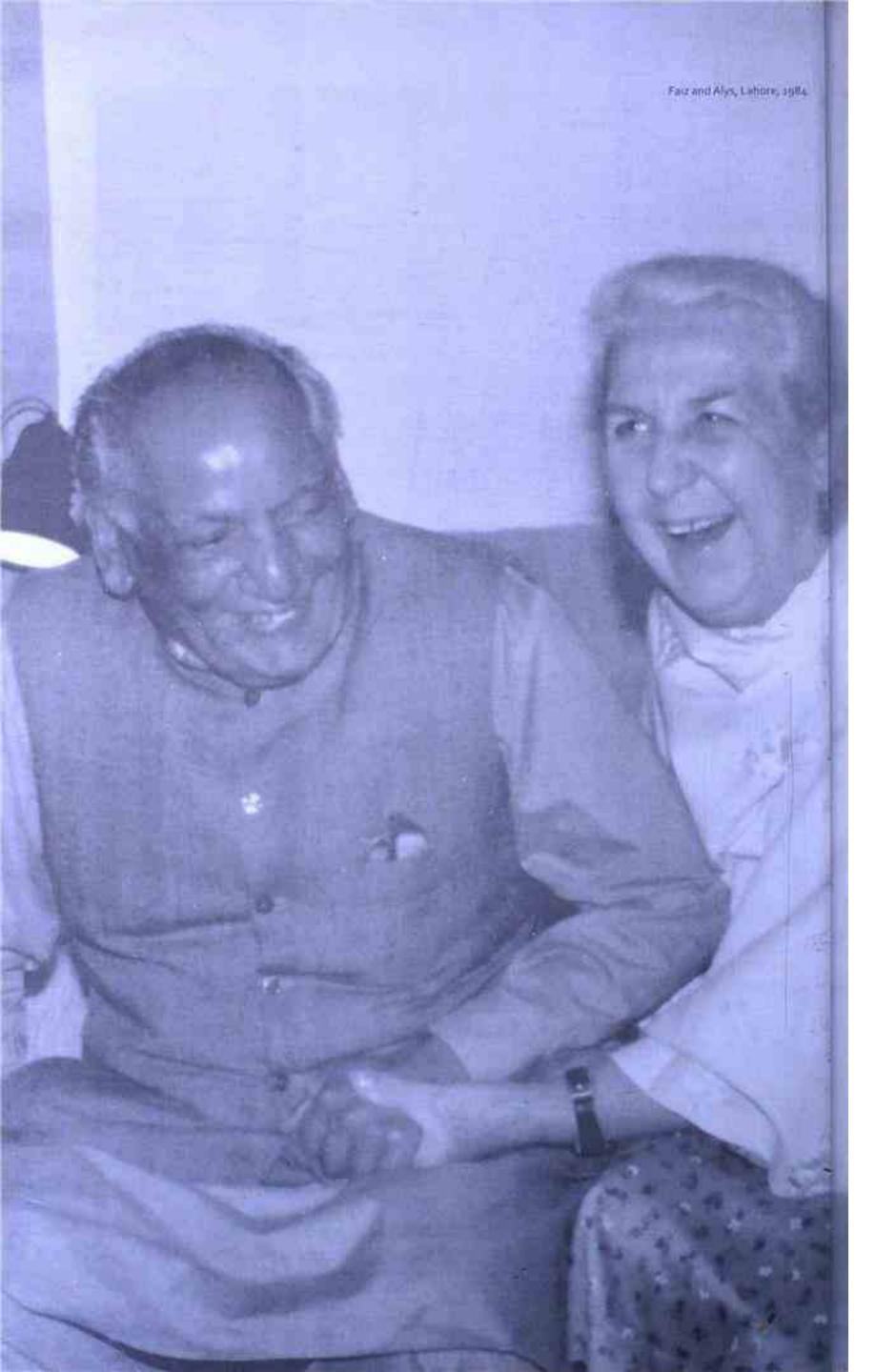
Faiz Ahmed Faiz, Alys Faiz and Adeel Hashmi, 1978

Faiz Ahmed Faiz, Alys Faiz, Shoaib Hashmi and Mira Hashmi, 1978

Faiz Ahmed Faiz with Ali Hashmi and Adeel Hashmi, Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Grandchildren, 1978

Faiz Ahmed Faiz with Moneeza Hashmi and Humair Hashmi, Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz, Alys Faiz, Salima Hashmi and Moneeza Hashmi, Lahore, 1982

Faiz Ahmed Faiz (Adeel Hashmi in his lap) with Moneeza Hashmi, Humair Hashmi and Ali Hashmi

Ali Hashmi, Alys, Faiz Ahmed Faiz, Moneeza Hahsmi, Humair Hashmi and Adeel Hahsmi
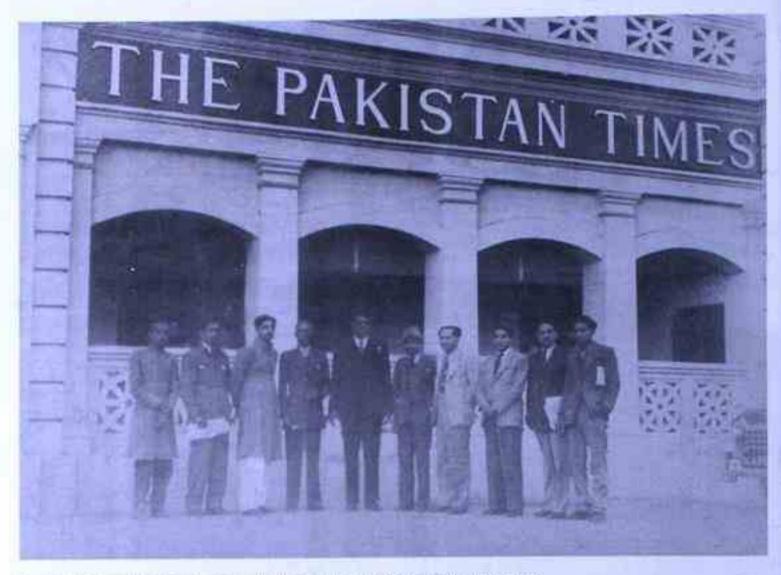
Faiz Ahmed Faiz standing fourth from right with the Editorial Staff of Pakistan Times, Lahore, 1947.

Faiz Ahmed Faiz in army uniform at a
Press Conference at the Civil Secretariat, Delhi, 1944.

Faiz Ahmed Faiz sitting second from left with the
Editorial Staff of Pakistan Times, Lahore, 1947.

Faiz Ahmed Faiz with delegates and journalist friends
at the 1st I.L.O Conference, San Francisco, U.S.A, 1948.

Faiz Ahmed Faiz addressing
railway workers, Lahore, 1948.

Faiz Ahmed Faiz with Anwar Shaheed, G. Alana, Malik Bashir Ahmed, and a friend at the 1st I.L.O. Conference, San Francisco, U.S.A, 1948

Faiz Ahmed Faiz with other journalists, San Francisco Airport, U.S.A, 1948
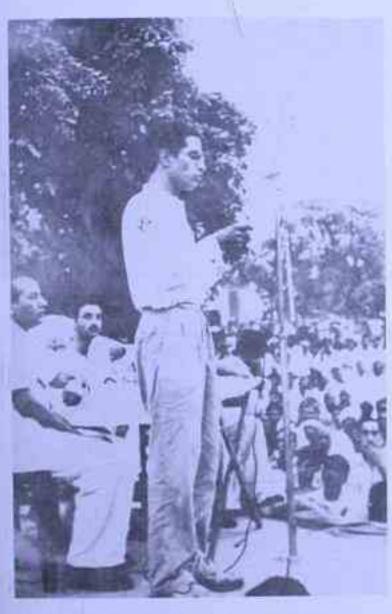
Faiz Ahmed Faiz with Ahmed Nadim Qasmi, addressing the Trade Union workers at Mochi Gate, Lahore, 1949.

Faiz Ahmed Faiz, 1949.

Faiz Ahmed Faiz as President of Postal Workers Union, addressing members outside G.P.O, Lahore, 1949

Faiz Ahmed Faiz with members of Postal Workers Union, Lahore, 1949.

Faiz Ahmed Faiz with Railway workers, Lahore, 1949
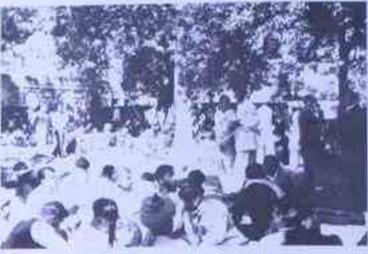
Faiz Ahmed Faiz with Railway Workers, Lahore, 1949

Faiz with Siraj_ul_Haq Gulchi at Workers Unions meeting in Lahore, 1949

Faiz Ahmed Faiz with other journalists at I.L.O. Conference in Geneva, 1949

After release from prison, Faiz addressing at a reception given in his honor by staff of Pakistan Times and Imroze, Lahore, 1955

Faiz in office of Pakistan Times talking to workers and Kashmiri leader K.H. Khurshid, 1950
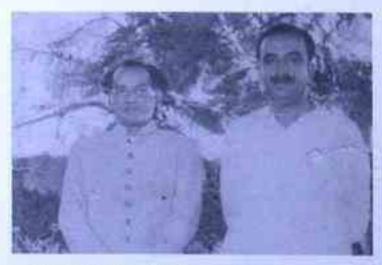
Faiz Ahmed Faiz with Rasul Baksh Talpur, 1955

After release from prison, Faiz Ahmed Faiz addressing at a reception given in his honor by staff of Pakistan Times and Imroze, Lahore, 1955

Faiz Ahmed Faiz with Indian President, Dr. Radha Krishnan and Ambassador of Pakistan Raja Ghazanfar Ali Khan at a *mushaira*, Delhi, 1955

Faiz Ahmed Faiz at Mushaira organised by Film Journalists Association, Bombay 1957. Poets Shailendra, Deepak, Majrooh Sultanpuri, Shakeel Badayuni, C.L. Kavish, Jigar Muradabadi, Ali Sardar Jafri and Nakshab are others in this photograph

Faiz Ahmed Faiz reciting a poem at a Delhi Mushaira with President of India Dr. Radha Kirshna present, 1955

Faiz Ahmed Faiz with other journalists watching a cultural troupe performance, Sinkiang, China, 1956

L/R: Mazhar Ali Khan, Mian Iftikhar-ud-din, Faiz Ahmed Faiz, Amir Hussain Shah, Nawab Imtiaz Kamal Haider

Faiz Ahmed Faiz at Mr. Majid Malik's house (his friend), Karachi, 1955.

Faiz Ahmed Faiz with Ahmed Saeed Nagi, Karachi, 1955

Faiz Ahmed Faiz in front of the Laughing Buddha, China, 1956.

Faiz Ahmed Faiz with Mir Khalil-ur-Rehman, Omer Qureshi, Ahmed Nadim Qasmi, and other journalists, China, 1956.

Faiz Ahmed Faiz with other journalists from Pakistan, watching school children performance, Shanghai, China, 1956

Faiz Ahmed Faiz with teachers of a school, Shanghai, China, 1956.

Faiz Ahmed Faiz, Summer Palace, Peking, 1956

Faiz Ahmed Faiz with journalists from Pakistan and China, Shanghai, 1956

Faiz Ahmed Faiz with other journalists, Dhaka, 1956.

Faiz Ahmed Faiz, watching a cultural troupe performance, Sinkiang, China, 1956.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Ahmed Nadim Qasmi and Iqbal Singh outside the Pakistan Times office, Lahore, 1957.

Prime Minister of Uzbekistan, Mr. Musharaf Rashid addressing the first Afro-Asian Writers Conference in Tashkent, 1958.

Faiz Ahmed Faiz with his Uzbek friend Mr. Aibek in Tashkent, 1958.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers in Tashkent during Conference, 1958.

Faiz Ahmed Faiz with Mr. Aibek, an Uzbek writer and his wife Zareefa Khanum in Tashkent, 1958.

During the first Afro-Asian Writers Conference, Faiz Ahmed Faiz with Hafeez Jalandhari, Ajit Kaur (Punjabi Poet, Writer), Nâzım Hikmet (Turkish Poet, Writer), Mulk Raj Anand and other Asian and Afro writers in Tashkent, 1958

Members of first Afro-Asian Writers' Conference in Tashkent, 1958.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers in Tashkent, 1958.

Faiz Ahmed Faiz with other journalists at a reception from Common Wealth Relations for journalists from Australia, Pakistan, India and U.K. in London, 1958

Hafeez Jallandhari and other members of Afro-Asian Writers' Conference in Tashkent, 1958.

Faiz Ahmed Faiz giving an interview to Mr. Amjad Ali, for BBC Pakistan Service in London, 1958

Madame Sen Yet Sen, Mian Iftikhar-ud-Din, Faiz Ahmed Faiz, Ahmed Nadim Qasmi and Mazhar Ali Khan at Mian Iftikhar-ud-Din's house, Lahore, 1959

Faiz Ahmed Faiz with Alys, Mustafa Zaidi, Salima and Moneeza in Lahore, 1960

Faiz Ahmed Faiz with Mustafa Zaidi in Lahore, 1960.

A student receiving prize from Faiz Ahmed Faiz, Sehba Lakhnavi is with Faiz.

Sibte Hassan, Faiz Ahmed Faiz, Hameed Akhtar and Ahmed Nadeem Qasmi

Faiz Ahmed Faiz, Alys Faiz, Mr. & Mrs. Metz (Asia Foundation Lahore), 41-Empress Road, Lahore, 1960-1961.

Faiz Ahmed Faiz with Dr. Nazir Ahmed, Principal Govt. College, Lahore.

Faiz Ahmed Faiz with Pakistani Film Actress Yasmeen, Lahore.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer, Malik Ram and others.

Faiz Ahmed Faiz going to Moscow to receive Lenin Peace Prize from Lahore, 1962.

Daughters Moneeza and Salima are standing next to him.

Faiz Ahmed Faiz receiving Lenin Peace Prize from Prof. Kebilton, Moscow, 1962.

After the Lenin Peace Prize ceremony, Faiz Ahmed Faiz standing with other professors, writers, and his daughter, Salima, 3rd from left, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz receiving Lenin Peace Prize, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz signing a visitors' book in Chekov Museum, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz giving an interview in Chekov Museum, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with his daughter, Salima, visiting the Chekov Museum, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Yuri Voronov and a friend, Centeral Asia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with his daughter, Salima Faiz, Mariam Salganik, Sveltana Gothin (interpreter), Chekov Museum Staff, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with fans, Central Asia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with fans, Central Asia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers, Mongolia, Central Asia, 1962

Faiz Ahmed Faiz visited Mongolia, Central Asia, 1962

Faiz Ahmed Faiz, Art Gallery, Moscow, viewing a painting that shows the scenes from a war fought against Napoleon

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers, Mongolia, Central Asia, 1962

Faiz Ahmed Faiz with Sveltana Gothin (interpreter), Art Gallery, Moscow, 1962

Faiz Ahmed Faiz receiving a medal, Art Gallery, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz signing visitors' book, Art Gallery, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Russian delegates, Art Gallery, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz visiting a dam, Georgia, 1962.
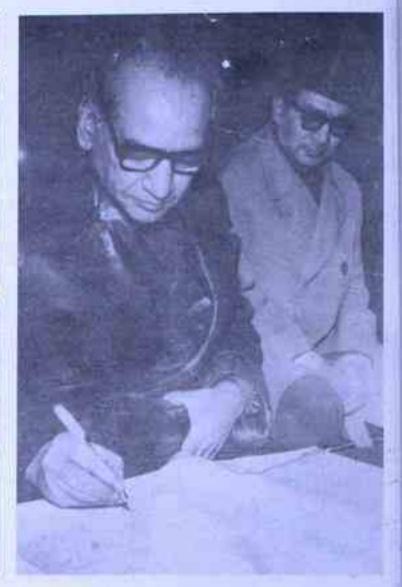
Faiz Ahmed Faiz signing visitors' book, Art Gallery, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz in a café, Rome. Photographed by his daughter, Salima, 1962.

Faiz Ahmed Faiz standing in front of Stalin's Summer House, Ritza, Georgia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Svetlana Gothin (interpreter), and a friend, Georgia, 1962.
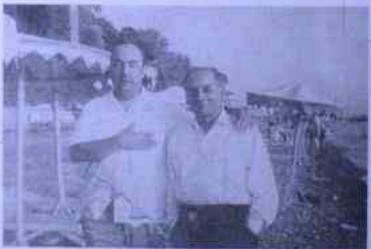
Faiz Ahmed Faiz with Pablo Neruda (Chile Poet), Sochi Beach near Black Sea, Georgia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer and a Russian friend, Moscow, 1962.

A tour of Sochi Beach, Georgia, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Mariam Salganik, Russian writer, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with an interpreter and a Russian friend, Art Gallery of Moscow, 1962.
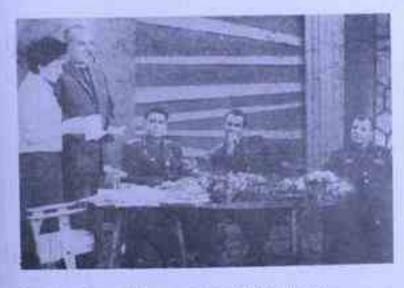
Faiz Ahmed Faiz with Russian astronauts, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers, Moscow, 1962.

Faiz Ahmed Faiz with Rasul Hamzatov at Black Sea, 1963.

Faiz Ahmed Faiz with artists at Samarqand National Theatre, Tashkent, 1963.

Safdar Meer, Moneeza Hashmi, Salima Hashmi, Faiz Ahmed Faiz, I.A. Rahman and Hamid Akhtar

Faiz Ahmed Faiz with Murtaza Bashir, a Bangladeshi painter, 1963

Mohd. Nabi Jan's family, Tashkent, 1963

Faiz Ahmed Faiz with Mohd. Nabi Jan's family,Tashkent, 1963

Faiz Ahmed Faiz, Noon Meem Rashid and others.
A poetic symposium recorded in London for BBC Urdu Service, seated round the table, 1963

Faiz Ahmed Faiz with Dr. Aftab Ahmed,during an interview for BBC Urdu Service, London, 1963

Faiz Ahmed Faiz in Kazakh dress in village of Russian poet Rasul Hamzatov, Kazakhstan,1964

Faiz Ahmed Faiz with Mr. Razzaq, Lahore,1964

Faiz Ahmed Faiz getting a warm welcome at Lahore Railway Station after returning from England on 26th February, 1964

Faiz Ahmed Faiz giving an autograph after the exhibition, Karachi, 1965

Faiz Ahmed Faiz inaugurating Shahid Sajjad's first exhibition, Karachi, 1965

Faiz Ahmed Faiz with Faqir Wahid-ud-Din, Lahore, 1965

L/R: Faqir Wahid-ud-Din, Sadequain and Faiz Ahmed Faiz, Lahore, 1965

Faiz Ahmed Faiz with Students of Islamia College, Karachi, 1965

Faiz Ahmed Faiz with Zulfiqar Ali Shah Bukhari during a mushaira, Karachi, 14th February, 1965

Faiz Ahmed Faiz with members of Bazm-e-Adab, Islamia College, Karachi,1965

Faiz Ahmed Faiz with Ahmed Faraz, Himayat Ali Shayar, Dr.Ghulam Bheeki and Dr. Aftab, Murree, 1966

Faiz Ahmed Faiz visiting Agricultural Center, Dhaka, 1966

Faiz Ahmed Faiz visiting Agricultural Center, Dhaka, 1966

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers at Hameed Ghulam's house, USSR, 1966

Faiz Ahmed Faiz giving speech on Agriculture under National and International Cooperation, Dhaka, 1966

Faiz Ahmed Faiz giving an interview for Moscow TV, 1967.
L/R: Abu Bakrof, Faiz Ahmed Faiz, Mariam Salganik

Faiz Ahmed Faiz during TV interview, Moscow, 1967

Faiz Ahmed Faiz at DJ Sindh Govt. College, Karachi
L/R: Wajid Jawad, Faiz Ahmed Faiz, Prof. Iftikhar Ahmed Ansari and Tariq Salahuddin, 1967.

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers at Hameed Ghulam's house, USSR, 1966.

Faiz Ahmed Faiz delivering a speech at a dinner party in his honor, Chittagong, 1967.

Faiz Ahmed Faiz with friends at Chittagong airport, 1967

Faiz Ahmed Faiz with Mrs. Zubeida Aghe, a Pakistani painter.

Faiz Ahmed Faiz giving speech on Defense Day, Chittagong Center, 1967

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with delegates from Russia at a Soviet Embassy function, Karachi, 1968.

Faiz Ahmed Faiz delivering a speech on "The Great October Socialist Revolution" at a Soviet Embassy function, Karachi, 1968.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Japanese delegates at an embassy function, Karachi, 1968.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with delegates from Russia at a Soviet Embassy function, Karachi, 1968.
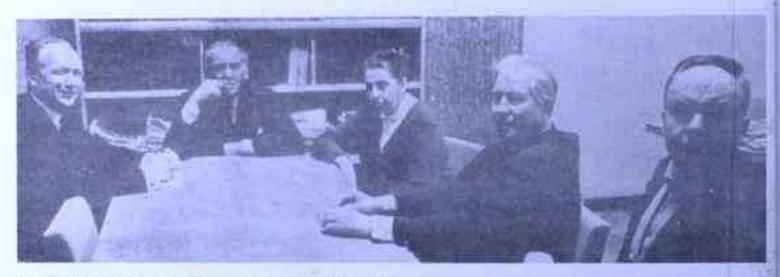
Faiz Ahmed Faiz with Russian writers and an interpreter, Moscow, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers and an interpreter, Moscow, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with Russian scouts during summer camp, Russia, 1968.

Faiz Ahmed Faiz during an interview for BBC Urdu Service, 31st December, 1968, London.
L/R: Asif Jillani, Faiz Ahmed Faiz, and Zia Mohi-ud-din

Faiz Ahmed Faiz with Russian friends, Moscow, 1968

Faiz Ahmed Faiz with a Soviet writer friend, Moscow, 1968

Faiz Ahmed Faiz at inauguration of "Lail-o-Nihar" Magazine, London, 1968.

Faiz Ahmed Faiz at inauguration of "Lail-o-Nihar" Magazine, London, 1968

Faiz Ahmed Faiz with staff of Mahatma Gandhi Memorial and Research Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz visiting Mahatma Gandhi's Memorial and Research Center and Library, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with staff of Gandhi Memorial Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz during visit of a Research Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz during a visit to library of Mahatma Gandhi Memorial Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with researchers and other staff of Mahatma Gandhi Memorial Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with researchers and other staff of Mahatma Gandhi Memorial Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with Japanese delegates at an Embassy function, Karachi, 1969.

Faiz Ahmed Faiz with researchers and other staff of Mahatma Gandhi Memorial Center, Mumbai, 1968.

Faiz Ahmed Faiz with Japanese delegates at an Embassy function, Karachi, 1969.

Faiz Ahmed Faiz with Sufi Tabassum, Qateel Shifai, Parvez Qateel and Dr. Mumtaz Raja

Faiz Ahmed Faiz with friends at Col. Shad's house, Wah, 1969

Col. Shad, Faiz Ahmed Faiz, Sufi Tabssum and Syed Zameer Jafri, Wah, 1969

Faiz Ahmed Faiz during an interview at Lahore Radio Station, 1969.

Faiz Ahmed Faiz, Syed Zameer Jafri and Col. Shad, Wah, 1969.

Faiza Ahmed Faiz with Kulsom Sayani, Bombay Airport, 1970.

Sajjad Zaheer, Ludmilla Vaselava and Faiz Ahmed Faiz in Russian Hotel, Moscow, 1969.

Faiz Ahmed Faiz with children during a function at Pakistan High Commission, New Delhi, 1970.

Faiz Ahmed Faiz with poets, Bombay Airport, 1970.

L/R: Sveltana Gothin (interpreter), Faiz Ahmed Faiz and Sajjad Zaheer of the Communist Party of India, Moscow, 1970.

Faiz Ahmed Faiz during a function at Pakistan Embassy, New Delhi, 1970.

Faiz Ahmed Faiz during a function at Pakistan Embassy, New Delhi, 1970.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer, Moscow, 1970.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer during an interview, 1970.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer and Russian writers, Moscow, 1970

Faiz Ahmed Faiz during an opening ceremony of Jashn-e-Mohammed Shah, Gujjar Khan, 1972.

An exhibition on Faiz Ahmed Faiz at P.E.C.H.S Girls College, Karachi. Special paintings done by Sadequain on the 60th birthday of Faiz Ahmed Faiz, 1971

Faiz Ahmed Faiz taking a look at poetry books, 100 years old, written by Pir Syed Mohammed Shah, a famous Pothavar poet, Kaniara Sharif, 1972

Faiz Ahmed Faiz with Syed Pir Badshah after dastar bandi at the shrine of Pir Syed Mohammed Shah in Kaniara Sharif, Gujjar Khan, 1972

Faiz Ahmed Faiz presiding a Seminar on "Oriental Arts" as President of Arts Council of Pakistan, Ashkhabad, 1972

Faiz Ahmed Faiz giving bath to the Shrine of Pir Syed Mohammed Shah with rose water, Kaniara Sharif, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with a group of Afro-Asian writers after a Seminar and Congress on "Oriental Arts", Ashkhabad, USSR, 1972.
Seated L/R: Khidir Deryayev (Novelist, Turkmenistan), Z. Ansari (India), S. Hassan (Pakistan), Aman Kekilov (Academician, Turkmenistan), Sajjad Zaheer (India), Faiz Ahmed Faiz (Pakistan) and Ogulnabad (hostess).

Faiz Ahmed Faiz with Sheikh Bashir at an Embassy function, Islamabad, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer and other Afro-Asian writers, Ashkhabad, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with Sheikh Bashir at an Embassy function, Islamabad, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers, Ashkhabad, 1972.

Sajjad Zaheer and Begum Razia Sajjad Zaheer with Krishan Chander, Ali Sardar Jaffri and friends, New Delhi, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with Sajjad Zaheer and Russian writers, Moscow, 1972.

Faiz Ahmed Faiz reciting a poem at "All Pakistan Urdu-Sindh Mushaira", Karachi, 1973.
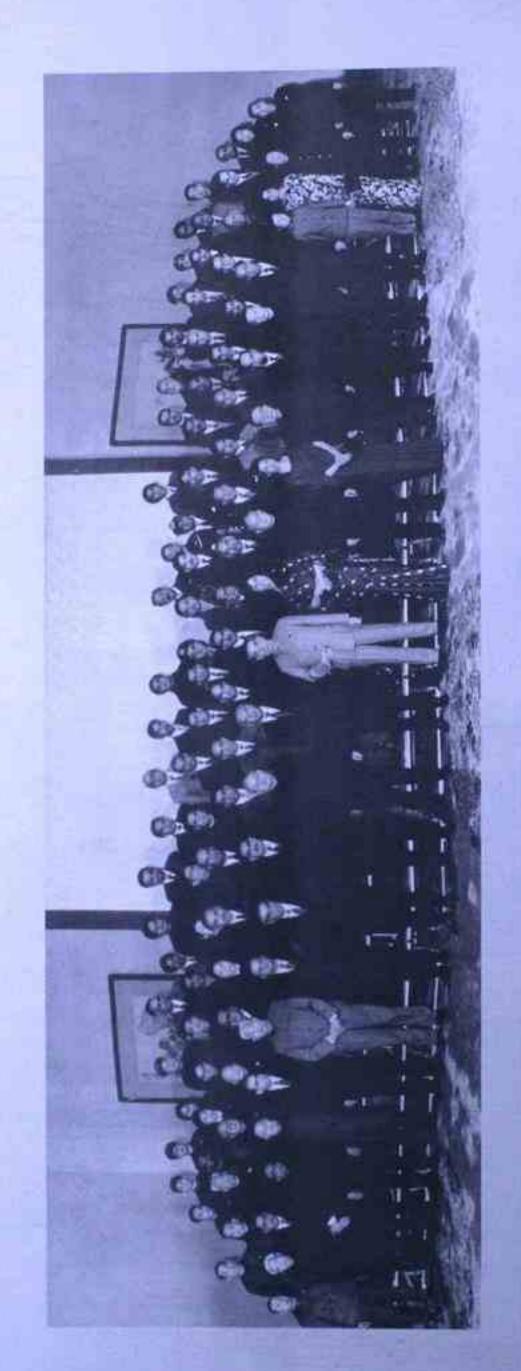
Faiz Ahmed Faiz with Prime Minister Zulfiqar Ali Bhutto, Begum Nusrat Ali Bhutto and Ministers and journalists from Pakistan and China, 1972.

Faiz Ahmed Faiz with Syed Zameer Jafri, Mukhtar Masud, Sheikh Manzur Elahi, Sultan Rashk, Brigadier Siddique Salik, Mumtaz Mufti and other friends at Syed Zameer Jafri's house, 1973.

Syed Zameer Jafri, Faiz Ahmed Faiz, and Brigadier Siddique Salik at Syed Zameer Jafri's house, 1973.

Syed Sharifuddin Pirzada, Pir Mehfooz, Zulfiqar Ali Bhutto, Faiz Ahmed Faiz and others, Sindh Club.

Faiz Ahmed Faiz at his first ever telecast for Indian TV. Produced and presented by Qaiser Qalander; Delhi TV station for Amritsar TV, 1973. L/R: Qaisar Qalander, Dr. G. N. Narang, Faiz Ahmed Faiz, Sikander Ali Wajd, etc.

Faiz Ahmed Faiz giving autographs to students, Karachi, 1973.

Faiz Ahmed Faiz reciting a poem at Indian TV mushaira during recording, Delhi, 1973.

1st TV mushaira on Indian TV recorded for Amritsar, Delhi, 1973. L/R: Qaisar Qalander, Dr. G. N. Narang, Faiz Ahmed Faiz, K. K. Nayyar, and Sikander Ali Wajd.

L/R: Qaisar Qalander, Faiz Ahmed Faiz, Sikander Ali Wajd during tea, TV Center, Delhi, 1973.

Faiz Ahmed Faiz with Sheila Bhatia, an Indian poetess at Delhi TV center before recording of TV mushaira, produced by Qaiser Qalander, 1973.

Faiz Ahmed Faiz attended by makeup man with Qaiser Qalander, Director, TV Center Delhi, 1973.

L/R: Sikander Ali Wajd, Qaiser Qalander, Faiz Ahmed Faiz, Z. Rizvi TIL. Aima (Air TV) after the recording of the first telecast mushaira, Delhi, 1973.
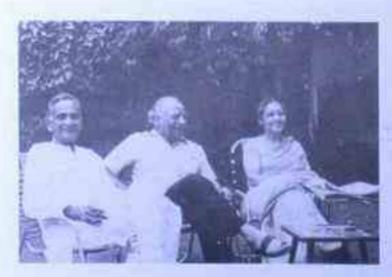
Faiz Ahmed Faiz with Mr. and Begum Bilgrami, Delhi, 1973.

Faiz Ahmed Faiz attended by makeup man, TV Center, Delhi, 1973.

Faiz Ahmed Faiz with Farida Khanum, Karachi, 1974

Faiz Ahmed Faiz during a radio telecast at Pakistan Broadcasting Corporation, Lahore, 1973. L/R: Baqir Rizvi, Faiz Ahmed Faiz, Sufi Tabassum, and Hameed Akhtar.

Faiz Ahmed Faiz with Faiz-ul-Hassan, Lahore, 1975

Faiz Ahmed Faiz with Hameed Akhtar, Lahore, 1975

L/R: Abid Shah, Dr. Ayub Mirza, Faiz Ahmed Faiz, Nazish Abid Shah, Munoo Bhai, Sarmad Ali and Amjad Ali Shah, Islamabad, 1975

L/R: Abid Shah, Dr. Ayub Mirza, Faiz Ahmed Faiz and Shaukat Ali, Islamabad, 1975

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers during a Symposium on literature, Manila, Philippines, 1975

Faiz Ahmed Faiz with Dr. Ayub Mirza, Abid Shah and Nazish Abid Shah, Islamabad, 1975

Faiz Ahmed Faiz at Bombay airport, 1975 L/R: Sardar Gurbachan Singh, Abid Ibne Asar, Faiz Ahmed Faiz, Inspector Mukhtar Ansari and Sub-inspector Riaz Herreyker.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers during a Symposium on literature, Manila, Philippines, 1975.

Sadequain, Huma Khawar, Huma's Mother and Faiz Ahmed Faiz, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with members of General Conference by UNESCO, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with members of UNESCO Conference, Nairobi, Kenya, 1976

Faiz Ahmed Faiz with UNESCO Conference members and their families, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with a friend, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with members of Afro-Asian Writers Conference, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with Qudrat ullah Shahab and friends, after the UNESCO Conference, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with Russian writers during Afro-Asian Writers Conference, Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with Qudrat ullah Shahab and friends during a visit to a small town of Narok, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with artists of "Rangmanch Theatre" after a variety program "Kanak Di Balli", Nairobi, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with children of Narok, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with children of Narok, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with friends, Narok, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with friend, Narok, Kenya, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with friends during a symposium, Manila, Philippines, 1976

Faiz Ahmed Faiz during a symposium on "The Role of Cultural Centres and Festivals in the Artistic Exchange among Asian Countries", Manila, Philippines, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with Bekal Utsahi, Ali Sardar Jafri, Hifz ul Kabir and others.

Faiz Ahmed Faiz, Ismat Chughtai and Begum Sarfraz Iqbal, 1976.

Faiz Ahmed Faiz with other poets during a mushaira, Birmingham, 1977.

Faiz Ahmed Faiz, Masud Ashar and Intizar Hussain

Faiz Ahmed Faiz with Mr. and Begum Beider, Birmingham, 1977

Faiz Ahmed Faiz with Krishan Chander and Salma Siddiqui

Faiz Ahmed Faiz with Mr. Beider, Birmingham, 1977.

Faiz Ahmed Faiz with a friend during an Embassy function, Islamabad, 1977.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with a Russian writer, Mongolia, 1978.
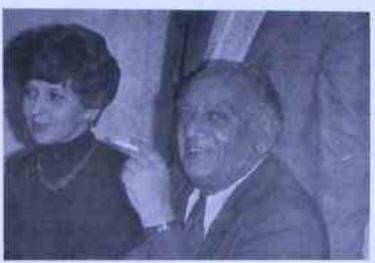
Faiz Ahmed Faiz with Lyudmilla Vaselava, Russian poetess, Beirut, 1977.

Faiz Ahmed Faiz with Indian writers, Nampally, Hyderabad Deccan, 1978.

Faiz Ahmed Faiz during an exhibition on Allama Iqbal by Abbasi Abidi, Lahore Museum, 1978.

Faiz Ahmed Faiz during a mushaira, Nampally, Hyderabad Deccan, 1978.

Faiz Ahmed Faiz getting a warm welcome, Hyderabad Deccan, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with filmmaker Muzaffer Ali, 1978.

Faiz and Shaz Tamkanat

Faiz Ahmed Faiz during a mushaira, Bhopal, 1978.

Faiz Ahmed Faiz giving autographs to schoolgirls, New Delhi, 1978.
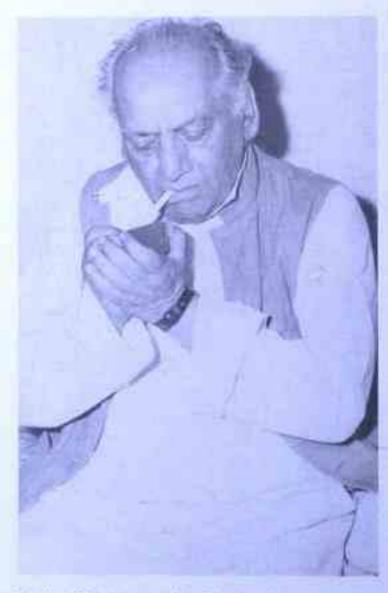
Faiz Ahmed Faiz during a mushaira, Bhopal, 1978.

Faiz Ahmed Faiz reciting his poem during a mushaira, Bhopal, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with poets and writers, Bhopal, 1978.

Faiz Ahmed Faiz giving autographs during mushaira at Sangeet Natak Akademi, New Delhi, 1979.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz at Sangeet Natak Academy, New Delhi, 1979.

Faiz Ahmed Faiz at Sangeet Natak Akademi, New Delhi, 1979.

Faiz Ahmed Faiz giving autographs during mushaira at Sangeet Natak Akademi, New Delhi, 1979.

Faiz Ahmed Faiz during a mushaira at Sangeet Natak Akademi, New Delhi, 1979.

Faiz Ahmed Faiz during a party given in his honor, Dacca, 1978.

Alys Faiz with other guests during a party, Dacca, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with members of Chandigardh Sahatiya Akademi, Chandigardh, 1978.

Faiz Ahmed Faiz enjoying the music at Latif Owaisi's house, Toronto, Canada, 12 November 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Aziz Ahmed and Hifz ul Kabir,
Toronto, Canada, 17 November 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Hifz ul Kabir,
Toronto, Canada, 17 November 1978.
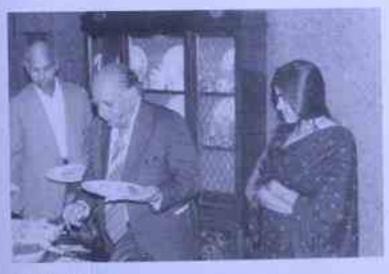
Faiz Ahmed Faiz,
Toronto, Canada, 17 November 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Hifz ul Kabir,
Toronto, Canada, 17 November 1978.

Aziz Ahmed talking about Faiz Ahmed Faiz's poetry,
Toronto, Canada, 18 November 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Hifz ul Kabir,
Toronto, Canada, 18 November 1978.
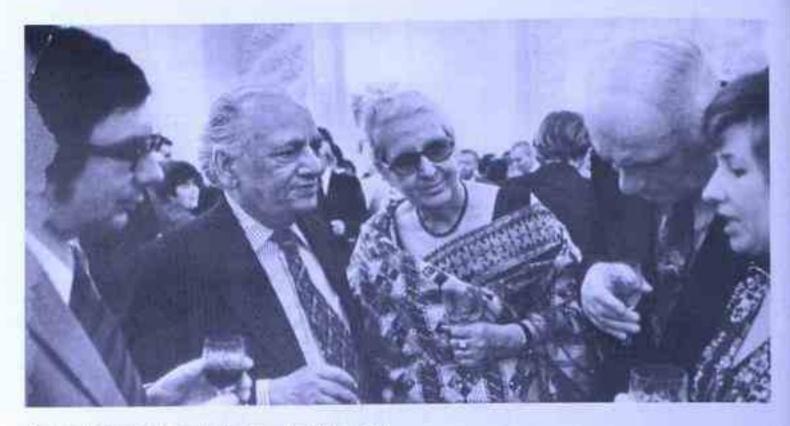
Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Afro-Asian writers, Moscow, 1978

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Lyudmilla Vaselava, Mariam Salganik, and Russian writers, Moscow, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers, during a visit to Moscow, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Sveltana Gothin, Russian interpreter, Moscow, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Alex Leguma, (South African Writer), Mu'in Bseiso, (Palestinian poet), and Afro-Asian writers during a conference, Tashkent, 1978.In the first row (sitting) the first from left is Mirsayed Mirshakar (1912-1993), a Tajik poet, Chief of the Tajik branch of the Committee for Asian and African Solidarity. Last one in the row (on Faiz Sahib's right) is Alex La Guma (1925-1085), one of the most notable South African novelist of the 20th century. Standing just behind Faiz sahib, with glasses, is Mahmoud Darwish (1941-2008). He was regarded as the Palestinian national poet Left to him is Anuar Alimzhanov (1930 - 1963) a famous Soviet Kazakh writer (writing primarily in Russian), the chairman of the board of the Kazakhstan Writers' Union.Left to him the tall man in white is Mu'in Bseiso (1926 -1984), a Palestinian poet, he was the vice Editor in Chief of the Lotus Magazine. Next three are Vietnamese writers.

Faiz Ahmed Faiz with a Russian writer, Lyudmilla Vaselava, Tashkent, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with writers, Afro-Asian Writers' Conference, Tashkent, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Russian Writers during Afro-Asian Writers' Conference, Tashkent, 1978.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian writers, Tashkent, 1978.

Inauguration of "Lotus Magazine," Beirut, 1979.L/R: Mu'in Bseiso, Palestinian poet, Faiz Ahmed Faiz, PLO Leader Yasser Arafat, etc.

Faiz Ahmed Faiz, Alys Faiz with PLO Leader Yasser Arafat at inauguration of "Lotus Magazine", Beirut, 1979.

Faiz Ahmed Faiz with Alex La Guma, a South African writer, Adis Ababa, 1979.

Faiz Ahmed Faiz with Qaiyum Lodhi, Los Angeles, USA, 1979.

At Common Wealth Institute, 1979. On stage L/R: Zehra Nigah, Zia Mohi-ud-Din, Iftikhar Arif, and Faiz Ahmed Faiz.

Faiz Ahmed Faiz, Common Wealth Institute, London, 1979.
Front Row: Mushtaq Ahmed Yusafi, Mariam Taseer, Alys Faiz, Majid Ali, Begum F. R. Khan, Lala Bharat Ram, Humayun Gauher.

Faiz Ahmed Faiz, 1979.

Faiz Ahmed Faiz at Common Wealth Institute, London, 1979.

An evening in honor of Faiz Ahmed Faiz, London, 1980.

An evening in honor of Faiz Ahmed Faiz, London, 1980.

Faiz Ahmed Faiz and Salima Hashmi, London, 1980

Faiz Ahmed Faiz, Beirut, 1980

Faiz Ahmed Faiz, London, 1980
L/R: Humair Hashmi, Faiz Ahmed Faiz,
Dr. Ayub Mirza, Khwaja Mairaj, and Salima Hashmi.

Faiz Ahmed Faiz with Alys Faiz, Mu'in Bseiso,
Salima Hashmi, Mira Hashmi, and a Russian friend, Beirut, 1980.

Faiz Ahmed Faiz as editor-in-chief of "Lotus Voice",
Beirut Office, 1980.

Faiz Ahmed Faiz presiding the symposium on "Afro-Asian Drama" from May 16-20, Damascus, 1980.

Faiz Ahmed Faiz with a Indian Ambassador G. R. Dhoom and Begum Dhoom during an Indian Embassy function, Beirut, 1980.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Lodhi's family, Toronto, Canada, 1980.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz, Ontario, Great Lake, Canada, 1980.

Faiz Ahmed Faiz with friends, Bulgaria, 1980.

Faiz Ahmed Faiz with Mansoor Khalifa, Toronto, Canada, 1980.

During Calcutta's Reception for Faiz Ahmed Faiz, 1980. L/R: Qaiser Qalander, Faiz Ahmed Faiz, Kamel Siddiqui and Begum Qaiser Qalander.

Faiz Ahmed Faiz with friends, Bulgaria, 1980.
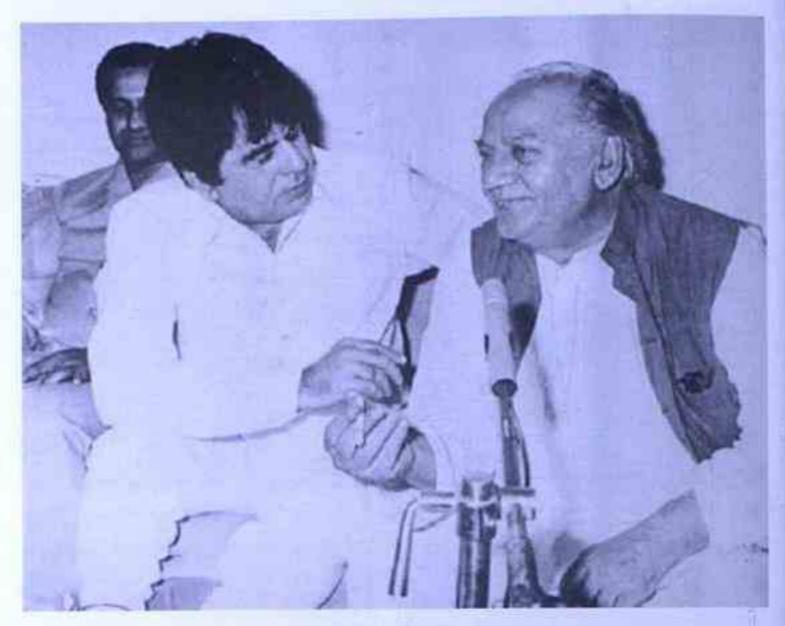
Faiz Ahmed Faiz and Dilip Kumar

Faiz Ahmed Faiz, Jan Nisar Akhtar, Raj Kapoor and Shahid Latif

Faiz Ahmed Faiz and Dilip Kumar

Faiz Ahmed Faiz, Satyajit Ray and Sabir Dutt, 1980.

Faiz Ahmed-Faiz and Javed Akhtar
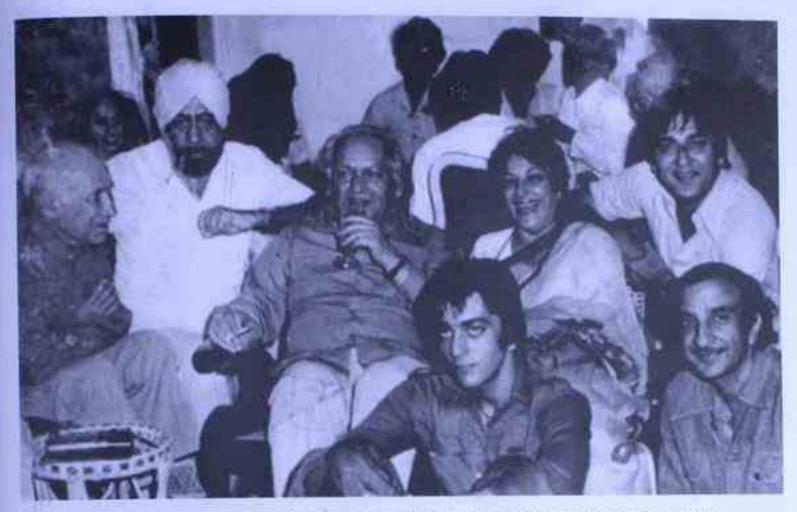
Faiz Ahmed Faiz with Sunil Dutt, Nargis, Sanjay Dutt, Khawaja Ahmed Abbas, Rajinder Singh Bedi and Raj Khosla, Bombay, 1981.

Faiz Ahmed Faiz and Qurat ul Ayn Haider

Faiz Ahmed Faiz, Sunil Dutt, Alys Faiz, Sabir Dutt and Hassan Kamal

Faiz Ahmed Faiz and S.M Shahid

Faiz Ahmed Faiz and Qudratullah Shahab

Faiz Ahmed Faiz with Sahir Ludhianvi, Rajinder Singh Bedi, Jan Nisar Akhtar, Naushad, R.D. Barman, Majrooh Sultanpuri

Allahabad University honors Faiz Ahmed Faiz on 15th April, 1981. L/R: VC. U.N. Singh, Upendra Nath Ashk, Faiz Ahmed Faiz, Mahadevi Verma, Firaq Gorakhpuri, Dr. Mohammed Hassan and others.

Ali Sardar Jafri, Sahir Ludhianvi and Faiz Ahmed Faiz

All India Peace and Solidarity Organization welcomes Faiz Ahmed Faiz in Allahabad, 1981.

Sahir Ludhianvi, Faiz Ahmed Faiz, Kashmiri Lal Zakir and Qateel Shifai, Delhi, 1956.

Faiz Ahmed Faiz at a reception given in his honor, New Delhi, 1981.

Faiz Ahmed Faiz at a reception given in his honor, New Delhi, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with friends, New Delhi, 1981.

Faiz Ahmed Faiz receiving a book at a reception for him, New Delhi, 1981.

Mr. Atal Behari Vajpayee greeting Faiz Ahmed Faiz at a reception given in Faiz Ahmed Faiz's honor, New Delhi, 1981.

Mr. Atal Behari Vajpayee welcoming Faiz Ahmed Faiz, New Delhi, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with friends, New Delhi, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with Mu'in Bseiso,
a Palestinian poet friend, Beirut, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with friends, Beirut, 1981.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz, Kingston, Canada, 1981.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Irfan Rashid's family,
Kingston, Canada, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with Mr. Bangish, Birmingham, 1981.

Faiz Ahmed Faiz with a famous Pakistani journalist Yahya
at Urdu Markaz, London, 1980.

Mir Rasul Bux Talpur, Faiz Ahmed Faiz and
Ahmed Faraz, 1982

Faiz Ahmed Faiz's 70th Birthday celebrated at Mr. Badar's house,
Birmingham, 1981. L/R: Naheed Niazi, Begum Badori
and Begum Badar with Faiz Ahmed Faiz.

Faiz Ahmed Faiz's 70th Birthday celebrations in Honolulu, 1981. Moneeza Hashmi with Bill Lobban reciting poems of Faiz in Urdu and English.

Moneeza Hashmi displaying Faiz Ahmed Faiz's books and photographs on his birthday, Honolulu, 1981.

Faiz Ahmed Faiz giving autographs at a reception in his honor, Allahabad, 1981.

Faiz Ahmed Faiz's 70th Birthday celebrations in Honolulu, 1981. Moneeza Hashmi with Bill Lobban reciting poems of Faiz in Urdu and English.

Faiz Ahmaed Faiz giving an interview to Shafi Aqeel of Jang Daily on German Literature, Karachi, 27th Nov, 1982.
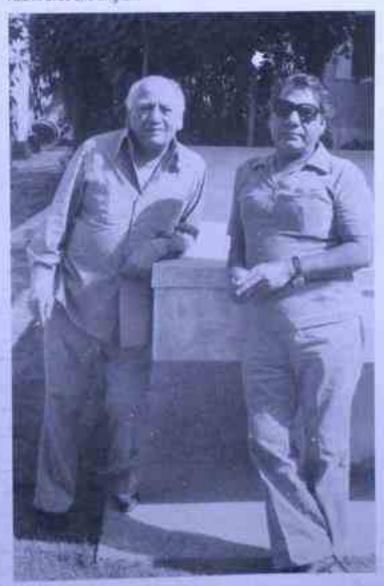
All India Peace and Solidarity Organization welcomes Faiz Ahmed Faiz in Allahabad, 26th April 1981. L/R: Muhammad Hassan, Justice S.J. Haider of Allahabad High Court, Zia-ul-Haq, Prof. O.P. Bhatnagar, Faiz Ahmed Faiz, Zehra, Haider, S. M. Askari and Masood Mahmood.

Faiz Ahmaed Faiz with Shafi Aqeel, Karachi, 1982.

Faiz Ahmaed Faiz attending Afro-Asian Writers' meeting, Damascus, 1982.

Faiz Ahmaed Faiz with Naeem Pasha and Sibtey Hassan at Naeem Pasha's house, Rawalpindi, 1982.

Faiz Ahmaed Faiz with Abid Shah and other friends, Islamabad, 1982.

Faiz Ahmaed Faiz with Afro-Asian Writers, Damascus, 1982.

Faiz Ahmaed Faiz with members of Afro-Asian Writers' Conference, Manila, 1982.

Faiz Ahmed Faiz at Afro-Asian Writers' meeting, Manila, 1982.

Faiz Ahmed Faiz during a Conference, Canada, 1982.

Faiz Ahmed Faiz during a Conference, Canada, 1982.

Faiz Ahmed Faiz with Ahmed Nadeem Qasmi, Qateel Shifai, Amjad Islam Amjad, Hassan Rizvi and Khalid Ahmed

Faiz Ahmed Faiz with Munir Niazi, Qateel Shifai and Sheikh Manzur Elahi.

Faiz Ahmaed Faiz, Humair Hashmi and Faiz's cousin Chaudhrey Sadiq at Faiz's village, Kala Kadir, 1982

Faiz Ahmed Faiz with Ahmed Faraz, London, 1982

Faiz Ahmed Faiz with friends, Beirut, 1982

Faiz Ahmed Faiz with Shoaib Hashmi, Mamoon Iqbal, Bushra Aitezaz and Naeem Pasha during birthday celebrations of Faiz Ahmed Faiz, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz with Salima Hashmi.

Faiz Ahmed Faiz addressing a seminar at School of Oriental and African Studies, London, 1982. L/R: Iftikhar Arif, Dr. Gopi Chand Narrang, Saqi Farooqi and Faiz Ahmed Faiz.

On Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday, Lahore, 1982
L/R: Dr. Ayub Mirza, Faiz Ahmed Faiz, Salima Hashmi, Alys Faiz and Nazish Abid Shah

L/R: Yousaf Kamran, Sufi Tabassum, Kishwer Naheed, Faiz Ahmed Faiz, Tanveer Masood and Munir Niazi on Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz with Nayyera Noor, Farooq Qaiser, Nazish Shah, and Moneeza Hashmi on Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz, Abdullah Malik and Nayyera Noor on Faiz Ahmed Faiz's birthday, 1982

On Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday, 1982.
Faiz Ahmed Faiz with Salima Hashmi, Nayyera Noor, Nazish Abid, and Tanveer Masood, Lahore, 1982.

On Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday celebration, Lahore, 1982.
Nazish Abid Shah and Arshad Mehmood.

On Faiz Ahmed Faiz's birthday celebrations, Farooq Qaiser and Arshad Mehmood, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz with Tanveer Masood on Faiz Ahmed Faiz's 71st birthday, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Mr. Smirnov, Ambassador of Russia, at USSR Embassy, Islamabad, 1983

Faiz Ahmed Faiz with Alys Faiz, Lahore, 1982.

Faiz Ahmed Faiz at 102 H, Model Town, Lahore, 1983.

Faiz Ahmed Faiz at 102 H, Model Town, Lahore, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Kishwar Naheed and I. A. Rehman on his 72nd birthday, Lahore, 1983.

Alyz Faiz and Zafaryab, "View Point" Office, Lahore, 1980.

Faiz Ahmed Faiz with Syed Sibtey Hassan at Naushaba Zuberi's residence, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz being greeted by the Soviet Ambassador, Mr. Smirnov at USSR Embassy function, Islamabad, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Sibtey Hassan, during Friendship House Function, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Sibtey Hassan, during Friendship House Function, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Tahira Rafi at her residence, Karachi, January, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Zeba Haleem, giving an autograph, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz's 72nd birthday celebration at Alhamra Hall, Lahore, 1983. Ikram-ul-Waheed playing sitar.

Faiz Ahmed Faiz's 72nd birthday celebration at Alhamra Hall, Lahore, 1983. Farida Khanum singing Faiz.

L/R: Alys Faiz, Mujahid Tirmazey, Faiz Ahmed Faiz and Abdullah Malik at Mujahid Tirmazey's residence, London, 1983.

Faiz Ahmed Faiz during his 72nd birthday celebrations at Alhamra Hall, Lahore, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Inge Durrani and Saleem Shahid at Mr. Bader's residence, Birmingham, 1983.

Faiz Ahmed Faiz at a party given in his honor by Mujahid Tirmazey, London, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Mohammad Hussain Ata and Ali Imam, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with friends, Birmingham, 1983.

USSR Embassy function:
L/R: Muzher Ali Khan, Mr. Smirnov, (Russian Ambassador), I.A. Rehman and Faiz Ahmed Faiz, Islamabad, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Mohammad Hussain Ata, Ali Imam and other friends, Karachi, 1983.

Faiz Ahmed Faiz, 102-H Model Town, Lahore, 1983.

Faiz Ahmed Faiz in Cromwell Hospital, London, September, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Mu'in Bseiso (Palestinian poet), and Alex Leguma (South African writer) during Afro-Asian Writers' Conference, Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Mr. and Begum Subhas Mukherjee from Bengal and also a member of Board of "Lotus", Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Alex Leugma (South African writer) and a Russian poet, Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Afro-Asian Writers during a conference, Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Mr. and Begum Alex Leguma, Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with an interpreter and Russian friends, Tashkent, 1983.

Faiz Ahmed Faiz being greeted by a Russian writer and an interpreter, Tashkent, 1983.

During inauguration of Ahmed Faraz's book, Annemarie Schimmel, Iftikhar Arif and Faiz Ahmed Faiz, London, 1983.

Ronumai of Ahmed Faraz's book "Bei Awaz Gali Kochoon Mei" at Urdu Markaz, London, 1983. L/R: Shohrat Bokhari, Mohammad Ali Siddiqui, Ahmed Faraz, Annemarie Schimmel, Iftikhar Arif and Faiz Ahmed Faiz, 1983.

Faiz Ahmed Faiz and Noon Meem Rashed share a light moment together.

Faiz Ahmed Faiz with Annemarie Schimmel, Iftikhar Arif, Mohammad Ali Siddiqui and others at Urdu Markaz, London, 1983.

Shahida Ahmed, Sardar A. Singh, Faiz Ahmed Faiz and Iftikhar Arif

Faiz Ahmed Faiz,
London, 1983.

L/R: Upinder Nath Ashk, Mohammad Ali Siddiqui, Abdullah Hussain, Shohrat Bokhari, Faiz Ahmed Faiz, Zehra Nigah and Iftikhar Arif at Urdu Markaz, London, 1983.

L/R: Faiz Ahmed Faiz, Iftikhar Arif, Zehra Nigah, Raza Ali Abidi and Mushtaq Ahmed Yusufi at book launch of Iftikhar Arif "Mehr-e-Doneem", London, 1983.

Faiz Ahmed Faiz opening an exhibition at USSR Cultural Center, Karachi, January 15th, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Raees Jahan, Ahmed Rasheed, Baqir Naqvi and Sardar A. Singh, London, 1983.

Faiz Ahmed Faiz with Sibtey Hassan and Head of USSR Cultural Center, Karachi, January 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Russian friends during an exhibition at USSR Cultural Center, Karachi.

Faiz Ahmed Faiz with friends at Friendship House, Karachi, 1984.

Faiz Ahmed Faiz during an exhibition at USSR Cultural Center, Karachi, 1984.

Faiz Ahmed Faiz giving autograph to Ada Jafri, Karachi, January 1984

Faiz Ahmed Faiz with Ustad Daman at the book launching ceremony of Qamer Yourash's book "Yaran-e-Maikada", Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Shahid Rizwan at home, Lahore, February 21st, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Qamer Yourash, Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Ustad Daman, Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Kishwar Naheed and I. A. Rehman, Lahore, 1984

Faiz Ahmed Faiz with Ustad Daman and friends, Lahore, 1984

Ahmed Faraz, Faiz Ahmed Faiz and Saqi Farooqi

Faiz Ahmed Faiz and Hameed Akhtar

Faiz Ahmed Faiz and Ahmed Nadeem Qasmi

Faiz Ahmed Faiz, Agha Nasir and Sadequain
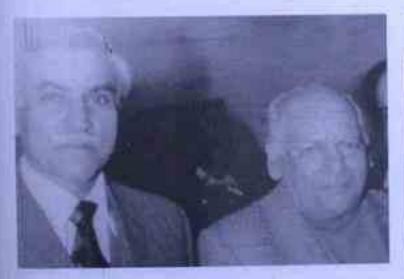
Faiz Ahmed Faiz and Col. Anwar Ahmed

Faiz Ahmed Faiz, Ashfaq Ahmed and Qateel Shifai

Faiz Ahmed Faiz, Dr. Sarwar and Syed Sibte Hassan

Faiz Ahmed Faiz, Saulat Jafri and Begum Saulat Jafri

B.B.C. Television mushaira, London, 1984
L/R: Iftikhar Arif, Bilquis Delhivi, Shohrat Bokhari, Dr., Gopi Chand Narang, Faiz Ahmed Faiz, Ahmed Faraz, and Zahra Nigah.

Faiz Ahmed Faiz at a meeting in memory of Majaz, the poet, at Karachi Press Club, February, 1984

Faiz Ahmed Faiz and Ustad Daman

Faiz Ahmed Faiz at Memorial of Ahmed Shah Patras Bokhari, Tunis, 1984

Faiz Ahmed Faiz's birthday celebrated by "Dairah" at Holiday Inn , Islamabad, 1984

Sadequain giving speech on 73rd birthday, Islamabad, 1984

Faiz Ahmed Faiz is receiving gifts from members of "Dairah" on his 73rd birthday, Islamabad, 1984

Singer Mehnaz singing Faiz Ahmed Faiz on 73rd birthday, Islamabad, 1984

Munno Bhai giving speech on 73rd birthday, Islamabad, 1984

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz on his last birthday, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Hameed Akhtar and Tahira Mazhar on his last birthday, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Salima Hashmi and friends on Faiz Ahmed Faiz's last birthday, Lahore, 1984.

Kishwar Naheed and friends on Faiz Ahmed Faiz's birthday celebrations, Lahore, 1984.

L/R: Ali Hashmi, Moneeza Hashmi, Humair Hashmi and Adeel Hashmi, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Salman Taseer and Kishwer Naheed, London, 1984.

On Faiz Ahmed Faiz's last birthday with Salima Hashmi (daughter) and singer Iqbal Bano, Lahore, 1984.

Faiz and Alys, Lahore, 1983.

Fazi and Alys, Lahore, 1984.

On Faiz Ahmed Faiz's last birthday, Lahore, 1984.
L/R: Hameed Akhtar, I.A. Rehman, Faiz Ahmed Faiz and daughter Moneeza Hashmi.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Prof. George Fischer and Dr. Ayub Mirza, London, 1984.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Prof. George Fischer and Dr. Ayub Mirza, London, 1984.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Dr. Ayub Mirza, London, 1984.

Faiz Ahmed Faiz giving speech on Pakistan Day, Karachi, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with friends during Pakistan Day Celebrations at Friendship House, Karachi, 1984.

Faiz Ahmed Faiz, Tashkent, 1984.

Faiz Ahmed Faiz and Alys Faiz with Russian writers, Tashkent, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Zafer Akbar Abadi, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz giving an interview to Shama Zaidi from Huriat Magazine, October 31st, 1984, Lahore.
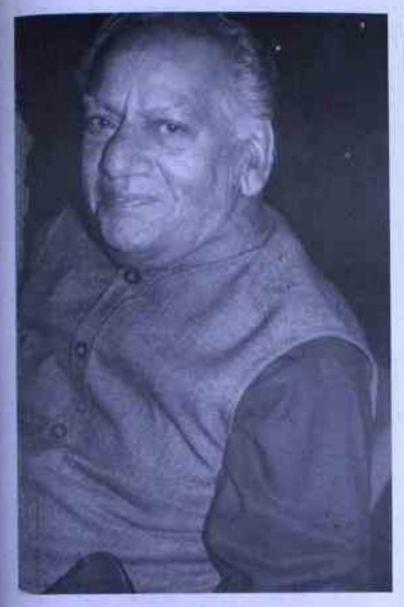
Faiz Ahmed Faiz in Hiroshima, Japan, 1982

Faiz Ahmed Faiz during an interview, Japan, 1982

Faiz Ahmed Faiz
in Hiroshima, Japan, 1981

Faiz Ahmed Faiz
in Hiroshima, Japan, 1982

Faiz and Alys
at home, Lahore, 1982
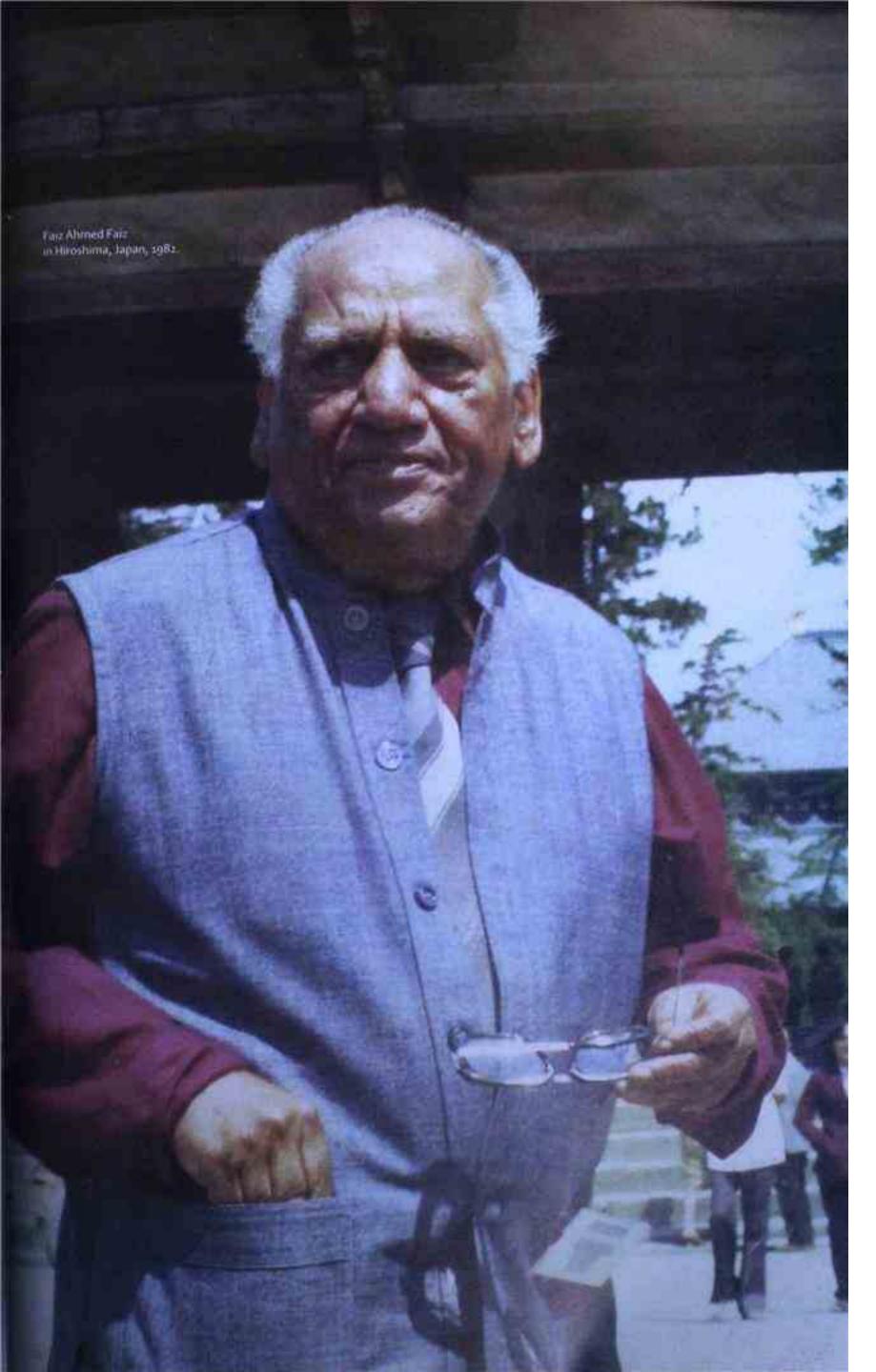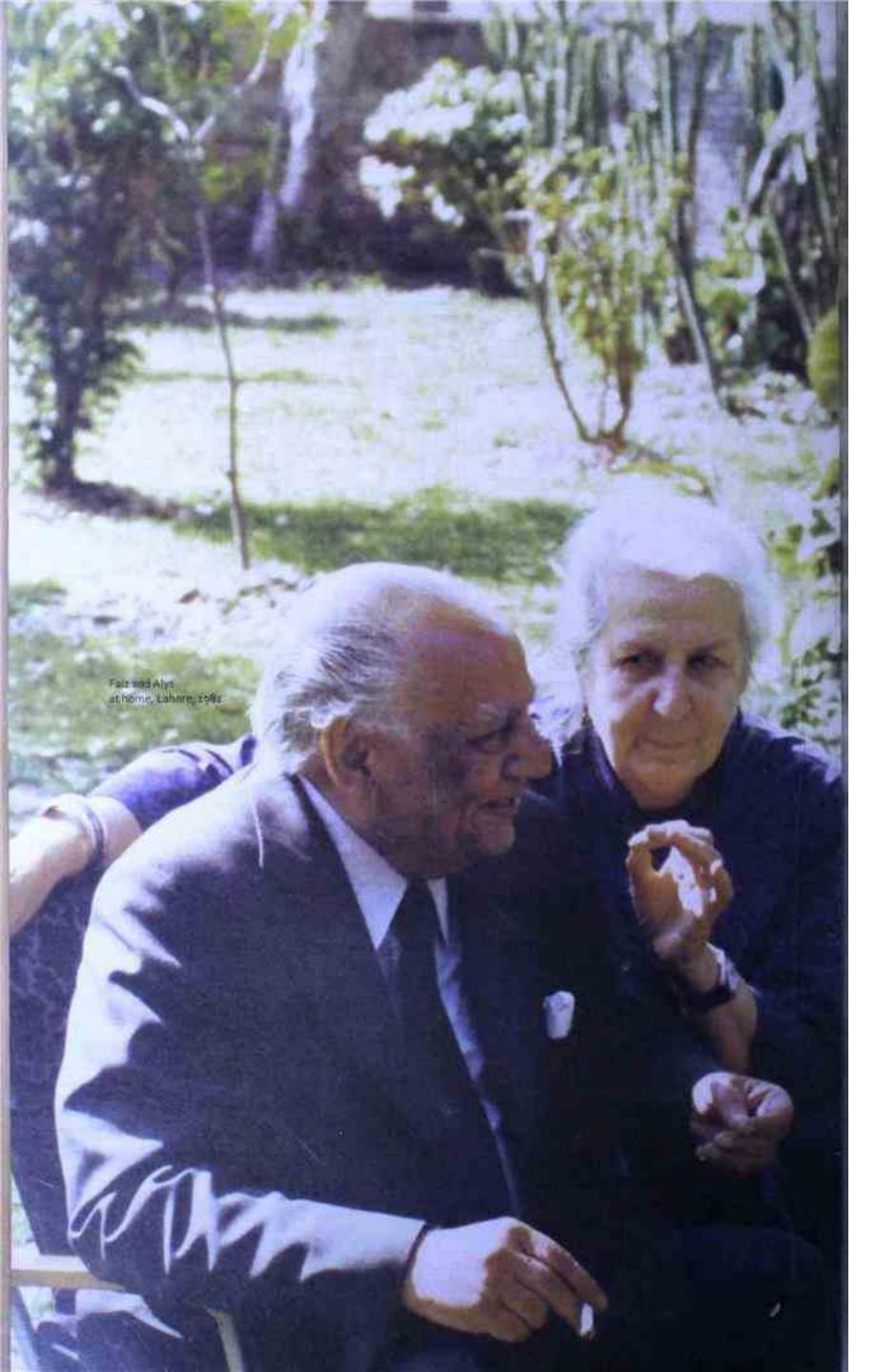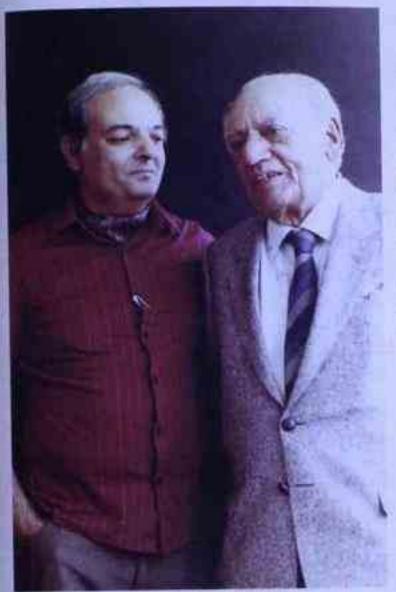
Faiz Ahmed Faiz with Krishna Gould (writer and producer) of B.B.C. Television, London, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Khatir Ghaznavi and Mohsin Ahsan at 102-H Model Town, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Khatir Ghaznavi, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz & Nawab Rahat Saeed Chattari

Faiz Ahmed Faiz with Qateel Shifai, Lahore, 1984.

Faiz Ahmed Faiz with Syed Zameer Jafri

Faiz Ahmed Faiz with Shafi Aqeel, Karachi, 1984.

Faiz Ahmed Faiz
Lahore, 1983

Faiz and Alys, 1984.

This was Faiz's last public appearances, Lahore

فیض اور صادقین

Faiz Ahmed Faiz with Sadequain, Lahore, 1965.
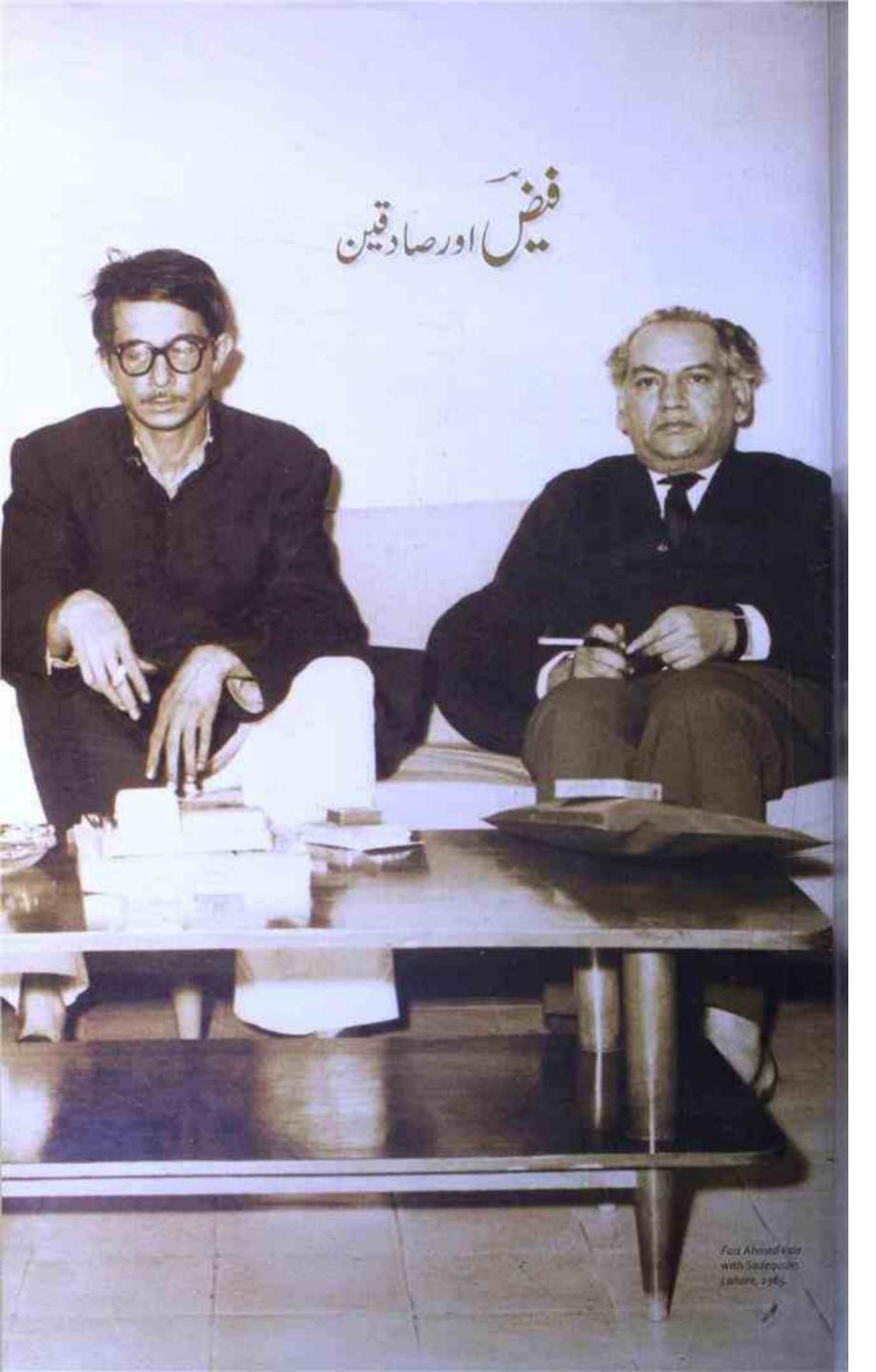
October 27, 2019

Dear Dr. Taqi Abedi,

It was a pleasure speaking with you yesterday. Thank you for the update on your progress related to research and documentation of Sadequain's rubaiyyat. I am looking forward to your book on the subject.

I was especially pleased to learn of your upcoming book on Faiz Ahmed Faiz and your plan to include in it Sadequain's paintings based on Faiz's poetry.

Sadequain painted total of forty-five (45) paintings based on Faiz's poetry; twenty-five (25) paintings on the occasion of Faiz's 60th birthday and twenty (20) paintings upon his death. It has been reported that the first batch of 25 paintings were misappropriated by a frequent visitor of Sadequain. The second batch of twenty paintings were distributed by Sadequain on various occasions to his visitors. The random distribution of paintings by Sadequain resulted in lack of traceability and record of the paintings.

SADEQUAIN Foundation, through its exhaustive search, has been able to salvage images of a few paintings based on Faiz's poetry and documented them in its book titled Mystic Expressions – An Odyssey to Exaltation with Ghalib, Iqbal, Faiz and Sadequain, and other publications.

The whereabouts of the remainder of the missing paintings are unknown.

Pursuant to our discussion I am forwarding you following material:

1. *High resolution images of eleven paintings by Sadequain based on the poetry of Faiz Ahmed Faiz.*

2. *Three WORD documents (email, mystic expressions – Faiz, poetry and painting interpretation). The paintings and their corresponding verses are numbered 1 thru 11.*

3. *A photograph of Faiz Ahmed Faiz, Sadequain and a guest.*

4. *Eight black and white portraits of Faiz by Sadequain.*

In case of any questions please do not hesitate.
Sincerely,

Salman Ahmad

Faiz Ahmed Faiz

(1911-1984)

BY SADEQUAIN

Faiz Ahmed Faiz was an eminent Urdu poet and journalist, who combined in his *ghazal* and *nazm*, the themes of beauty, love and affection, human dignity, and political ideals to envision and long for an ideal world. Like Ghalib and Iqbal, he too interpreted the defining theme of the Urdu *ghazal*, the theme of love: "to talk with women" or "to talk of women."

In the 1940s, Faiz came under the influence of the leftist progressive movement. His collection of *nazm* from that period presents philosophical and political undertones. He fused in his *nazm*, the classical and traditional forms of Western political ideas.

In the tradition of Urdu *ghazal*, the audience of Faiz's poems was his beloved. The beloved, however, was an illusionary figure, which could be at times his muse, or it could be his country, or it could be his longing for social justice. In most instances, he defined beauty as delightful to the soul, but illusive. He found himself handcuffed by other pressing distractions. What can I do, he would question the nature of the world, which has no qualms in inflicting pain; it is devoid of passion for love and causes a million heartaches.

Sometimes Faiz would sound resigned to reality, and on occasions, he sounded frustrated. He opined that beyond the realm of love, his beloved could not offer the answer to human suffering and social injustice. Frustrated, Faiz would plead:

> "Do not expect from me, beloved, love like the yesteryears (because it brings back the painful memories). As I go down the memory lane to the old familiar places, they are now mere ruins, buried under the ashes and bathed in blood."

He found the sight too distracting to pay attention to the radiance of the beloved.

Faiz's first three collections of poetry, *Naqsh Faryadi* (1943), *Dast-e- Saba* (1952), and *Zindan Namah* (1956), were politically motivated, and include some of his most famous poems based on his prison experience.

Transliteration

Tera He Aks Hai In Ajnabi Baharoon Mein
Jo Teray Lab Naheen, Teray Bazoo, Tera Kinar Nahin

Translation

When occasional spring sprouts, though it bears your image
But it cannot be your lips, your arms, or your countenance

Illustration

Sadequain illustrated this quatrain written from the perspective of a hopeless lover whose beloved is portrayed as unattainable. The heartless beloved either does not return the lover's affection in kind or returns it without sincerity. Sometimes the norms of the society do not allow the courtship to prosper. After relentless pursuit by the lover and unrelenting neglect by the beloved, the lover is eventually accustomed to this hopeless condition, and he is no longer heart-broken on account of the indifferent reaction of the beloved. However, when the spring approaches, the lover cannot help but long for the attributes of the beloved; her shapely lips and her soft hands, knowing perfectly well that they are beyond his approach.
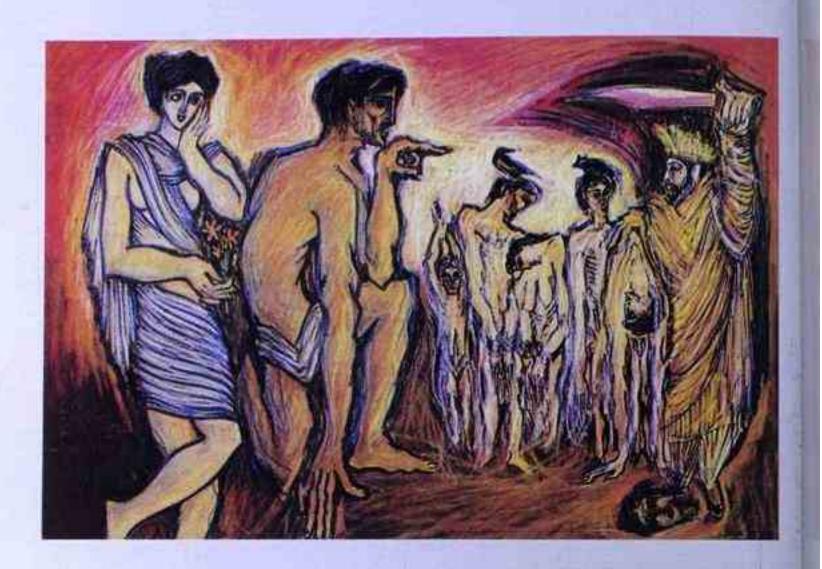
Transliteration

Lot Jati Hai Udhar Ko Bhi Nazar Kia Keejeyey
Ab Bhi Dilkash Hai Tera Husun Magar Kia Keejeyey

Translation

I cannot help but notice the dreadful conditions around
Your beauty is still captivating but what can you do

Illustration

Sadequain's illustration of the couplet epitomizes the ultimate sense of regret and an admittance by a hopeless lover, that the sad and pathetic conditions, which pervade the environment are very distracting and do not allow his tender feelings to prevail. The lover consoles his object of affection by saying that, though he still realizes her enticing radiance, he cannot help to sense the abject misery of the masses, which pollute the purity of his desire.

Faiz in this poem opens with a one-liner, in which he portrays a somber lover addressing his beloved, and urging her not to expect him to shower his affection in the same manner he used to do in the past. Faiz then proceeds to share his feelings and admits that he was wrong in assuming that if he only had won the affection of his beloved, then any measure of misery in the world would not distract him, and he could live a fanciful life. The radiance of her beauty would usher in bloom in the spring and her deep eyes would reflect the mysteries of the universe.

But then Faiz realized that it was only his wishful thinking, and the world does not revolve around his misplaced pleasures. Sadequain depicts many other disappointments lurking in the unknown besides the unfulfilled longing for the romantic embrace, and that one can also draw pleasure from fulfillments other than the kind derived from the affection of a lover. Faiz then digresses and laments about the crimes of humanity against humanity, when the high and mighty wrapped in fancy silk and velvet, but of weak morals, and ruthlessness toward the meek and hapless; human flesh for sale and innocent masses covered by hot sand and drowned in their own blood. His eyes only follow his emotions in discussing how anyone can avoid this miserable sight of helplessness.

Transliteration
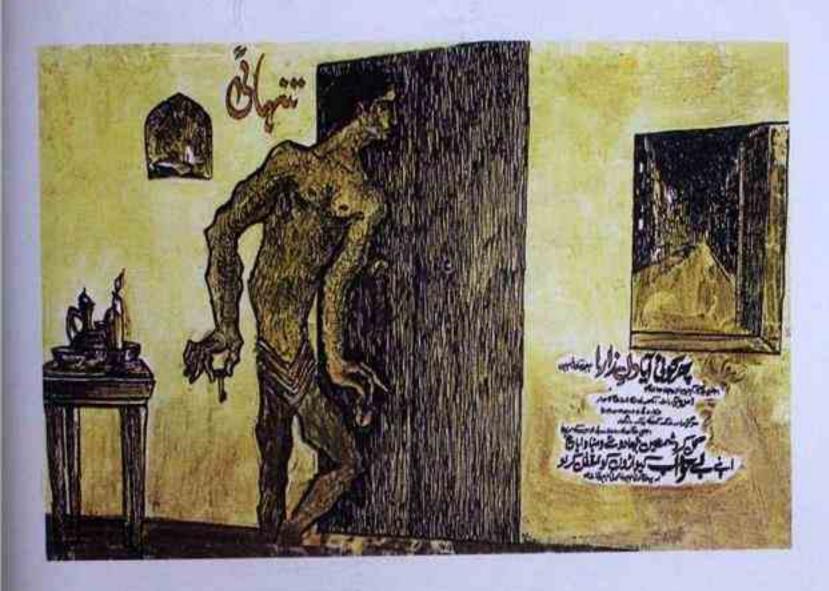
Phir Koi Aaya Dil-e-Zar Naheen Koi Naheen
Rah Ro Hoga Kaheen Aur Chala Jayega

Translation

Is someone knocking at the door again; my weeping heart, no one
Perhaps a passerby, but he will soon go somewhere else

Illustration

This short poem carries an extreme sense of loneliness pervading through its entire narration. Sadequain captures the mood of hopelessness engulfing the narration of a lonely person, and projects an uneasy sense of resignation to the bleakest of circumstances. The narrator is talking to himself and senses as if someone is at the door. But then he realizes that it is only his imagination or perhaps someone who is lost. Talking to himself, he murmurs that once the stranger realized he was lost, he would turn around and leave on his own. Faiz proceeds to further accentuate the feelings of depression resulting from the prevailing hopelessness in society, where the rich and mighty rule, and the meek and poor suffer and toil. He describes how the night slides into darkness, and the night lamps begin to flicker in the wind. Dejected, he resigns to put off the lamps, put away the spirits, and lock the doors, because no one is going to frequent this lonesome adobe any more.

Transliteration

Jism Pay Qaid Hai Jazbaat Pay Zanjeerein Hein
Fikr Mahboos Hai Guftaar Pay Tazeerein Hein

Translation

Physical imprisonment and chained expressions
Imagination is stagnant and protest is prohibited

Illustration

This couplet is adapted from the poem titled, *Jani*. The opening couplet of the poem draws solace from the hope that the reign of tyranny is about to end, and it is only for just a short period of time that, we have to endure the treacherous treatment of the tyrants. We have endured the hardships for a long time, during which we were confined in cells and suffered emotional distress. We endured physical distress, but could not complain. The trauma has affected our ability to reason. The imagery has painted a depressing but true picture of a subdued society, which hopes to be set free some day because of its selfless sacrifice and sustained struggle for freedom.

Tranaliteration
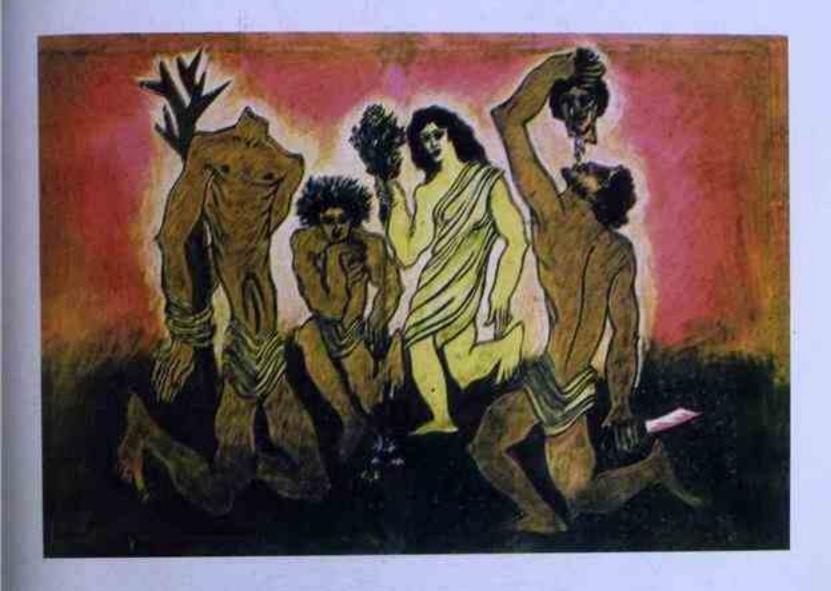
Aaj Tak Surkh-o Siyah Sadyoon Kay Saye Kay Taley
Adam-o-Hawwa Ki Aulad Pay Kia Guzri Hai

Translation

To this day, all through the centuries past
How the children of Adam and Eve have suffered

Illustration

It is a poignant commentary on the socio-economic and cultural order of the day. Faiz opens the poem in a somber and disheartened mood by declaring that this particular evening, laden with melancholy and charred with burning sensation is about to transform into a moon-lit night, when the longing eyes of the lovers would meet, and their hands would extend out to caress. He wonders if it would be her drapes or the countenance that would illuminate the darkness of the night. Then his mind wonders if she would still be wearing that particular earring, perhaps a gift from him, at some opportune moment. His imagination wanders off to visualize the beautiful eyes, defined by the eye-shadow, the luminescent cheeks and shapely arms.

Sadequain has illustrated the section of the poem when Faiz laments about the limitation of our imagination and that our world revolves around self-serving lust. In spite of the never-ending suffering through the dark and bloody centuries, during which the children of Adam and Eve have endured hardships, the end of drudgeries does not seem near yet. The shining cities are still full of hungry masses and the seemingly lush pastures only grow hunger and poverty. Faiz concludes by saying that such is the sad situation of our circumstances that prevail.

Transliteration

Bala Say Ham Nay Na Dekha Tou Aur Dhekhaen Gay
Faroogh-e-Gulshan-o-Saut-e-Hazaar Ka Mousam

Translation

So what if we could not enjoy, but others will
Blooming of the spring and music in the air

Illustration

Sacrifice is the word. Faiz reminds the reader that noble people do not live only for themselves, but they strive to make the world a better place for others as well, especially the future generations. Sadequain illustrates this quest, which requires sacrifice and discipline. The imagery depicts the passion; so what if he was not able to taste the fruits of hard work? But the sacrifice has ensured so others would benefit and finally reap the fruits of labor. Employing rich metaphors, Faiz says that others will enjoy the lush green gardens, which will flourish with fruit-bearing trees, fragrant flowers blooming with rainbow colors, and scintillating music will bring the place alive. It is implied that in the end, the place will be tranquil, peaceful and justice will prevail so everyone will be treated as equal and all will be held accountable.

Transliteration
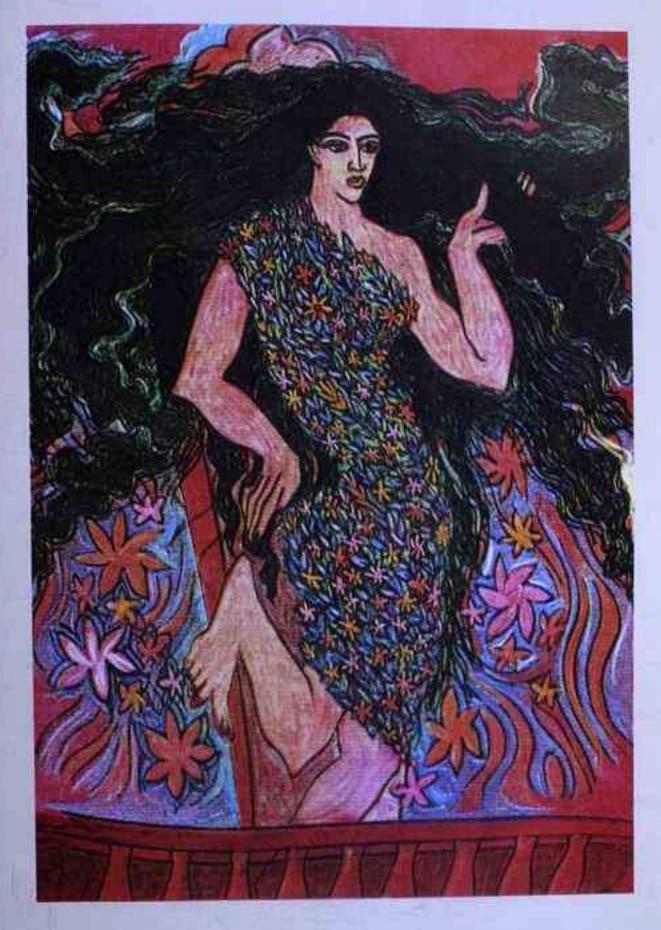
Rang Perahan Ka Khushbu Zulf Lehraney Ka Naam
Mousam-e Gul Hai Tumharey Baam Par Aaney Ka Naam

Translation

Your attire is reflection of rainbow colors, your hair dispenses fragrance
Your stroll on to the rooftop ushers in the blossoms in the spring

Illustration

Sadequain's colorful interpretation of the verse eulogizes the beloved and serenades her attributes — the precious gifts of nature. Accordingly, her attire simply defines the rainbow colors, her locks are fragrant, and when she appears on the rooftop, her foray ushers in an ocean of blooming flowers. Faiz in the ensuing verses even urges his friends to appreciate her eyes and lips, which according to him, are the secrets behind the radiant colors of the flowers and lend credence to the good name of the tavern. Even a chance possibility of frequenting the congregation, which might result in an encounter with the beloved, can cause the eyes to vision flowers and the heart to feel the warmth of her touch. But toward the end, the poem digresses and laments about the unpleasant turn of events that have sowed the seeds of mistrust, so much so that the beloved does not even consider to step on the rooftop, and in consideration of the dreadful circumstances, the dwellers of the garden hurl unrelenting taunts daring to select a *false* and *misleading name* for the deserted abode.

Transliteration
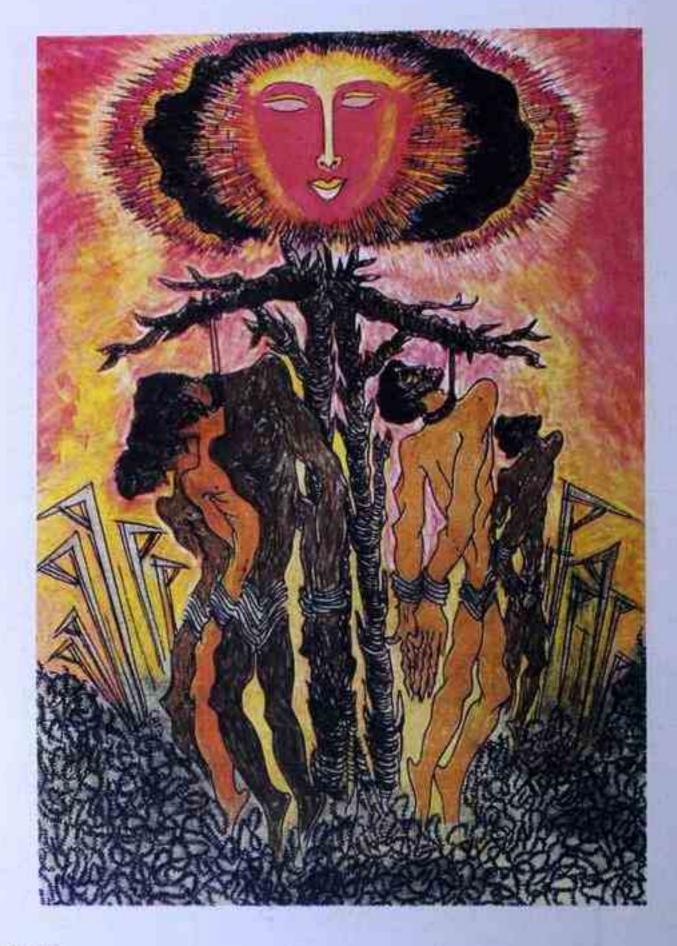
Teray Hontoun Kay Pholoun Ki Chahat Mein Ham
Daar Ki Khushk Tehni Pay Warey Gaye

Translation

For longing to caress your soft and rosy lips
We were hanged from a dry twig

Illustration

Inspired by the letters of Ethel and Julius Roseburg, this poem was written in a Montgomery jail in 1954. Faiz draws the disparity between what he wished for, and what he received in return. If he longed for the flowers, he was rewarded with thorns, and if he desired for the light, he was pushed into darkness.

Sadequain focuses on the irony: when he was hoisted on the crucifix, he could see up close the lips and sense the softness of the locks of his beloved, but he could not reach out and touch them. He is resigned to his ill fate now, but takes solace in the fact that he remained faithful till the end, and wishes that his sacrifice will keep hope alive and encourage others to follow in his footsteps.
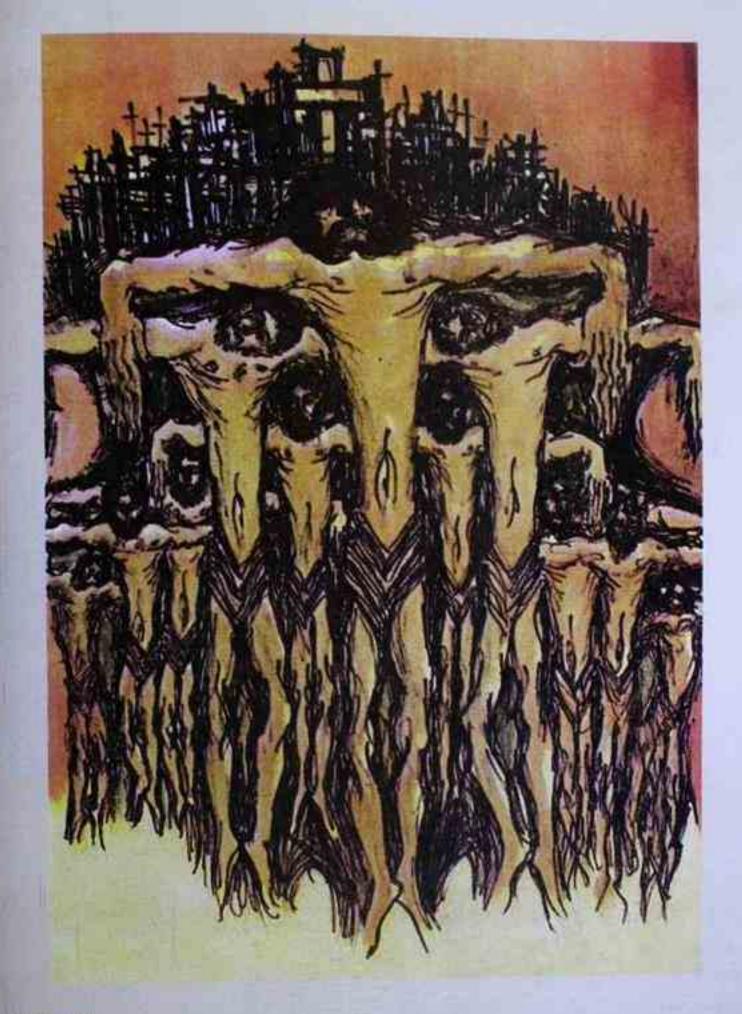
Transliteration

Garl Hein Kitni Saleebein Maerey Dareechay Mein
Her Eik Apnay Maseeha Kay Khoon Ka Rang Liye

Translation

How many crosses are visible from my window?
Each one colored in the red of its own sacrifice

Illustration

A potent message alludes to the ceaseless injustice meted to the innocent and helpless masses, which suffer at the hands of the high and mighty, but the perpetrators manage to escape accountability. The metaphor of crucifix is utilized to accentuate the sacrifices by the masses as the image of a crucifix represents a potent symbol of sacrifice. Sadequain paints a picture of fields of crucifixes dotting the horizon, which Faiz said were ubiquitous to the extent that he could see them even from his window. Each of these crucifixes is carrying its own burden and colored red with the blood of its own victim.

Transliteration

Dasht Kitnay Abhi Rah-e-Manzil Mein Hein
Teer Kitnay Abhi Dast-e-Qatil Mein Hein

Translation

How many more pitfalls along the way?
How many more arrows in the arsenal of the enemy?

Illustration

Faiz, in a pensive mood, expresses dejection because of the dismal state of affairs. He feels great grief because of the gloomy prospects that do not cease to persist, leading to further depression and dejection. This calamitous situation gives way to injustice and violation of personal liberty. There is no redress in sight.

This painting targets the theme of unjust sufferings and hardships, meted out to the meek and poor and denial of their rights, unfortunately found in many societies. The circumstances translate into exasperation because of the continuous barrage of hardships and the never-ending obstacles, which seem to have no redress in sight. After this gloomy state has persisted for long, and the struggle to ward off the tyranny has continued without success, Faiz senses deep dejection, accounting for the question posed in the couplet: how many more hurdles are still left before we reach the cherished destination and how many more weapons are still left in the arsenal of the enemy? These questions also imply that, on one hand, there is always a limit to everything, but on the other hand, if we persist and continue the struggle and continue to sacrifice, we will eventually prevail.

Transliteration
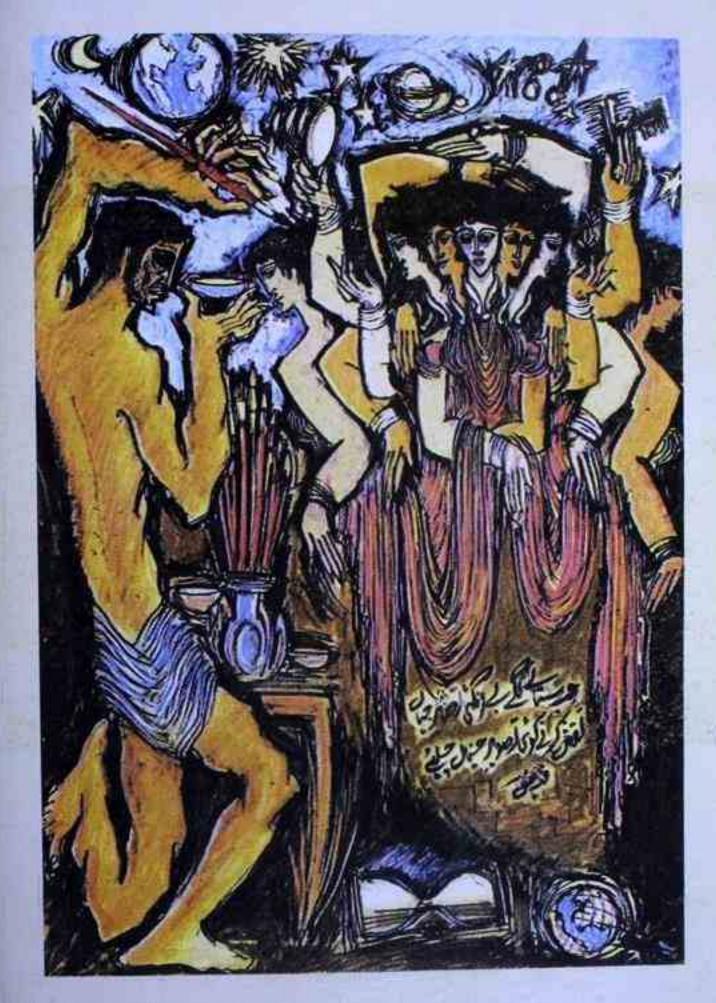
Jab Satasey Lagey Bay Range-a-Tasveer-e-Jahan
Naqsh Karney Koi Tasveer-e-Haseena Chale-ey

Translation

When the treacheries of time become overbearing
Let's settle in a quiet corner and paint a colorful image of the muse

Illustration

When the somber shades of the world become too depressing and start to cast a burdensome shadow on the senses, let's shake off the boredom and paint the images of ravishing nymphs. Faiz wrote most of his poetry in either jail or under duress for one reason or another. This melancholy mood pervades through most of his poetry. He does not see the world radiant with color or as a place endowed with treasures for the good of mankind. In his typical stance, "you cannot but notice the misery around you," he consistently reminds of the suffering of the masses at the hands of their fates. Sadequain illustrated the poem as a prescription to escape the miseries of everyday life.

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

Black and white portrait of Faiz by Sadequain

بخطِ فیض

فیض احمد فیض

غیر مطبوعہ آٹوگراف

کلام الملوک ملوک الکلام

تزک عبدالرحمانی

قاضی عارف حسین۔ صدر شعبۂ تصنیف و تالیف سرسید کالج واہ کینٹ کے پاس فیض احمد فیض کے والد بزرگوار سلطان محمد خان، بیرسٹر ایٹ لا کی تالیف "تزک عبدالرحمانی" کا نسخہ جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا، محفوظ تھا جسے انھوں نے اسلام آباد میں فیض صاحب کو نذر کیا۔ لیکن فیض صاحب نے یہ عبارت لکھ کر قاضی صاحب کو واپس کر دیا۔

"یہ کتاب پہلی مرتبہ نظر سے گزری۔ قاضی عارف حسین کے لیے۔ فیض احمد فیض"

قاضی عارف حسین نے فیض صاحب سے خواہش کی تھی کہ اس کتاب کی فوٹو اسٹیٹ مجھے لاہور بھجوا دینا لیکن اُن کی اچانک رحلت کے باعث قاضی صاحب اُن کی خواہش کو پورا نہ کر سکے۔

توقع ہے کہ وہ اس کی فوٹو اسٹیٹ۔ فیض فاؤنڈیشن کو ارسال فرما کر فیض صاحب کی خواہش کی تکمیل فرمائیں گے کیونکہ یہ کتاب نایاب ہے۔

——— (صہبا)

Chief Editor

LOTUS

Journal of Afro-Asian Writers Association

(English - French - Arabic)

BEIRUT - LEBANON

Date

Ref.

سہرا

15 دسمبر

عزیزی اعجاز اور Heliza، دُعا اور پیار،

آپ کی خانہ آبادی کا دعوت نامہ ملا، بہت جی للچایا کہ کسی طرح اُڑ کر
ہم بھی شریک ہو سکیں لیکن یاروں نے دُوری کی بسائی ہیں بستیاں"
اس لیے تہنیت اور دُعائیں قبول کرو اور ہمیں شریک مسرت سمجھو۔
اگر تمہارے ابو بھی آ جائیں تو میرا اسلام محبت، بھائی تم اور بچوں کو پیار۔

مخلص فیض

سجا رہے یونہی سہرا سدا جبیں پہ تری
ہر ایک پھول درخشاں رہے گہر کی طرح
یونہی ہمیشہ چراغاں رہے تری منزل
ہر اک چراغ جھلکتا رہے قمر کی طرح
ہر ایک صبح معطر رہے بہار صفت
ہر ایک رات منور رہے سحر کی طرح
جو خاک ہو کہیں جنت کا کہ سکونت
کہ وہ بھی خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

FAIZ AHMED FAIZ

POST OFFICE BOX NO. 135…
BEIRUT
LEBANON

15/12

ٹیلیفون ۴۷۶۸۸۱

۳-۱۹۱۰ پی ای سی ایچ سوسائٹی -
بلاک-۲
کراچی

کرمفرما! تسلیم

ہماری بیٹی سلیمہ سلطانہ کی تقریب خانہ آبادی
۹ اگست ۶۵ء اتوار کے روز ساڑھے پانچ بجے
اگر آپ اسی شام چھ بجے تشریف لا کر
کر دیں ہمارے ساتھ شریک مسرت ہو سکیں
تو کرم ہوگا۔

منتظر جواب
مشتاق احمد شیخ -

سلیمہ سلطانہ کی شادی کا رقعہ

ایک طویل مضمون کے صفحۂ اول کا عکس

''اس مجموعے میں تعداد اور حجم کے اعتبار سے نظموں پر غزلیات کا پلہ بھاری ہے لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے باوجود امجد اسلام امجد صاحب کی طبع شاید نظم ہی کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ غزل ایک طرح سے کشیدہ کاری کا کام ہے جس میں ایک دیے ہوئے ڈیزائن کی چوکھٹ میں شاعر کے جذبہ وخیال کی سُت سے ہزار رنگ کے پھول پتیاں اور نقش ونگار ابھرتے ہیں لیکن اس بنیادی ڈیزائن میں ایجاد و اختراع کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے اور امجد صاحب چونکہ طبعاً جدت پسند واقع ہوئے ہیں اس لیے انہیں نظم کی صورت میں آہنگ و اظہار کے نئے پیرائے بروئے کار لانے میں زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔''

امجد اسلام امجد کی کتاب ''ساتواں در'' پر تاثرات

پنجاب آرٹ کونسل کی ایک تقریب
فیض احمد فیض، ایلس فیض، امجد اسلام امجد، صادقین، محمد ادریس، سید سرفراز احمد، معین بھی اور دیگر

خطوط

1972 Ziarat
16th

Dearest

The setting sun is just setting beyond the rim of semi-barren hills. I am sitting out on the verandah of the hotel which overlooks the valley. The valley too is only semi-green but it looks nice from here. It is cold here, almost chilly & the air is fresh & bracing, although without the fragrance of Nathiagali's pines. There are pines here too but they look haggard & lean & hungry - sort of poor men's pines unlike those fat sleek brethren of Nathiagali.

Arrived in Quetta yesterday after quite a pleasant flight - it felt strange to arrive at a place unreceived,

unannounced, unwelcomed, to hire our own transport & go looking for a place to stay. I don't even remember when it happened to me last. There are no taxis at the airport so I had to take the PIA station-wagon. The driver asked where I wanted dropped. I said I don't know, some hotel you know of. He took me to Lourdes which was full up & then dropped me at Grands where I spent the night. It certainly looks grand from outside, marble & what not, but the rooms are rather cheerless. I made a round of the town in a rickshaw - what a heavy, one-eyed place it is, quite unlike what I remembered of it from the past - then I slept for a while & in the evening

3

on [illegible] investigations for a drink, Lourdes was declared to be the only place. I found one solitary drinker in the bar, sitting on a bar-stool & looking for all the world like Picasso's Absinthe Drinker. I sat on a chair nearby & ordered a drink. I am not quite sure whether I liked or disliked the loneliness, perhaps both. Before I had finished my drink the bearer brought another one unasked. And then the absinthe drinker turned round & said, If I may have the honour sir. So I had to ask him to join me. He introduced himself as Bashir something, an engineer working with [illegible]. I am sorry I didn't quite

recognize" I said. "How can you when we have never met. But I read poetry & I never thought I would ever be alone in the same room with such a great man (ahem) etc.) Fortunately he was not a bore - in fact an intelligent & aware youngman (not so young). I walked back to my hotel, had a nice native meal & went to bed.

Morning - Telephone from Lourdes - Sir, since you are going to Ziarat in a taxi, would you mind taking two young ladies with you? They don't have an escort & feel nervous about going alone in a bus. I suppose a gentleman has no option

So I had to say yes, & imagining some glamorous American beauties. They turned out to be two PIA girls, a blackie from the Punjab & a not too bad looking Parsi from Karachi – both equally dumb. Anyway it halved the damage on the taxi fare (Rs 100) so I don't mind. I tried to make some bright conversation on the way & drew a blank – no [illegible] in these heads so they [illegible] in Urdu. So we all landed up in this hotel in [illegible] to find that we are the only three denizens in the place. A sore disappointment for them – but not for me. But there

is a nice young Pathan boy in charge of the place here & I think he is keeping them amused. I spent part of the afternoon reading Stalin's Leninism, had a nice nap, a hot bath & then went on a long walk by myself – absolutely weird, like walking through ghostland, not a soul, not a sound, not even a bird. Almost terrifying! So that is what it is this hotel – a very nice, clean place at the top of the hill, very friendly, you can have the run of the house & [illegible] for whatever you like, ideal for a honeymoon couple terribly in love, but I think ordinary

2

mortals would find it a bit trying – as these two kids are doing, who are, as I write, desperately trying to get through to Karachi. I have a feeling that they are not going to last out for more than a day unless young Parvez (our manager) rises to the occasion. How he can rise to both of them I don't know.

Your telephone just came. (The 'line' has been down the whole day). Immediately after I had a call from the Commissioner, an old friend, who wanted to know what the hell I meant by intruding into his

realm without intimation (I suppose it was the hotel register) & that he will give me just 24 hours before a transport brings me to him [illegible] prisoner. So my brief anonymity is over & the world is back with us. See you soon perhaps before this letter.

Love

F

These last pages are badly written because electricity is off at 10 pm every day.

HOTEL
MERIDIEN
DAMAS
فندق
مريديان
دمشق

wear while you were here.
To work out our budget
each month on the basis
of the details I sent & if
there is any other expenses
let me know & I can so
slowly how. The purchases
for the new baby can be
spread out over the
~~[illegible]~~ remaining few
months & actually there
are not many - nappies &
baskets & a few other odd
things.
I'm rather depressed about
the necessity of an extension
in G.H.Q. but I suppose there's
no help for it - we could be
stranded just yet - I
suppose by January

47 Mariana Avenue
Simla
Sunday.

Darling.
Today I had a letter after
several days & was so happy
- from Salima as well &
one straight from England.
Mother will write to me the
week too - but I'm saving
her letter for you to see.
I'm glad you are being
entertained in Delhi - so
the John's woman has turned
up - well it had to be
someone - & I suppose she is
less dangerous than most!
I'm glad you managed
to buy some clothes I was
wondering what you would

much. She went away
for [illegible] [illegible] - It is
now 6 o'clock & no sign
of her!! I suppose I shall
have to put [illegible] to it
[illegible].
She is very happy here -
she has an assortment
of pals - [illegible] [illegible].
They come yelling at our
door for her all day long.
(Boys seem to like the best!
Just like her Mother!)
The Home Front progresses
well with no major
calamities. The [illegible] is
[illegible] [illegible] Salima
[illegible] , wind & rain.

3
Something ought to turn up.
Did you make sure
that Salima's nose was
put away? And what
about Ikagai's [illegible].
Please answer my queries!!
& don't be lazy. Please
let me see the Bank
statement when it comes.
Please remember that when
you come it should not
be between 22nd - 23rd try
to avoid these dates -
you know why. I'm sorry to
hear about Hameeda. I
shall write to her.
Salima has gone out for
the day with her boy friend
& his parents. I miss her so

VINCENT VAN GOGH 1853-1890
laan met populieren: herfst
avenue of poplars: autumn
allée des peupliers: l'automne
pappel allee: herbst
nuenen 1884 - 99 x 66 cm

Amsterdam
12/9

Dearest Chimi & Mizu.
Have been here for two days,
sight seeing & party making
[illegible]. Sent some things
for the children with Azhar
& Salma has promised to send
some water colour paper &
[illegible]. Return to London
tomorrow & then proceed to Canada.
Much love
Abba.

© van Gogh museum amsterdam 1973

Salima Hashmi Mizu Hashmi
156 C
Model Town
LAHORE
PAKISTAN

MODEL TOWN LAHORE 18 SEP 82 9.30 A.M.

VINCENT VAN GOGH 1853-1890
laan met populieren: herfst
avenue of poplars: autumn
allée des peupliers: l'automne
pappel allee: herbst
nuenen 1884 - 99 x 66 cm

Amsterdam
12/9

Dearest Chimi & Mizu.
Have been here for two days,
sight seeing & party making
[illegible]. Sent some things
for the children with Azhar
& Salma has promised to send
some water colour paper &
[illegible]. Return to London
tomorrow & then proceed to Canada.
Much love
Abba.

© van Gogh museum amsterdam 1973

Salima Hashmi Mizu Hashmi
156 C
Model Town
LAHORE
PAKISTAN

MODEL TOWN LAHORE 18 SEP 82 9.30 A.M.

Hotel Malmen
Götgatan 49-51
Stockholm

Air Mail

Salima Hashmi
32 Church Crescent
Muswell Hill
London
N. 10
U.K.

پیاری جیمی

ہم اتفاق سے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ 17 تاریخ کو ماسکو جائیں گے اور پھر 20، 21 یا 24، 25 کو تمہیں دیکھنے آئیں گے۔ ماسکو پہنچ کر 17 یا 18 تاریخ کو تمہیں ٹیلیفون پر لینک سے بتا دیں گے۔ پیار، ابو

32 Church Crescent
Muswell Hill
London N.10.

پیاری میلا بہت سا پیار،

ہمارا خیال تھا کہ یہاں دوستوں کی ملاقات سے کچھ تفریح کا سامان پیدا ہوگا لیکن اس دن ماسکو سے چلتے وقت تمہاری اداسی کی وجہ سے دل اب تک پریشان ہے اور پھر تم نے بتایا بھی نہیں کہ تم کس وجہ سے آزردہ ہو۔ تم بتا دیتیں تو تسلی ہو جاتی۔ دعا ہے کہ کوئی بہت پریشان کن بات نہ ہو۔ ہم یہاں آرام سے ہیں اور تمہاری ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اغلباً تین چار دن تک یہاں رکنا ہوگا پھر دو تین دن کے لیے پیرس سے ہو کر تمہارے پاس لوٹ آئیں گے۔ اب تم آئینے میں ہماری طرف سے اپنے کو پیار کرلو۔

فیض احمد فیض

Hasnain Sialvi

002/78

پیاری میزو

پرسوں یہاں پہنچ کر تمہارا خط ملا بہت خوشی ہوئی۔

ہم اس بار گھر سے واقعی بڑی افراتفری میں نکلے کہ آپ لوگوں کو ٹھیک سے خدا حافظ بھی نہ کہہ سکے لیکن حالات ہی ایسے تھے، ظاہر ہے کہ آپ لوگوں کے لیے یہ سال بھی ایسا ہی بے تاب ہے لیکن اب تو کچھ دن صبر ہی کرنا پڑے گا، بہرحال تشویش کی کوئی بات نہیں، جلد یا دیر سے ملاقات ہو ہی جائے گی تم لوگ پریشان نہ ہو۔ ابھی اپنا پروگرام اس کا طے تو نہیں ہے لیکن غالباً دو تین ہفتے کے بعد کینیڈا جانا ہوگا جہاں کی دعوت دیر سے رکی ہے، پھر ہندوستان کا دورہ جو ملتوی کر دیا تھا اسے پورا کرنے کا ارادہ ہے اس کے بعد اکتوبر کے شروع میں تاشقند ایک ادیبوں کی میٹنگ ہے اور اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو تو تمہیں اطلاع دیتے رہیں گے۔ اگر تمہارے پروگرام کے لیے کچھ لکھنے وکھنے کی ضرورت ہو تو تفصیل بتا دو، آج کل ہمیں بہت فرصت ہے۔

شعیب، میزو اور بچوں کو بہت سے پیار، بچوں کو ہم خود بھی لکھیں گے اور غالباً کل پرسوں وادی سے ملاقات ہوگی۔

پیار کے ساتھ ابو

پیاری میزو

چند دن کے لیے یہاں ماسکو آئے ہیں، ابھی انگلینڈ میں اس لیے زیادہ نہیں ٹھہریں گے بلکہ اوائل جون تک لوٹ جائیں گے، امید ہے امتحان ٹھیک ہو جائے گا، سب کو پیار۔ ابو

لندن

پیاری میزو،

تمہارے دونوں خط مل گئے تھے، ایک ہی ہفتہ میں ایک یہاں اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ
آپ اور بچے سب خیریت سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب کو دیکھنے کے لیے دل ترستا رہتا ہے لیکن امید ہے
کہ اور چند مہینوں میں ملنے کی کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔ ابھی آئندہ کا پروگرام بالکل طے تو نہیں
ہے لیکن غالباً گرمی کا موسم تو یورپ ہی میں کہیں گزرے گا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے تمہیں اطلاع
کر دیں گے اور تم لوگ یہاں پر جہاں کہیں بھی آؤ ہم آ کر مل لیں گے۔ کل یہاں اتفاق سے آغا ناصر
سے ملاقات ہوئی تھی جس سے لطف رہا۔ پیرس میں تمہارے افسر اعلیٰ یعنی جنرل صاحب سے بھی
سعید اخوند صاحب کے گھر ملاقات ہوئی اور وہ کافی اخلاق سے ملے۔ وہاں پر تمہاری ایک اور کلی
بھی تھی جو پیرس میں کچھ جرنلزم وغیرہ کرتی ہیں اور شاید اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر رہی ہیں۔ نام یاد نہیں
رہا۔ ایڈیٹر امین جس ہنگ رائے سے ٹیلیفون پر بات ہوئی تھی تمہیں بہت پیار بھیجا ہے۔ یہاں آج
کل ہم افضل کے بجائے زہرا نگاہ کے پاس ہیں اور وہ بھی پیار بھیجتی ہیں۔ بچوں کو پیرس سے کارڈ
بھیجے تھے جو امید ہے مل گئے ہوں گے اگرچہ میزو اور عدیل کا علم پورا نہیں ہوا تھا کہ ظہیر صاحب کی
کار کی؟ تمہارا Thesis غالباً اب تک ختم ہو چکا ہوگا نتیجہ کب نکلے گا۔

سب کو بہت سا پیار، خاص طور سے دادی کو

ابو

پیاری میزو،

تم کیسی ہو؟ یہاں پر یہ قصہ ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر کے معائنے کے بعد آج ہمیں چند روز ہسپتال داخل ہونا ہے۔ ہم نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ 19 نومبر کو
لاہور پہنچنا ضروری ہے لیکن کوئی نہیں مانا۔ جس کا بہت رنج ہے۔ ..... کے لیے کوئی بہت اچھا سا تحفہ لائیں گے۔ پیار، ابو

پیاری منیزہ جان،

بہت دنوں بعد، پہلے تمہارا اتنا لمبا خط ملا جس سے بہت پریشانی ہوئی، پھر تمہارے ٹیلیفونوں سے
کچھ اطمینان ہوا۔ تمہیں ابھی کچھ دن اور ہمارے پاس رہنا چاہیے تھا، تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک
ہو جاتی تو شاید یہ لاہور کی گرمی اور ہوسٹل کا کھانا تو نہیں ہوگا کہ ویسے کبھی کبھی تو مزید موسم کی تبدیلی یا
طبیعت کی ناسازی یا عزیزوں کی دوری سے ہر کسی کو کوئی گھبراتا ہے لیکن پھر یہ خود گزر بھی جاتا ہے۔
کل رات تمہیں خواب میں دیکھا تھا اور تم خوش اور خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ امید ہے اب تک خواب
سچ ہو چکا ہوگا۔

اگر تمہیں ہوسٹل کا کھانا پسند نہیں ہے تو باہر سے کچھ منگوا لیا کرو اور اپنی امی کی طرح
پیسوں کے بارے میں بہت سوچا کرو۔ اور اول تو اپنے بینک سے منگوا لیا کرو یا ——— سے منگوا لیا کرو۔ امی
کو کچھ نہیں کہیں گی۔ چھٹیوں میں اگر کسی اور جگہ کی بجائے یہاں آنے کو جی چاہتا ہے تو ضرور آ جاؤ، ہم
تمہیں بھی ابھی تو نظر ہیں اور دونوں ہی بہت تمہیں یاد کرتے ہیں اور تمہارے آنے سے خوش
ہوں گے۔

ہمارے جانے کا ابھی ٹھیک سے طے نہیں ہوا، دو چار دن تک فیصلہ کریں گے، پھر
تمہیں لکھوں گا۔ تم صرف اپنی صحت کا خیال رکھو جان اور کسی بات پر پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں ہے۔ گرمی کا تو کوئی علاج نہیں لیکن اب تھوڑے دن میں وہ بھی گزر جائے گی۔ پھر اگلے
سال گرمیوں کے آنے تک تو بہر صورت ہم لکھنے والوں کے پاس کراچی میں یا ہم لاہور میں، اس
لیے کوئی فکر کی بات نہیں۔

حمیدہ، شعیب، یمنیٰ اور عدیل کو پیار۔

تمہارا ابا

پیاری میزو،

بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا اور مجھے افسوس ہے کہ مصروفیت کے باعث ہم
بھی نہیں لکھ سکے لیکن جیجو کے خطوں سے آپ لوگوں کی خیریت معلوم ہوتی رہی۔

یہاں پر دو تین ہفتے بہت کڑاکے کی سردی پڑی اور بارش بھی مسلسل ہوتی رہی جو لوگ
کہتے ہیں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اب موسم کھل گیا ہے اور لاہور کے گلابی جاڑوں کی یاد آتی ہے اپنا
پروگرام یہ ہوتا ہے کہ صبح آٹھ نو بجے ناشتہ کرتے ہیں پھر گھر کے کمرے سے اٹھ کر سامنے والے دفتر
کے کمرے میں جا بیٹھتے ہیں دو تین بجے کھانا کھایا ایک آدھ گھنٹہ سوئے دن میں تمہاری امی دو تین
گھنٹے شہر کے گلی کوچوں کا چکر لگاتی ہیں ہم زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس منٹ ہوا کھاتے ہیں اور بہت
ہمت کی تو کسی دن امی کے ساتھ فلم دیکھ آتے ہیں، شام کو عام طور سے نہایت گھٹیا T.V دیکھتے ہیں،
کبھی کبھار کسی ہوٹل پارٹی میں جانا ہوتا ہے، باقی وقت کچھ پڑھتے ہیں اور تم لوگوں کو یاد کرتے ہیں، یا
گولیاں چلنے کی آوازیں سنتے ہیں لیکن یہ آوازیں دور سے آتی ہیں ہمارے محلے میں بالکل امن
ہے اس لیے کہ یہاں کوئی لیڈر نہیں رہتا، ویسے یہاں آرام بہت ہے کسی چیز کی تکلیف نہیں۔

جیجو نے لکھا ہے کہ وہ جون میں آئیں گی آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔ ہمارا تو
سب کو اور خاص طور سے علی کو دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے کہ ہم اس کے ساتھ اپنا قد ناپ سکیں۔

شاید تمہیں پہلے لکھا یا نہیں لکھا کہ انگلستان میں ہمارے ایک عزیز اور قابل اعتبار
دوست جو منتظم ہوتے ہیں فریدہ خانم کو وہاں سے بلوانا چاہتے ہیں ٹکٹ اور رہنے سہنے کے انتظامات
کے علاوہ ان کی تجویز یہ ہے کہ پبلک Concerts کی آمدنی آدھی آدھی تقسیم کرلیں یا کوئی
Minimum رقم فریدہ تجویز کر دیں، جیسا کہ میں نے لکھا ہے یہ شریف اور اعتباری لوگ ہیں اور
ان کا پیشہ ہی تماشہ گروں سے واسطہ نہیں تم کسی دن فریدہ خانم کو ہمارا پیار اور یہ پیغام پہنچا دو اور اگر وہ
چاہیں تو میں الگ سے بھی لکھ دوں گا جیجو یا اختر یا کسی بیچ صاحب ہو گا فریدہ اپنی شرائط تفصیل سے
مجھے لکھ سکیں تاکہ میں ان لوگوں کو مطلع کروں۔ سنا ہے کہ فنکاروں کو باہر جانے کی اجازت اب مشکل
سے ملتی ہے شاید اس سلسلے میں آغا ناصر کچھ مدد کر سکیں۔ ہمیں اب جنگ اخبار باقاعدگی سے ملتا ہے
لیکن اب اس سے بوریت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، اپنا کام چل رہا ہے اور آج کل نئے نمبر کی
تیاری کی وجہ سے کافی مصروفیت ہے۔ تم لوگوں کے لیے امی نے کچھ چیزیں خرید کر رکھی ہیں لیکن
بھجوانے کی کوئی صورت موجود نہیں، بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی آکر وصول کرلو۔

بہت سا پیار ابو

پیاری میزو جانم،

دعا اور پیار۔ تمہارے دونوں بہت پیارے خط کوئی دن ہوئے ملے تھے، بہت خوشی ہوئی۔

ہماری سیمی نار اور بزم کی محفل ختم ہو رہی ہے، بہت خوبصورت جگہ ہے، پھول ہی پھول اور جنگل اور صنوبر کے درخت۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ امی کو بھیج دیا ورنہ تو آرام کی کچھ ایسی ضرورت بھی ہم وہاں کیا ایسا ٹل چلاتے ہیں لیکن تمہاری امی کے لیے واقعی بہت اچھا ہوا اور ڈاکٹروں نے ہم دونوں کو خوب دوائیاں کھلائیں، طرح طرح کے Test کیے، ورزشیں کرائیں اور خوب تواضع کی۔ اپنے ملک میں اس قسم کے دوا دارو اور آرام کی نوبت کہاں آتی ہے۔ تم خود ہی دیکھو گی کہ تمہاری امی پہلے سے کتنی اچھی لگ رہی ہیں، اپنا بھی یہی حال ہے۔ تھوڑے دنوں میں گھر آئیں گے تو دیکھنا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں امی کے ساتھ نہیں آ سکا۔ ایک آدھ جگہ کی سیر باقی رہ گئی تھی (اگرچہ سیر نہیں ہے کام ہے)۔ بس ان کو نپٹا کر تھوڑے دنوں میں آ رہا ہوں۔

امید ہے اب تمہاری صحت بالکل ٹھیک ہو گئی ہوگی۔ "منو ہاشم" کا قبیلہ کیسا ہے، چند دن میں ان سے بھی ملاقات ہوگی۔ تمہارے لیے کچھ چیزیں امی لا رہی ہیں، کچھ ہم لائیں گے۔ علی کو پیار اور باقی سب خاندان کو بھی

بہت سا پیار

ابا

پیاری میزو،

بہت دنوں سے تم سے بات نہیں ہوئی کل تمہارے دیے ہوئے نمبر پر ٹیلیفون کیا تو جواب ملا کہ مسز ہاشمی یہاں نہیں ہیں، شاید تم نے گھر بدل لیا ہے تم دونوں کے لیے بہت عجز کیے کپڑے خریدے ہیں جو تمہیں پسند آئیں تو کسی کو شادی کے تحفے میں دے دینا۔ کراچی میں تھوڑا سا دورہ ہو گیا تھا جو تم نے سن لیا ہوگا۔

بہت سا پیار۔ ابا

پیاری میزو جانم،

عید مبارک

تمہارا خط ملا پرانی کہانیوں کی طرح پڑھ کر ہنسی بھی آئی رونا بھی آیا اگرچہ اب ہنسی بھی کم آتی ہے اور رونا بھی۔ ماما اور یاسر کے آنے سے اگلے دن ہم صوفیہ (بلغاریہ) چلے گئے تھے جہاں بچوں کا عالمی تین لاکھ آدمی میلہ ہو رہا تھا اور وہاں سے کل واپس آئے ہیں۔ وہاں ہماری دلچسپی کا تو کوئی خاص سامان نہیں تھا البتہ یاسر کی کافی سیر ہو گئی۔ اب دو چار دن کے بعد ہم کسی گرم جگہ پر ماسکو میں جا رہے ہیں اور وہاں سے واپسی پر ماما اور یاسر گھر چلے جائیں گے اور ہم کوئی اپنا ٹھکانہ پیدا کریں گے۔ آج کل بیروت زیر غور ہے لیکن ابھی بالکل طے نہیں ہوا اس لیے کچھ نشستہ بھی امیدوار ہے۔ جب سر چھپانے کی صورت ہو جائے گی تو ماما کو بلا لیں گے بیروت میں۔

یاسر عرفات بہت تپاک سے ملے، شاید وہاں کا احوال رنگ میں چھپے گا۔

تمہارے دفتر کی گڑبڑ کا ماما نے بتایا تھا لیکن اس سے زیادہ دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں بھی تو ڈپٹی سیکرٹری سی کی نوکری آدھی تھی لیکن اس سے ہماری شان میں کیا فرق آ گیا۔ ہم اب بھی امیروں وزیروں کو پاؤں کی دھول سمجھتے ہیں۔ اصل تسلی کی بات تو آپ کا علم و ہنر ی

پیاری منیزہ

بہت دنوں بعد تمہارا خط ملا، بہت مسرت ہوئی، خاص طور سے اس خبر سے کہ آخر تمہاری آزمائش ختم ہوئی اور تمہیں اپنی مرضی کا کام بھی مل گیا۔ اب ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد تم گھر جانے کا ڈو مرے کر بیٹھ جاؤ اور پھر ہر چھوٹی موٹی بات پر پریشان ہوتی پھرو۔ کسی کا مزاج تو کوئی بدل نہیں سکتا پھر بھی انسان کوشش کرے تو کچھ تھوڑا بہت تو عقل سے کام لے ہی سکتا ہے اور عقل کی بات یہ ہے کہ محض پریشان ہونے سے تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، بہتر یہی ہے کہ جب کوئی پریشانی کا مضمون پیدا ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ انسان کچھ Accept بھی کرے کہ جو ہونی سو ہوئی ہے، رونے دھونے سے کیا فائدہ، اپنا نسخہ تو یہ ہے جو ہم بیروت میں بھی استعمال کرتے رہے کہ جب بم گرنے کی آواز زیادہ قریب سے آنے لگتی ہے تو ہم منہ سر لپیٹ کر سو جاتے تھے۔ ہمارے ساتھی محض اسی وجہ سے پوچھتے تھے کہ تم اتنے شور میں سو کیسے جاتے ہو، ہم نے بتایا کہ انسان اپنے پورے دماغ پر زور ڈال کر یعنی Will Power کو کام میں لا کر کچھ بھی طوفان سے تو کسی نہ کسی حد تک کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔ خیر جیسے یہ کام ہو گیا گھر بھی بن ہی جائے گا لیکن برسات کے بعد ہی شروع کروانا اچھا ہے کہ ہم بھی گھر پہنچ جائیں کیونکہ تمہاری امی نے دھمکی دی ہے کہ جب تک گھر بنے گا۔۔۔

پیاری منیزہ جانم،

بہت سا پیار، ہم کل شام یہاں پہنچے تھے۔ تین دن رہیں گے پھر شاید دو تین دن کے لیے قاہرہ جانا ہو پھر ماسکو جائیں گے۔ شاید جب تک امی بھی آجائیں۔ امید ہے اب تمہاری طبیعت اچھی ہو گی۔

By air mail
Par avion
LONDON
Yasir Hashmi
156-G
Model Town
LAHORE
PAKISTAN

پیارے یاسر اور میرا

ہم ایک دو دن ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ موسم بہت خراب تھا، آج کچھ اچھا ہے۔ ہم چودہ دسمبر کو کراچی پہنچیں گے اور اگلے دن آپ کے پاس آئیں گے۔

تمہارے ٹکٹ اور ٹافی خرید لی ہے۔

سب کو پیار۔ نانا

LAHORE-PAKISTAN
102-H, Model Town
YASIR Hashmi
Hotel Azerbaijan

پیارے یاسر اور میرا

امید ہے آپ لوگ سب اچھے ہوں گے۔ یہ باکو شہر ہے، ہمارا ہوٹل بالکل سمندر کے کنارے ہے اور ہر طرف پٹرول نکالنے کی مشینیں لگی ہیں اس لیے کہ یہ شہر تیل کا شہر کہلاتا ہے۔ موسم بھی اچھا ہے۔ تمہارے ہاں تو گرمی شروع ہو گئی ہوگی۔

بہت سا پیار

پیارے علی،

آپ نے ایک خط کے بعد پھر کوئی خط نہیں لکھا اور سنا ہے آپ کا قد بہت بڑھ گیا ہے لیکن زیادہ لمبا نہیں ہونا چاہیے، کہتے ہیں کہ زیادہ لمبے آدمی احمق ہوتے ہیں۔

بہت سا پیار، نانا

پیارے یاسر،

آپ کیسے ہیں، پاس ہونے کی مٹھائی کب کھلائیں گے، ہم دو تین دن کے بعد بیروت لوٹ جائیں گے اور دو تین مہینے کے بعد آپ کے پاس آجائیں گے۔

بہت سا پیار، نانا

Secretary Bird (Thesnake Killer).

Ali and Adeel Hashmi
156-G-
Model Town
LAHORE
PAKISTAN

Edition East Africa, 1468
Copyright by: Frank Ltd, P.O. Box 81 133, Mombasa Kenya.

پیارے علی اور عدیل،

آپ لوگ کیسے ہیں، ہم یہاں بہت خوش ہیں، خوبصورت جگہ ہے اور لوگ بھی بہت اچھے ہیں، اتوار کو ہم یہاں کا نیشنل پارک دیکھنے جائیں گے جہاں پر یہاں کے سب جانور رکھے ہیں۔

امید ہے اب تمہارے یہاں گرمی ختم ہو گئی ہوگی، یہاں تو موسم بہت اچھا ہے۔ بہت سا پیار۔ ماما

HASHMIS
156 G
Model Town
LAHORE
PAKISTAN

پیارے علی، یاسر، عدیل اور حیرا،

بہت سا پیار۔ آپ لوگ کیسے ہیں۔ ہم کچھ دنوں کے لیے اس خوبصورت شہر میں ہیں، یاسر عرفات صاحب کی دعوت تھی، پرسوں ان سے ملاقات بھی ہوئی۔ دو چار دن کے بعد ماسکو واپس جائیں گے، امید ہے وہاں ماما سے ملاقات ہو جائے گی۔ آپ سب کو بہت یاد کرتے ہیں۔ ماما

Paris
FRANCE La Butte Montmartre
L'aurore grelottante en robe rose et verte
S'avançait lentement sur la Seine déserte,
Et le sombre Paris, en se frottant les yeux
Empoignait ses outils, vieillard laborieux.
Baudelaire

Model Town
LAHORE
PAKISTAN

پیارے علی، یاسر، عدیل اور میرا

بہت سا پیار۔ اب ہم دو چار دن کے لیے پیرس میں ہیں جو سب سے خوبصورت شہر ہے۔ پھر ماسکو جائیں گے اور اس کے بعد بیروت۔ امید ہے دسمبر
جنوری میں آپ سے ملیں گے۔ پیار، نانا

Dear Adeel
I wanted to write in Urdu but I think you would say "Nana"'s writing is not as good as mine is!!
How are you? Do you still run like a small deer?
Have your teeth grown yet?
Nana will soon lose another tooth and he is upset about it - I said "Well you have had them a long time now!" - he will be 69 soon - that's a quite a long time isn't it?

Much love from Nana

Nana

پیارے عدیل،
آپ کیسے ہیں، آپ کا خط بہت اچھا تھا۔
بہت سا پیار،
نانا

Chief - Editor

LOTUS

Journal of Afro-Asian Writers Association (English · French · Arabic)

BEIRUT - LEBANON

Date

Ref.

بھائی سکندر،

تمہارا خط ملا، بہت دل خوش ہوا۔

درد سر اور درد دل تو سنا تھا لیکن یہ آپ نے ایذائی کا درد کیسے برآمد کر لیا، جو بات کی خدا
کی قسم لاجواب کی۔ یہ بندہ دمشق والا مضمون تو نہیں ہے؟ کلکتہ میں تیز باتوں سے آپ کا پرچہ پہنچا یہ چلا
کہ گرد میں مال کی کمی تھی اس لیے زیادہ مہمان نہیں بلا سکا صرف کنتی تشریف لائے۔ تقسیم کے بعد
پہلی بار بنگال جانا ہوا، اس لیے ڈھاکہ میں سب لوگوں نے کافی مبالغہ کیا، کیونکہ اس وجہ سے بھی کہ
وہاں کی سرکار میں اپنے پرانے شناسا موجود ہیں۔ آپ کے شہر کی زیارت اس لیے نصیب نہ ہو سکی کہ
ہم ایفرو ایشیائی ادیبوں کے وفد کے ساتھ تھے اور ان کے پروگرام میں کلکتہ اور دلی کے علاوہ اور
گنجائش نہ تھی، خیر ابھی صورت باقی ہے۔ آئندہ میں بھی ہوٹل والوں کو گرفتار رکھتے یہاں کا احوال کیا
لکھیں، روز مرہ کی آتش بازی سے ذاتی معاملہ کر لینا تو کوئی مشکل بات نہیں لیکن تنہائی اور فرقت
یاراں کو دل تھامنے پر تیار نہیں، ہوتا یہ ہے کہ ہر دو ماہ کے بعد کہیں نہ کہیں سے حاضر خود بلا بھیجتے ہیں
اور اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ صرف وطن کے بارے کا فی الحال امکان نظر نہیں آتا۔ اپنے وطن اور
تمہارے وطن کے علاقہ دین سے حافظ کا شعر یاد آتا ہے:

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست

کلاہ داری و آئین سروری داند

اس بارے میں دو شعر اپنے بھی سن لیجیے

مقتل میں نہ مسجد میں نہ خرابات میں کوئی

ہم کس کی امانت میں غم کار جہاں دیں

شاید کوئی ان میں سے کفن پھاڑ کے نکلے

اب جائیں شہیدوں کے مزاروں پہ اذاں دیں

مریم کہاں ہیں؟

فیض

HAJI ABDULLAH HAROON COLLEGE

عزیزی ایوب
آپ کا خط ملا، زیتون کا رقعہ مل گیا تھا۔ لندن روانگی سے پہلے ضرور مل کر جائیے۔ زیتون کے کاغذات بھی آپ کے ساتھ کر دوں گا۔

فقط مخلص
فیض

5 Cornwall
Avenue
Finchley
N.3
Tel FIN 0714

عزیزی، آپ کا خط ملا، مسرت ہوئی۔
ملاقات ضرور ہوگی۔ اگلے دو چار دن ذرا مصروف ہوں، اتوار کے بعد کسی دن ٹیلیفون کر کے آجائیے۔ (ویسے میں پرسوں شام ایک دعوت پر آپ کے ہوسٹل میں جا رہا ہوں)
سلمان ہمارے ہاں مقیم ہے۔

فقط مخلص
فیض

CONSULTANT
CULTURAL AFFAIRS
MINISTRY OF EDUCATION

Ref. No.________ Date________

احمد سلیم صاحب،

مجھے یہ جان کر اطمینان ہوا کہ آپ پروفیسر مرزا حسین مرحوم کی یاد میں ایک خصوصی نمبر کی
اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں۔ مرحوم ایک نہایت ذہین، زیرک اور صاحب نظر ادیب اور نقاد تھے۔
ان کی ادبی کاوشوں سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں، جو ان کی بے وقت اور ناگہانی رحلت کے
باعث پوری نہ ہو سکیں۔ ان کے احباب اور جملہ ادبی حلقوں میں ان کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ مجھے
امید ہے کہ ان کی ادبی خدمات کے پیش نظر ان کے پسماندگان کی امداد و اعانت کے لیے مناسب
سعی کی جائے گی۔

فیض احمد فیض

عزیزی احمد سلیم

یہاں کئی دنوں سے ایک بندش تھی اس لیے تمہارا خط اور یہ درخواستیں ابھی موصول ہوئے۔ قاعدے کے
مطابق یہ درخواست انہی کے سفارت خانے کے ذریعے بھیجی جانی چاہیے۔ یہاں سے براہ راست
بھجوانے کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔ داخلے کی تاریخ تو گزر چکی ہے لیکن تاخیر کی وجہ معقول ہو تو بعد میں بھی
درخواست وصول کر لی جاتی ہیں۔ عام طور سے فیصلے جون جولائی میں کیے جاتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا
یہ کہ اب سب داخلے پاکستان کی وزارت تعلیم کی منظوری سے ہوتے ہیں۔ آپ تحقیق کر لیں۔

مخلص

فیض احمد فیض

عزیزی احمد سلیم،

آپ کا خط ملا۔ آپ کے بارے میں کافی دن پہلے شیخ ایاز صاحب سے گفتگو ہوئی تھی اور انہوں نے اطمینان دلایا تھا کہ وہ آپ کے مسائل پر غور کریں گے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے میرے ہاں کوئی گنجائش موجود نہیں اور PNCA میں بھی اب اپنا بس نہیں چلتا۔ اسلام آباد میں Academy of Letters کا ڈھانچہ تیار ہو رہا ہے۔ وہاں ممکن ہے کوئی جگہ نکل سکے اگرچہ اس میں کچھ دن لگیں گے۔ بہر صورت تم میرے حوالے سے احمد فراز کے نام ایک درخواست بھیج دو۔ (احمد فراز اس پروجیکٹ کے ڈائریکٹر ہیں) مجھے ان کا صحیح پتہ معلوم نہیں لیکن وزارت تعلیم کی معرفت انہیں خط پہنچ جائے گا۔ میں فراز سے بشرط ملاقات زبانی بھی بات کروں گا۔

والسلام

فیض احمد فیض

عزیزی احمد سلیم،

آپ کا خط اور درخواست کے بارے میں احمد فراز سے بات کروں گا مگر فی الحال یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لیے کہ ابھی ان کے عملے کی منظوری نہیں ملی اور یوں بھی جب تک انتخابات کا قصہ ختم نہیں ہو جاتا سب سرکاری کاروبار بند ہے۔ جب تمہاری ضرورت ہوگی احمد فراز تمہیں خود اطلاع کر دیں گے۔

مخلص

فیض احمد فیض

PAKISTAN NATIONAL COUNCIL OF THE ARTS

ISLAMABAD

DATE

عزیزی احمد سلیم

ڈاکٹر عبداللہ ملک نے آپ کو میرا پیغام پہنچا دیا ہوگا۔ یہاں سے دو ہفتے متواتر غیر حاضری مشکل ہے۔ ۴ جون یا ۹ جون میں سے کوئی ایک دن ہمارے آنے کے لیے طے کر لو اور مجھے مطلع کر دو۔

فقط

مخلص

فیض

عزیزی احمد سلیم

آپ کا خط ملا۔ افسوس ہے کہ دونوں کتابیں ختم ہو چکی ہیں۔ ان کا ایڈیشن آج کل زیر طبع ہے۔ جیسے ہی کتابیں دستیاب ہوں گی ضرور بھجوا دوں گا۔ امید ہے کہ تم بخیر و عافیت ہو گے۔ (پرانی کتابیں بھی فی الحال اشاعت کے انتظار میں ہیں) کچھ اور کتابیں کسی کے ہاتھ تمہیں بھجوانے کی کوشش کروں گا۔

مخلص

فیض

مکرمی ظفر صاحب

آپ کا مراسلہ پہنچا۔

۱۔ بیگم مجید ملک صاحب سے یہی طے پایا تھا کہ ادارۂ یادگارِ غالب کے حسابات ایک الگ اکاؤنٹ میں رکھے جائیں گے جو کراچی ایجوکیشن سوسائٹی کا ایک ذیلی اکاؤنٹ ہوگا۔ بہرحال اس بارے میں آپ نے جن امور کا تذکرہ کیا ہے، بیگم صاحبہ تک پہنچا دیے جائیں گے اور ان کی رائے دریافت کرنے کے بعد ہم گفت و شنید کا کوئی وقت طے کر لیں گے۔

۲۔ مصطفیٰ سے مجوزہ معاہدہ میں نے دیکھ لیا ہے، میری رائے میں صحیح اور مناسب ہے، البتہ یکم اگست کے بارے میں دوبارہ غور کر لیجیے، شاید یکم ستمبر زیادہ مناسب ہے۔

مخلص

فیض

ادارۂ یادگار غالب

حزیں لدھیانوی کے نام آخری خط

Faiz Ahmed Faiz

عزیزی حزیں صاحب

آپ کا خط آیا، لکھا ہے، کتاب تو اب موجود ہے لیکن بے کار اور اب ملازم نہ ہونے کے سبب ڈاک میں ترسیل کا دردِ سر اپنے بس کا روگ نہیں، آپ آ کے لے جائیے یا کسی کے ہاتھ منگوا لیجیے۔ پھر ہم کسی طور بھجوا دیں گے۔

مخلص، فیض

TELEPHONE NO: [illegible]

CONSULTANT
CULTURAL AFFAIRS
MINISTRY OF EDUCATION

27/D, GULBERG II
LAHORE

Ref. No. ________ Date ________

عزیزی شہریار،

احمد سلیم تمہارے پاس آ رہے ہیں انہیں حیدرآباد جانے میں مشکل درپیش ہے، یہ تمہارا محکمہ ہے انہیں اگر کسی کو جانتے ہو تو امداد کرو۔

فقط

فیض احمد فیض

مکرمی آغا صاحب،

احمد سلیم سے غالباً آپ متعارف ہوں گے میرے شاگرد بھی ہیں اور پنجابی کے معروف نوجوان ادیب، ذہین اور مستعد آدمی ہیں، اگر آپ کے ہاں کوئی گنجائش ہو تو ان کا کام سنوار دیں ممنون ہوں گے۔

فیض احمد فیض

عزیزی عابد شاہ،

بہت تاسف ہے کہ یہ مختصر سے معنی تمہیں پہلے نہ بھجوا سکا، کچھ طبیعت بھی حاضر نہیں تھی اور کچھ سفر اور ڈاکٹروں نے گھیرے رکھا۔ شاید اب تمہارے کام آ سکے گا یا نہیں لیکن یہ تو ثابت ہو جانا چاہیے کہ نیت میں فتور نہیں تھا۔

ہسپتال میں ٹائپسٹ کہاں ملتا ہے اس لیے تم خود ٹائپ کروا کے رکھوا لینا۔ انتخاب آٹو گراف کس کے پاس ہوگا؟ دوسی جون کو لندن میں یار لوگوں نے ہمارے بارے میں کچھ پکنک کا اہتمام کر رکھا ہے اس لیے ہسپتال سے فارغ ہو کر لندن جائیں گے ممکن ہے ایلس کا یورپ کی سیر کو جی چاہے۔ فضول خرچی کے لیے پیک کا مال تو گرہ میں ہے ہی، یہاں پر ہسپتال کے بعد عموماً کچھ ٹورزم کی باری آتی ہے، ہم نے کہہ دیا ہے کہ اس وقت نہیں جا سکتے اگر چاہو تو اگست میں لوٹ آئیں گے یہ طے ہوا تو اگست ہی میں گھر آ جائیں گے ورنہ ستمبر میں سہی۔ "وہاں پر بھی غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں" اگر اس دوران میں تمہارا لندن کا چکر ہو تو بتا دینا ممکن ہے ملاقات ہو سکے۔

گھر سے سنسرشپ وغیرہ کے بارے میں بکواس کی کارروائیوں کی اطلاع ملی تھی، ایک بے خواب رات میں اس مضمون پر کچھ تک بندی ہو گئی جو چہ طلبا، امید ہے ناز کی طبیعت اب بحال ہو گئی ہوگی۔

ہم دونوں کی طرف سے بہت سا پیار۔

مخلص

فیض

بے بسی کا کوئی درماں نہیں کرنے دیتے
اب تو ویرانہ بھی ویران نہیں کرنے دیتے
دل کو صد لخت کیا سینے کو صد پارہ کیا
اور ہمیں چاک گریباں نہیں کرنے دیتے
ان کو اسلام کے لٹ جانے کا ڈر اتنا ہے
اب وہ کافر کو مسلماں نہیں کرنے دیتے
دل میں وہ آگ فروزاں ہے عدو جس کا بیان
کوئی مضمون کسی عنوان نہیں کرنے دیتے
جان باقی ہے تو کرنے کو بہت باقی ہے
اب وہ جو کچھ کہ مری جان نہیں کرنے دیتے

All Love,

University of Montana

Missoula, Montana

Equal Opportunity in Education and Employment

All Love,

Naomi

Hazaine Books,
45 Connaught Street,
London W.2.
12 March, 1984.

Dear Faiz uncle,

Just a line to inform you that we have despatched 15 copies of the book to Hameed Haroon in Karachi, and 20 copies to Najam Sethi in Lahore. Hameed is to pay you Rs. 12000/-; Najam will pay Rs. 10,000/- immediately and Rs. 10,000/- more within 2 months. The air freight is being paid by us in London. Would you please follow up with both Hameed and Najam, and advise us immediately payment is received? You should also have received another Rs. 1500/- from Mazhar and Tunisia, who have asked for another copy.

I believe you are about to embark on a Moscow–Tunisia–London trip. Please do ensure that you collect the money before leaving, or authorise someone to do so on your behalf. And do let us know the proposed dates of your London stay.

I had asked Shaukat [illegible] to make enquiries about the Birmingham and London seminars. He tells me that there appear to be no success [illegible] just as yet.

Love to the family.

Yours, Saeed.

81-C/II, Gulberg III,
LAHORE.

Ref: P-24 22nd April, 1984.

My dear Faiz,

Would you like to sign the enclosed Charter which has been signed by the persons included in the list enclosed? May I request you to send it back by the return mail if you agree with the idea. It is going to be released to the Press by the close of this month, therefore the hurry.

With regards,

Yours sincerely,

(M. MASUD)

Encls:
1. Charter;
2. List.

To
Mr Faiz Ahmed Faiz,
[illegible], Model Town,
LHR

---

19 Nov 1984

Dear Poet,

It is Naseem writing you from Islamabad. I have received your very kind letter in which you have informed me about your visit to Islamabad when you were in the city. I tried to contact you several times but unfortunately could not reach you. Mr Iqbal told me that you will be staying for several days so I was not to be worried, but when I tried two days back to see you, you had gone to Lahore. I really felt depressed as I was waiting since several months and was looking forward eagerly to see you, very very. When are you planning to come to Islamabad. I know it is difficult to visit very often but your fans always wish your presence.

Your letter which you have written in reply of my letter to you was a source of great pleasure and strength.

I miss you very much. I will try to come to Lahore. My love to Alice who very considerately replied me in your absence.

I wish to see you in near future.

With all the best wishes,

Naseem

فیض کے خطوط سے ہمیں کیا ملا؟

فیض کے تین سو تیس (330) سے زیادہ مطبوعہ خطوط دستیاب ہیں۔ ان میں سے تقریباً نصف خطوط فیض نے اپنی بیوی بچیوں کو لکھے۔ فیض نے اپنی بیگم ایلس کو صرف انگریزی اور اپنی بیٹیوں سلیمہ اور منیزہ کو انگریزی اور اردو میں خطوط لکھے۔ باقی تمام خطوط اردو میں ہیں۔ فیض کے وہ خطوط جو انھوں نے جیل سے اپنی بیگم ایلس کو لکھے وہ خطوط خود فیض نے اردو میں ترجمہ کیے جو ان کے قول کے مطابق ''جیسے قلم برداشتہ یہ خطوط لکھے گئے تھے ویسے ہی ''منہ زبانی'' ان کا ترجمہ کیا گیا ہے''۔ چناں چہ یہ خطوط 1971ء میں ''صلیبیں مرے دریچے میں'' کے عنوان سے شائع ہوئے۔ اس بارے میں فیض کتاب کے سرآغاز پر ''گزارش احوال واقعی'' میں لکھتے ہیں:

''اس کتاب میں جو خطوط شامل ہیں وہ تو میں نے ہی لکھے تھے، لیکن یہ کتاب نہ میں نے لکھی ہے نہ چھپوائی ہے۔ اسے لکھوانے اور چھپوانے کے واحد ذمہ دار ادارہ یادگار غالب والے مرزا ظفر الحسن ہیں۔

اب سے چند ماہ پہلے مرزا صاحب نے تقاضا شروع کر دیا کہ میں اپنی سرگزشت یا تجربات زندگی وغیرہ کے بارے میں کچھ لکھوں، وہ اصرار کرتے رہے اور میں ٹالتا رہا۔ آخر پیچھا چھڑوانے کی خاطر میں نے یہ خطوط بیوی سے لے کر ان کے حوالے کیے کہ ان میں کاٹ چھانٹ خود ہی کر لیجیے۔ اس کے بجائے وہ نہ صرف ان خطوط کی اشاعت کے درپے ہو گئے بل کہ ان کے ترجمے پر بھی مجھ ہی کو مامور کر دیا۔ بات یہیں تک رہتی تو مضایقہ نہ تھا، اس لیے کہ ہمیں کام چوری کے بہت سے گر یاد ہیں۔ لیکن یہ حضرت کاغذ قلم سنبھال سر پر سوار ہو گئے کہ آپ ترجمہ لکھوایے، میں لکھتا ہوں، نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے یہ کوئی ادبی تصنیف نہیں ہے، نجی خطوط ہیں جو قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ خطوط اردو میں نہیں انگریزی میں لکھے گئے تھے۔ ایک زبان کے منفرد الفاظ کا ترجمہ کچھ ایسا مشکل کام نہیں اور مفہوم کی ادائی میں بھی کوئی خاص دقت پیش نہیں آتی، لیکن انگریزی کا روز مرہ لہجہ اور ہے اردو کا اور۔ ہر زبان کی طرح انگریزی کے روز مرہ محاورے، تلمیحات، ضرب الامثال، کہاوتیں وغیرہ وغیرہ اسی زبان سے مخصوص ہیں اور بہت سی محنت اور تلاش کے بغیر انھیں اردو میں منتقل کرنا محال ہے۔ لیکن مرزا ظفر الحسن نے محنت اور تلاش کی مہلت ہی کب دی ہے''۔

''صلیبیں مرے دریچے میں'' کے علاوہ محترمہ سرفراز اقبال کو لکھے گئے پچپن (55) سے زیادہ خطوط 1988ء میں ''دامنِ یوسف'' کے نام سے اور جناب افتخار عارف کو لکھے گئے 38 خطوط 2011ء میں ''فیض بہ نام افتخار عارف'' کے عنوان سے کتابی شکل میں منظر عام پر آ چکے ہیں۔

جدول خطوط مطبوعہ

نمبر شمار	بنام	تعداد	کتابیات
1	ایلس فیض	135	صلیبیں مرے دریچے میں
2	سلیمہ ہاشمی اور منیزہ ہاشمی	8	صلیبیں مرے دریچے میں
3	سلیمہ ہاشمی اور منیزہ ہاشمی	2	فیض کے مغربی حوالے
4	افتخار عارف	38	فیض بہ نام افتخار عارف
5	سرفراز اقبال	55	دامنِ یوسف
6	بیدا ماتو اور ندیم	8	دامنِ یوسف
7	ابراہیم جلیس	1	متاعِ لوح و قلم
8	احمد ندیم قاسمی	3	متاعِ لوح و قلم
9	اختر انصاری اکبر آبادی	1	متاعِ لوح و قلم
10	اطہر قادری	1	متاعِ لوح و قلم
11	چراغ حسن حسرت	1	متاعِ لوح و قلم
12	حزیں لدھیانوی	2	متاعِ لوح و قلم
13	حمید اختر	2	متاعِ لوح و قلم
14	خدیجہ بیگم	17	متاعِ لوح و قلم
15	خدیجہ مستور	1	متاعِ لوح و قلم
16	سحر انصاری	1	متاعِ لوح و قلم
17	سلام مچھلی شہری	1	متاعِ لوح و قلم

18	سید سبطِ حسن	3	متاعِ لوح و قلم
19	صہبا لکھنوی	2	متاعِ لوح و قلم
20	عبادت بریلوی	1	متاعِ لوح و قلم
21	عبدالرحمٰن چغتائی	1	متاعِ لوح و قلم
22	غلام رسول مہر	1	متاعِ لوح و قلم
23	مرزا ظفر الحسن	4	متاعِ لوح و قلم
24	محمد اجمل	1	متاعِ لوح و قلم
25	ایوب الیاس	1	متاعِ لوح و قلم
26	محمد طفیل	2	متاعِ لوح و قلم
27	حسیم سید	1	متاعِ لوح و قلم
28	اشفاق حسین	2	فیض کے مغربی حوالے
29	حسن نواز گردیزی	1	فیض کے مغربی حوالے
30	کرنل انور احمد	3	فیض کے مغربی حوالے
31	سردار جعفری	1	فیض کے مغربی حوالے
32	محمد حسن	1	فیض کے مغربی حوالے
33	عبدالرحیم انجان	7	خوش نو فقیر۔فیض احمد فیض
34	منیزہ ہاشمی	14	لاؤ تو قتل نامہ مرا
35	سلیمہ ہاشمی	3	لاؤ تو قتل نامہ مرا
36	عبداللہ ملک	4	لاؤ تو قتل نامہ مرا

کل مطبوعہ خطوں کی تعداد 330 ہے۔

ہم جانتے ہیں درجنوں خطوط ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ڈاکٹر مجید بیدار صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونی ورسٹی مشاہیر کے خطوط بنام سکندر علی وجد مرتب کر رہے ہیں، جن میں پانچ خط فیض کے بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب کی تحقیق کے مطابق ابھی درجنوں خطوط لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ شاید ایک بڑی تعداد خطوط کی ڈاکٹر محمد حسن اور ڈاکٹر قمر رئیس کے خاندان کے افراد کے پاس ہو جن کو طباعت سے مزین ہو کر گلشن اُردو میں ظاہر ہونا چاہیے تاکہ مزید فیض فہمی میں مدد ہو سکے۔

جس طرح مشہور ہے:

چُھپ نہیں سکتا ہے شاعر شعر کے چھپنے کے بعد

اُسی طرح سے جب خط لکھ دیا جائے تو وہ منظرِ عام پر دستاویز بن کر نمودار ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبالؔ کو شاید کبھی گمان بھی نہ ہو کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے 1495 سے زیادہ خطوط بڑی آب و تاب سے چار بڑی جلدوں میں شائع ہوں گے جس سے اقبالؔ شناسی میں بڑی مدد ملے گی۔ غالبؔ کا مسئلہ دوسرا تھا وہ خطوط نگاری کو اپنی نثری نقش نگاری بنا چکے تھے۔ فیض طبیعتاً آرام پسند تھے چناں چہ اگر قید اور جلاوطنی کے مسائل نہ ہوتے تو شاید اتنی تعداد میں خطوط لکھے نہ جاتے۔ غالبؔ اور اقبالؔ کے خطوط تمام تر مردوں کے نام ہیں، کہیں کہیں پردہ نشینوں کا ذکر ہے، لیکن فیض کے پاس تو نصف سے زیادہ خطوط صنفِ نازک کے نام ہیں جن میں بیوی، بیٹیاں اور دوسری خواتین شامل ہیں یعنی محرم اور نامحرم دونوں سے خطاب ہے، جس کی وجہ سے خطوط میں رنگینی اور خوشبو موجود ہے۔ برصغیر کے رواج اور اردو تہذیب کے مزاج میں گھر کو لکھے گئے خطوط کو شائع نہیں کیا جاتا تھا لیکن چوں کہ سجاد ظہیر کی بیگم رضیہ اور جاں نثار اختر کی بیگم صفیہ اپنے نجی خطوط کو شائع کر چکی تھیں اور خود سجاد ظہیر کی بیگم نے ایلس فیض کو لکھا تھا کہ فیض کے خطوط کو محفوظ رکھو تاکہ انھیں شائع کر سکو جس کا اشارہ ایلس نے اپنے خط میں کیا تھا، جس کا جواب فیض نے جیل سے 11 مارچ 1953ء کے خط میں یوں دیا:

''خطوط کی اشاعت کے بارے میں مجھ سے نہ ہی پوچھو تو اچھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کتابی صورت میں یہ بالکل احمقانہ معلوم ہوں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں کسی غیر جانب دار آدمی سے پوچھو۔ بہ ہر صورت اگر انھیں چھپوانے کا فیصلہ کرو تو یہ اُردو میں چھپنے چاہییں''۔

فیض کے خطوط اس خط کے تقریباً بیس (20) سال بعد شائع ہوئے۔ ان خطوں میں موضوعات کا ہجوم ہے، چوں کہ تقریباً ہر خط کا موضوع، لہجہ، اسلوب اور رنگ جدا ہے، اس لیے ہم نے ان خطوں کو پانچ ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا ہے تاکہ حتی الامکان خطوں کے مواد سے استفادہ ہو سکے۔

1۔ فیض بنام ایلس

2۔ فیض بنام ہمشی وغیرہ

3۔ فیض بنام سرفراز اقبال

4۔ فیض بنام افتخار عارف

5۔ فیض بنام دیگراں

فیض کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے کے لیے ایلس کو لکھے گئے خطوط مددگار ثابت ہوئے۔ اگرچہ ان خطوں میں پیار و محبت، گھر بار کے مسائل اور واقعات کا ذکر ہے، لیکن مسئلۂ زندگی، فلسفۂ زندگی، حیات کے تصوّر کے علاوہ شاعری، مطالعہ، خود شناسی، تنہائی، خوشی، اُداسی، کاہلی، کتابی، مجلسی اور کائناتی مطالعہ پر مختصر مگر عمدہ نکات موجود ہیں۔ ایلس کو لکھے گئے خطوط محرمانہ، عاشقانہ، زن و شوہر کے خطوط میں اس لیے شامل نہیں ہو سکتے کہ یہ خطوط جیل سے لکھے گئے اور فیض جانتے تھے کہ تمام خطوط پڑھنے کے بعد بھیجے جاتے تھے جس کا انھوں نے بعض خطوں میں اشارہ بھی کیا ہے۔ دوسرے یہ خطوط انگریزی میں تھے جس کا ''منھ زبانی'' ترجمہ خود فیض نے کیا ہے، اس لیے اس بات کی گنجائش باقی ہے کہ یہ ترجمہ ترجمانی کی صف میں کھڑا کیا جائے جب کہ دوسرے خطوط جو جیل کے باہر اور اُردو میں لکھے گئے ہیں ان خدشات سے مبرا ہیں۔ ہم ذیل میں خطوں کے اقتباسات سے پہلے صرف نکات رقم کریں گے تاکہ مطلب خط کے مواد سے ظاہر ہو جائے۔

الف: فیض نے ایلس کو سربلند، عزم محکم اور زندگی کے سفر میں شریک سفر ہونے کی تاکید کی ہے۔

27 اکتوبر 1952ء

''جب دل میں درد و کرب کا طوفان بپا ہے تو سر اتنا بلند ضرور رہنا چاہیے کہ مستقبل میں امید کی کرن نظر آ سکے، زندگی پر اپنا ایمان قائم رہ سکے اور حسن و خوبی سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت ضائع نہ ہونے پائے۔ اگر ان پانیوں کو سر سے گزر جانے دیں تو آدمی کھو جاتا ہے، اپنا توازن ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر مشکل سے گرفت میں آتا ہے۔ خوف و خطر کا مرحلہ یہی ہوتا ہے۔ جب موجیں دھاڑتی ہوئی ٹھاٹھیں مارتی آتی ہیں اور تیرہ و تار سیلاب کا خاتمہ کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ جب ہاتھ پاؤں سرد اور شل ہو جاتے ہیں اور مزید جدوجہد

انتہائی اذیت ناک معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ جد وجہد تو جاری رکھنی ہی پڑتی ہے صرف اپنی جان کے بچاؤ کی خاطر نہیں بل کہ ان سب چیزوں کی خاطر بھی جنھیں آدمی عزیز اور مقدس اور بیش قیمت جانتا ہے، اس لیے تم اپنے آنسو بچا کر نہ رکھو صرف اپنا سر نیچا نہ ہونے دو اس لیے کہ طوفان گزر جائے گا، بادل کھل جائیں گے اور سورج کی روشنی پھر ہر سُو پھیلے گی کل نہیں تو پرسوں یا شاید بہت دن کے بعد جب بھی ہو یہ ہونا یقینی ہے"۔

26 نومبر 1962ء:

"کچھ دنوں تک خط نہ آئے تو یہاں کی تنہائی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور چوں کہ تم اپنے نالائق میاں کی طرح کاہل اور کام چور نہیں ہو، اس لیے تشویش ہونے لگتی ہے۔

یہ لکھا ہی تھا کہ تمھارا خط آ گیا۔ یہ سال ختم ہونے کو ہے اور شاید ہماری آزمایش بھی۔ اس لیے دل خوش رکھو اور براؤننگ کی نظم "ربی بن عذرا" یاد کرو۔

میرے ساتھ ساتھ بڑھاپے کی منزل تک چلو
بہترین دن تو ابھی آگے آئیں گے

سوال یہ نہیں کہ کون سی چیز کس چیز کے قابل ہے، کیا محبت اس قابل ہے کہ اس کے لیے دل لہو کیا جائے یا وصال اس قابل ہے کہ اس کے لیے فراق جھیلا جائے۔ بات یہ ہے کہ اگر تن میں جان ہے اور آدمی اپنی دیانت اور خلوص باطن کے بھروسے پر سر اٹھا کر چل سکتا ہے تو زندگی میں جو بھی پیش آئے، رنج ہو یا راحت، ہر چیز اپنی اپنی جگہ اچھی ہے"۔

ب: جب ایلس فیض کو یہ غلط خبر ملتی ہے کہ فیض کا تعلق کچھ پردہ نشینوں سے تھا تو وہ برہم ہو کر خط میں لکھتی ہیں، جس کے بارے میں فیض نے یوں ترجمہ کیا:

27 جولائی 1953ء:

"لفافے پر لکھا تھا ضروری، میں سمجھا اس میں واقعی اہم بات درج ہو گی، اس لیے گھبراہٹ میں بہت جلدی سے کھول کر پڑھا، لیکن اس میں ایک فرسودہ سوال کے سوا کوئی بھی ضروری یا اہم بات نظر نہیں آئی اور وہ سوال یہ ہے کہ ہم نے ایام ماضی میں اپنی عفت ٹھیک طرح بچا کر رکھی تھی کہ نہیں، لاحول ولا قوۃ، یہ کیا مسخرہ پن ہے۔ مجھے اس سوال سے شاید برہم ہونا چاہیے تھا یا پریشان ہونا چاہیے تھا، لیکن مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ خیر اس بارے میں اب سوال کا جواب سنو:

سوال: کیا فلاں بنت فلاں تمھاری محبوبہ تھیں؟

جواب: نہیں۔

سوال: تو پھر مری اور کراچی میں کیا ہوا؟

جواب: کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی تھی، کم از کم کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جسے ہمارے دوست قابل ذکر سمجھیں۔

سوال: تو پھر آخر کیا قصہ ہوا تھا؟

جواب: اول تو سوال مبہم ہے، دوم جواب تفصیل چاہتا ہے اور اگرچہ مجھے اس کی چنداں پروا نہیں، لیکن ایک اہم پبلک دستاویز میں خالص ذاتی معاملات کا بیان مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

سوال: تو تمھیں اقرار ہے کہ یہ کوئی ذاتی معاملہ تھا جسے تم پبلک میں ظاہر نہیں کرنا چاہتے؟

جواب: مجھے بالکل اقرار نہیں۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ ذاتی معاملات پر کھلے بازار بحث کرنا مناسب نہیں۔

سوال: تو تم مانتے ہو کہ اس معاملے کا کوئی نامناسب پہلو بھی تھا۔ دوسرے الفاظ میں کوئی ایسا قابل اعتراض پہلو جو پبلک کے سامنے نہیں آنا چاہیے؟

جواب: دیکھیے اب یہ کج بحثی ہے، میرا مطلب یہ ہے کہ اول تو یہ کوئی قابل ذکر قصہ ہی نہیں اور دوم اس کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر مجھے ندامت ہو۔

ج: انسان کتنا ہی صابر اور استقامت کا حامل ہو وہ بھی کبھی کبھی گھبرا جاتا ہے، افسردگی، اداسی، بے بسی اسے جکڑ لیتی ہے۔ انسان اپنا درد صرف اسی سے کہتا ہے جو ہمدرد ہو اور شریک حیات سے بڑھ کر فیض کا ہمدرد کون ہو سکتا تھا۔ چناں چہ فیض کے تمام خطوط میں صرف ایک دو خط ایسے ہیں جن میں فیض یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بھی انسانی دل و جگر کے مالک ہیں اور پتھر نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ فیض نے قیدیوں کی نفسیات پر بھی تبصرہ کیا ہے:

16 جنوری 1952ء:

"جیل خانے میں ذہنی کیفیات کے جو مختلف دور گزرتے ہیں ان کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں، ان میں سب سے زیادہ وضعدی کیفیت وہ ہے جسے طبی زبان میں Prison Coma کہنا چاہیے۔ ایک طرح خمار آلود نیم بیداری۔ جب ہر چیز کہیں دور چلی جاتی ہے اور سب کچھ غیر اہم اور بے وقعت نظر آتا ہے، جب کوئی درد باقی رہتا ہے اور نہ کوئی راحت، اور عرش بریں بے آباد معلوم ہوتا ہے۔ یہ کیفیت بھی گزر جاتی ہے جیسے اور سب کچھ گزر جاتا ہے، لیکن جب تک جاری رہتی ہے یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کبھی ختم نہیں ہوگی اور آدمی کسی ایسے کیڑے کی طرح بن جاتا ہے جو زیر زمین بے سدھ پڑا ہو"۔

د: فیض نے خود سازی، اخلاق سازی اور صوفی اقدار کو قید خانہ کی تنہائی میں اخذ کیا۔

2 جولائی 1951ء:

"عید کے دن ہم نے پہلے بھی بہت دیکھے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جب ہم ساتھ تھے اور اب یہ سارا بوجھ اکیلے تمھارے کندھوں پر ہے۔ خیر ہمیں اب بھی اتنا کچھ میسر ہے کہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ مثلاً مجھے تو اب سے پہلے کبھی ایسا سکون قلب میسر نہیں ہوا، کم از کم اس طرح کا سکون جو اس وقت ہے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ جیسے دنیا میں کسی سے کوئی شکایت نہیں رہی بل کہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ یہ جیل خانہ ختم کرنے سے پہلے ہم کہیں ولی اللہ نہ بن جائیں۔ اس لیے کہ اب کوئی بات، کوئی چیز بری نہیں لگتی۔ سارے جھوٹ، سارے فریب، وہ ساری تہمتیں

جن پر پہلے دل کڑھا کرتا تھا، اب یاد کر کے صرف ہنسی آتی ہے اور ایک طرح سے دل خوش ہوتا ہے''۔

17 مارچ 1952ء

''یہ صرف میں اور تم جانتے ہیں کہ دراصل ہم کچھ Inhibited صوفی قسم کی چیز ہیں، لیکن عام لوگوں سے یہ بات چھپائے رکھتے ہیں تاکہ شاعرانہ شہرت پر حرف نہ آئے''۔

فیض نے ادبی کام اور مطالعے کی تفصیلات ایلس کو دی۔

ھ: ایلس کو خط میں لکھتے ہیں:

''Pillars of the Community کا نصف ترجمہ ختم کر چکا ہوں''۔

و: فیض کے تیس (30) سے زیادہ خطوط میں اُن کتابوں کے نام اور اشارے موجود ہیں جن کا فیض نے مطالعہ کیا تھا۔ انھی خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی درجن کتابیں فیض نے پڑھیں اور چھتیس (36) سے زیادہ کتابوں کے نام بھی ان خطوط میں محفوظ رہے۔ ہم نے ایک پورا علیحدہ مضمون اسی کتاب میں شامل کیا ہے۔ یہاں صرف جدول میں کتابوں کے نام وغیرہ شامل ہیں، پیش کرتے ہیں:

جدول

نمبر شمار	کتاب کا نام/مصنف	صنف	نمبر شمار	کتاب کا نام/مصنف	صنف
1	دیوان الحماسہ، شاعر ابو تمام	شاعری	2	تمام اردو دیوان	شاعری
3	Daudet کی کتاب [illegible]	ادب	4	The Making	ادب
5	لائف اینڈ ورکنگ [illegible] (دو جلدیں)	تاریخ	6	سنٹس بری کی تاریخ تنقید (پہلی جلد)	ادب
7	[illegible] کی کتاب	ادب	8	[illegible]	[illegible]
9	[illegible] کی تاریخ ادبیات عربی	ادب	10	[illegible]	شاعری
11	[illegible]	تاریخ	12	[illegible] کے خطوط	ادب
13	[illegible] کی نظمیں	شاعری	14	[illegible] کی تاریخ فلسفہ [illegible]	فلسفہ
15	[illegible] کی تصنیف	ادب	16	[illegible] کی تصنیف	ادب
17	Golden Bough [illegible]	ادب	18	[illegible]	فلسفہ
19	[illegible] کی لائف آف [illegible]	[illegible]	20	[illegible] کا شیکسپیئر	ڈرامے
21	[illegible]	تاریخ	22	J. Cary The Horse Mouth	[illegible]
23	The Star Turner	ڈرامے	24	[illegible]	ڈرامے
25	Three Sisters [illegible]	ناول	26	The Diplomat by James Aldridge	ناول
27	Magister Ludi [illegible] Meyer	ناول	28	The Jungle By Upton Sinclair	ناول
29	Howard End, By Foster	ناول	30	Storm [illegible]	ناول
31	[illegible] کی کتابیں	شاعری	32	فرانسیسی سیکھنے کی ابتدائی کتابیں	[illegible]
33	[illegible] کی فرانسیسی کتابیں	فرانسیسی زبان	34	[illegible]	
35	[illegible] کی کتابیں	متفرقات	36	[illegible]	متفرقات

ز: یوں تو کئی ناقدوں، ادیبوں، شاعروں، دانش وروں، سیاست مداروں، صحافیوں، محققوں، تخلیق کاروں، دوستوں، دشمنوں، عالموں اور جاہلوں نے فیض کی شاعری پر مختلف زاویوں اور مختلف ذہانتوں کے تحت گفتگو کی ہے، لیکن گھر کا بھیدی بہرحال چیزے دیگر ہے کیوں کہ جگر جگر است و دیگر دیگر است۔ اس تحریر میں اُن کی شاعری کے متعلق اور اس سے مربوط مسائل پر اُن ہی کے بیانات جو من و عن اُن کے خطوط جو ایلس کے نام ہیں پیش کرتے ہیں۔ ہم نے اسی کتاب میں کلامِ فیض پر فیض کا ریویو تفصیل سے علیحدہ مضمون کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ہم یہاں صرف اقتباسات پیش کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ خطوط نہ ہوتے تو ہم اس معتبر اور مفید ریویو سے محروم رہتے۔ شاید ہی اردو ادب کا کوئی ایسا عظیم شاعر ہو، جس نے اس انکساری اور انصاف سے اپنے کلام پر کام کیا ہو۔

14 جون 1951ء کو ایلس کے خط میں لکھتے ہیں:

''گرفتاری کے بعد میں نے ابھی ابھی چھٹی نظم ختم کی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ گزشتہ تین برس جتنا کچھ لکھا تھا ان تین ماہ میں اس سے دو گنا لکھ چکا ہوں''۔

9 نومبر 1951ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''اپنی نئی نظمیں ایک نئے مجموعے کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں آنے کے بعد بالکل غیر شاعرانہ کیفیت طاری ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ لیلائے سخن جلد لوٹ آئے گی''۔

28 نومبر 1951ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''کل رات ایک نئی غزل مکمل ہوئی۔ کوئی ساڑھے دس بجے میں نے سب ساتھیوں کو سننے کے لیے بستر سے اٹھایا۔ اس کے معنی ہیں کہ آگ ابھی بجھی نہیں۔ اور یہ ہے تو کسی چیز کا کیا غم''۔

14 دسمبر 1951ء کو ایلس کو لکھتے ہیں:

''تمھارے جانے کے بعد ہم ایک نظم میں اُلجھ گئے تھے جو آج ہی ختم ہوئی ہے۔ شاعری کا دورہ کبھی کبھی پڑتا ہے اور جب پڑتا ہے تو ڈر لگتا ہے کہ اگر توجہ ذرا اِدھر اُدھر ہوئی تو یہ کیفیت کافور ہو جائے گی۔ یہ نظم جو ابھی ہوئی ہے ایک طرح کا ترانہ ہے جو میں نے پہلے نہیں لکھا۔ شعر تو شاید اچھے نہیں ہیں لیکن نعرے بازی بُری نہیں ہے''۔

24 دسمبر 1951ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''آج کل دو ایک غنائیہ نظمیں شروع کر رکھی ہیں جو غالباً جلد ختم ہو جائیں گی لیکن یہ شاعری ہے بہت بکواس۔ اس کی وجہ سے اور سب کام رُکے ہوئے ہیں جن میں تمھیں خط لکھنا بھی شامل ہے اور آخرکار جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ بیشتر اوقات اتنا تسلی بخش ہوتا ہے کہ اُسے ردی کی ٹوکری میں پھینکنا پڑتا ہے (اسے بُنے Bloody Perfectionism کہتے ہیں) اور کبھی کوئی نتیجہ برآمد ہی نہیں ہوتا اور بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن غالباً اس کا علاج نہیں''۔

15 جنوری 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''تین نظمیں لکھنے کے بعد دماغ تھک سا گیا ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ

تھوڑے دنوں کے بعد پھر ادھر رجوع کر سکوں"۔

22 جنوری 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"ایک دو نظمیں آدھی رکھی ہیں۔ جنھیں ختم کرنے کو بہت شدت سے جی چاہتا ہے لیکن دماغ کام ہی نہیں کرتا۔ دوبارہ انتظار میں ہوں کہ فرصتِ سخن لوٹ آئے"۔

25 مارچ 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"دو نئی نظمیں لکھی ہیں اور امید ہے کہ تمھارے آنے تک ایک اور ختم ہو جائے گی۔ نئے مجموعے کی اشاعت کے بارے میں تم آؤ گی تو بات کریں گے"۔

23 مئی 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"میں لگا تار لکھ رہا ہوں۔ شاید زیادہ نہیں لکھا جا رہا ہے لیکن نہ لکھنے سے بہتر ہے۔ پھر اپنی مرضی یا ارادے سے تو شعر نہیں لکھا جاتا۔ بعض اوقات دو چار مصرعے صاف کرنے میں کئی دن لگ جاتے ہیں اور جب تک سب دماغی کام رکا رہتا ہے۔ غالباً یہ وقت ہم جیسے دوسرے درجے کے لکھنے والوں کو ہی پیش آتی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اوزانِ ہنر ناقص اور ناتسلی بخش ہیں"۔

21 جون 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"کل رات ہم نے مشاعرہ کیا۔ عید کے تحفے کے طور پر چند شعر تمھیں بھیج رہا ہوں۔ کوئی کمال کی چیز نہیں۔ تفریح کا سامان ہی سہی"۔

9 جولائی 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"میرا گزشتہ خط مل چکا ہوگا جس کے ساتھ ایک نظم بھی بھیجی تھی (دو اور لکھ چکا ہوں، غالباً ان میں سے ایک اتنی بری نہیں ہے) اس طرح بہت سے ادھورے کام کا بقیہ جس کا بوجھ ذہن پر تھا صاف ہو چکا ہے۔ کچھ نامکمل نظمیں تھیں، کچھ متفرق اشعار تھے، یہ سب مکمل ہو چکے اور اب کوئی نئی چیز شروع کرنے کا ارادہ ہے، لیکن اس طرح کی تحریروں سے اپنی تسلی نہیں ہوتی۔ بیشتر اوقات صرف مایوسی اور آزردگی کا احساس ہوتا ہے اور جو بھی لکھا ہو بہت معمولی اور سطحی معلوم ہوتا ہے۔ ماضی میں ایسا نہیں تھا۔ ان دنوں ہم دل سے بہت مجبور ہو کر کبھی کبھار کچھ لکھتے تھے اور یہ اکثر کمال ہوتا تھا۔ لیکن اپنے پر جبر کر کے مشق کے طور سے لکھنا بالکل دوسری چیز ہے۔ اس میں جذبۂ دل کبھی ساتھ دیتا ہے کبھی نہیں دیتا۔ خیر اس میں یہ فائدہ تو ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہنا بہر طور بہتر ہے کچھ نہ لکھنے سے۔ لیکن میں اس بات کا زیادہ قائل نہیں ہوں"۔

9 اگست 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں

"اب تک تمھیں میرا مسودہ پہنچ گیا ہوگا۔ یہ بالکل مکمل نہیں دو تین چیزیں باقی ہیں جو غالباً اگلے ہفتے تک مکمل ہو جائیں گی اور جب تک یہ سب کچھ اشاعت کے لیے تیار ہوگا ممکن ہے کچھ اور بھی بھیج سکوں۔ مجھے افسوس ہے کہ مظہر کے لیے ابھی تک کچھ نہیں لکھ سکا۔ یہاں حوالے کے لیے کتابیں دستیاب نہیں ہیں اور ذہن پر بوجھ اتنا ہے کہ دل لگا کر کوئی ٹھوس چیز لکھنا مشکل ہے۔ ذہن جب بھی ذرا فارغ ہوتا ہے میں شاعری میں لگا دیتا ہوں جو میرا اصلی کام ہے۔ اور اب لکھنے میں کچھ سہولت بھی محسوس ہونے لگی ہے۔ اب بھی ہر ولادت درد سے خالی تو نہیں ہوتی لیکن یہ عمل پہلے جیسا طویل اور اتنا تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ خرابی یہ ہے کہ Bloody Perfectionism کے طعنوں سے تنگ آ کر اب میں نے پہلے کی طرح الفاظ کو ہونے سجانے اور تراش خراش کا کام چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے کبھی پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ ٹھیک بھی ہے کہ نہیں یہاں کوئی ایسا نکتہ چیں بھی نہیں جو اعادہ کر سکے اس لیے ہمارے استاد سے کہنا کہ ہر چیز کو ذرا احتیاط سے دیکھ لیا کریں"۔

12 اکتوبر 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"رؤف کو ایک غزل بھیج چکا ہوں۔ تحت پاتھیر کے طور سے ایک اور نظم منسلک ہے۔ اس نظم سے میں خاص طور سے خوش ہوں، اس لیے کہ مجید صاحب کے مرغوب الفاظ میں I don't mind telling you آج کل کوئی اور ایسا نہیں لکھ سکتا۔ نہ بہت عرصے تک لکھ سکے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے اپنی استعداد پر گھمنڈ ہے۔ اپنی صلاحیت ہنر تو بہت محدود ہے اور بہت سے لوگ مجھ سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔ بات صرف محنت اور عرق ریزی کی ہے، خاص طور سے بیانیہ تحریر میں۔

رؤف سے کہہ دینا کہ آخری تین مصرعوں میں شاید ہم کچھ ترمیم کریں۔ لیکن اگر کچھ اور ذہن میں نہیں آتا تو جیسے ہیں ٹھیک ہیں۔ رہی انتساب کی بات تو اگر تم اپنے آپ کو ایلس کہنا چاہتی ہو تو تمھیں اختیار ہے اس لیے کہ کتاب بھی تمھاری ہے۔ میں نے کلثوم اس لیے لکھا تھا کہ اول تو یہ مشرقی نام ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگ اس کے بارے میں تم سے ضرور سوال کریں گے جو شاید تمھارے لیے تفریحِ طبع کا سامان ہو۔ بہرحال جو تمھارا جی چاہے کرو۔ صرف "میری بیوی کے نام" پر مجھے اعتراض ہوگا، یہ انگریزی میں تو ٹھیک ہے لیکن اردو میں کچھ پھیکا معلوم ہوتا ہے"۔

7 دسمبر 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ چغتائی صاحب نے سرورق بنا دیا ہے"۔

29 دسمبر 1952ء ایلس کو لکھتے ہیں:

"ہم اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے کچھ اشعار گھڑ رہے ہیں وہ بھیج رہا ہوں۔ حمایوں کو بھیجنے کا ارادہ تھا لیکن جیسے تمھارا جی چاہے کرو"۔

"۔۔۔ میں بہار کے نام ایک سلام لکھنا چاہتا ہوں اور زندگی اور امید اور محبت کے نام بھی جن کا ہر بار نیا جنم لینا ایسا ہی ابدی عمل ہے جیسا کہ خزاں کی غارت گری۔ ان دلوں کے نام بھی جو غم سے ذ حل کر مصفا ہو جاتے ہیں اور ہر نئی کلی کے نام بھی جو بے دھڑک فنا اور نیستی کو للکارتی ہے۔ جی چاہا تھا کہ کراچی کے طلبہ کے لیے بھی کچھ لکھوں، لیکن اس خیال سے نہیں لکھا کہ شاید میں ان سے پورا انصاف نہ کر سکوں۔ یوں بھی اسی نظم میں اسی موضوع کی تکرار ہوگی جو میں ایرانی طلبہ کے

بارے میں لکھ چکا ہوں یہ میری سب سے اچھی نظموں میں سے ایک ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اپنے بچّوں کو اس سے کم درجے کی چیز پیش کروں۔ شاید بعد میں کبھی کسی اور موقع پر انھیں خراج ادا کرسکوں۔ اصل میں اب اس طرح کی چھوٹی موٹی چیزیں لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ کچھ اعتماد پیدا ہوجائے تو ارادہ ہے کہ پُرانی رزمیہ نظموں کے پیمانے پر کوئی بڑی چیز لکھوں جس میں اپنے دور کی عظیم الشان کشمکش حیات کا بیان ہوسکے اس لیے کہ ہمارا دور شاید تاریخ کا سب سے شجاعانہ اور ولولہ انگیز دور ہے۔ نہ جانے یہ کبھی لکھا جاسکے گا کہ نہیں، لیکن ارادہ ضرور ہے''۔

8 فروری 1953ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''آج کل میں کچھ لکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ عروسِ سخن ہمیشہ کے لیے مفرور ہوگئی ہے لیکن یہ کوئی نئی حرکت نہیں اس لیے مجھے معلوم ہے کہ لوٹ آئے گی''۔

3 مارچ 1953ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''دستِ صبا کے ترجمے کے بارے میں وکٹر کا خط آیا تھا۔ ساری کتاب کا ترجمہ شاید ضروری نہ ہو۔ غالباً بہتر ہوگا کہ دونوں کتابوں سے انتخاب کرلیا جائے۔ اس طرح کام کم ہوجائے گا اور وکٹر نقشِ فریادی کے بہت سے حصے کا ترجمہ کر بھی چکے ہیں تم لوگ آپس میں طے کرلو''۔

11 مارچ 1953ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''میں نے دوبارہ لکھنا شروع کردیا ہے اور شاید اس ہفتے کے آخر تک کچھ اشعار ہوجائیں گے، اپنے گرد و پیش جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے''۔

22 مئی 1954ء ایلس کو لکھتے ہیں:

''دو مختصر نظمیں بھیجتا ہوں۔ ایک لاہور جیل کا تاثر ہے اور دوسری روزن برگ خطوط سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے۔ ان میں کوئی ایسی کمال کی بات نہیں لیکن شاید وکٹر کو ترجمے کے لیے پسند آئیں''۔

ح: ایلس پنجابی میں شاعری کی مخالف تھیں۔

9 جولائی 1952ء

''میں بہت دنوں سے سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ پنجابی میں لکھنا شروع کر دوں اور دیکھوں کہ اپنی مادری زبان میں کیسا لکھا جاتا ہے۔ اُردو ایسی مرصّع زبان ہے، کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا، اسے اپنے عوام تک پہنچانے کے لیے کس ڈھب سے لکھیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم جیسے پنجابی کے مخالف اس پر برہم ہوں گے لیکن زبان کے بارے میں تنگ نظری اور تعصّب بہت غیر معقول بات ہے''۔

ط: فیض دراصل ایک اچھے اُستاد تھے۔ انھوں نے امرتسر میں انگریزی اُستاد کی حیثیت سے کئی سال کام کیا تھا۔ وہ عربی میں بی۔ اے، ایم۔ اے تھے، چناں چہ عربی اور فارسی پر عبور تھا۔ فیض چوں کہ کثیر المطالعہ تھے اور غالب اُن کا پسندیدہ شاعر تھا اس لیے وہ زنداں میں قرآن و حدیث کے علاوہ غالب کی شاعری کا درس بھی دیتے تھے۔ قرآن اور احادیث کی تعلیم کے کئی مستند حوالے کتابوں میں موجود ہیں، لیکن غالب کی شاعری کے درس کا تنہا مستند حوالہ ایلس کو لکھے گئے خط سے اخذ کیا گیا ہے۔

2 جولائی 1951ء

''آج کل رات کو کھانے کے بعد میں اپنے ساتھیوں کو غالب کی شاعری کا درس دیتا ہوں اور بہت لطف آتا ہے۔ اپنی بڑائی کی بات نہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ میں بہت اچھا اُستاد ہوں اور مجھے مدرّسی چھوڑ کر کبھی فوج میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ اب میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ جب اس مقدمے وغیرہ کی بکواس ختم ہوگی تو صرف پڑھنے لکھنے کا کام کروں گا۔ فی الحال مجھے اور کتابیں درکار ہیں، لیکن کچھ رسائل بھیج سکو تو اچھا ہے''۔

ی: ایلس نے جب منٹو کے انتقال کی اطلاع دی تو فیض نے منٹو کی شخصیت اور اُس کے فن پر جو چند جملوں میں ریویو کیا وہ بے مثال ہے، اس سے سچّا اور اچھا محاسبہ اور منٹو کے مقام کا تعیّن ممکن نہیں یہی نہیں بل کہ فیض نے اس مختصر سی تحریر میں منٹو کی شخصیت کے دفاع کے ساتھ ساتھ فن کار اور اُس کی زندگی کی مشکلات پر عمدہ روشنی ڈالی ہے اور جو نظریہ فیض نے پیش کیا ہے، وہ درحقیقت ادبی کلیشے کی حیثیت رکھتا ہے۔

27 جنوری 1955ء

''منٹو کی وفات کا سُن کر دکھ ہوا، سب کمزوریوں کے باوجود مجھے نہایت عزیز تھے اور اس بات پر مجھے کچھ فخر بھی ہے کہ وہ امرتسر میں میرے شاگرد تھے۔ اگرچہ یہ شاگردی کچھ برائے نام ہی تھی، اس لیے کہ وہ کلاس میں تو شاید ہی کبھی آتے ہوں۔ البتہ میرے گھر پر اکثر صحبت رہتی تھی اور چیخوف، فرائڈ اور موپساں اور نہ جانے کس کس موضوع پر گرماگرم مباحثے ہوتے تھے۔ بیس برس گزر چکے، لیکن یوں لگتا ہے جیسے کل کی بات ہے۔ ہمارے شرفا جنھیں دورِ حاضر کے فن کار کی شکستِ دل کا احساس ہے نہ اُس سے کوئی ہمدردی، غالباً یہی کہیں گے کہ منٹو مرگیا تو اُس کا اپنا قصور ہے، بہت پیتا تھا، بہت بے قاعدہ زندگی بسر کرتا تھا، صحت کا ستیاناس کرلیا تھا وغیرہ وغیرہ، لیکن یہ کوئی نہیں سوچے گا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ ایسے ہی کیٹس نے بھی اپنے کو مار رکھا تھا۔ برنز نے بھی، موزارٹ نے بھی، اور بھی کئی نام گنوائے جاسکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب معاشرتی حالات کی وجہ سے فن اور زندگی ایک دوسرے سے برسرِپیکار ہوں تو دونوں میں سے ایک کو قربانی دینا ہی پڑتی ہے۔ دوسری صورت سمجھوتا بازی کی ہے جس میں دونوں کا کچھ حصہ قربان کرنا پڑتا ہے اور تیسری صورت ان دونوں کو یک جا کرکے جدّوجہد کا مضمون پیدا کرنے کی ہے جو صرف عظیم فن کاروں کا حصہ ہے۔ منٹو عظیم نہیں تھا، لیکن بہت دیانت دار، بہت ہنرمند، قطعی راست گو ضرور تھا۔ میرے خیال میں اُس کا گھر تمھارے راستے ہی میں ہے گزرتے ہوئے وہاں سے ہوآنا اور میری طرف سے بہت پیار اور دلی تعزیت پہنچا دینا''۔

ک: اگر فیض کے خطوط میں ایلس کے نام یہ خط شامل نہ ہوتا تو کون باور کرتا کہ ایک

اسلامی عالم نے فیض سے اسلامی تاریخ کا نیا تجزیہ لکھنے کی پیشکش کی تھی جس پر فیض راضی بھی ہو گئے تھے لیکن بعد میں خلیفہ عبدالحکیم سیاسی اور مذہبی دباؤ کے باعث اس پیشکش سے منحرف ہو گئے تھے۔

کچھ تو دیکھا تھا خلیفہ نے جو اوروں میں نہ تھا؟

3 مارچ 1953ء

"اسلامی تاریخ کا تجزیہ لکھنے کی پیشکش بہت دل آویز ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام میں بہت شوق سے کروں گا۔ اگر چہ کچھ کہہ نہیں سکتا کہ میں اس کا اہل ہوں یا نہیں۔ فی الحال میں اس تجویز سے زیادہ اُمید وابستہ کرنا نہیں چاہتا، یقین نہیں آتا کہ یہ پوری ہو سکے گی۔ مہربانی کر کے خلیفہ عبدالحکیم صاحب سے ٹیلی فون پر کہہ دو کہ اگر اس بارے میں پہلے وہ لکھیں تو مجھے سہولت ہوگی، لیکن اگر اس میں تکلف یا حفظِ مراتب کا کوئی پہلو ہو تو مجھے انھیں لکھنے میں عذر نہیں، اگر وہ مجھے لکھنے پر رضامند ہوں تو مناسب ہو گا کہ شرائط وغیرہ کے بارے میں بھی کچھ اشارہ کر دیں"۔

26 اپریل 1953ء

"حکیم صاحب کو کہلوا دو کہ اسلامی تاریخ کے بارے میں ایک دو دن میں انھیں تفصیلی خط لکھوں گا"۔

8 جون 1953ء

"حکیم صاحب نے کتاب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں۔ آج کل اکا دُکا شعر کے علاوہ میں کچھ نہیں لکھ رہا ہوں"۔

2: فیض کے خطوط جو انھوں نے اپنی بیٹیوں سلیمہ اور میزو کو لکھے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک قسم ان خطوط کی ہے جو جیل سے لکھے گئے اور اس وقت بھی اور میزو چھوٹی چھوٹی نازوں کی پلی بڑھی لڑکیاں تھیں اور دوسرے خطوط وہ ہیں جب یہ دونوں بیٹیاں خود ماں بن چکی تھیں، چناں چہ دونوں خطوط میں بہت فرق ہے۔ اب خطوں میں نواسوں کا ذکر بھی ہے اور ایک آدھ خط ان کے لیے بھی بھیجا گیا ہے۔

الف: فیض نے جو خطوط قید کے دوران بھیجے وہ ایک بے بس باپ کے جذبات کا ہلکا پھلکا اظہار ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیض سمندر کی طرح گلیشیر کو سینے میں چھپائے صرف اس کی چوٹی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سطروں سے زیادہ بین السطور فیض کے دل کی جذباتی حالت لفظوں سے دمک رہی ہے۔ "آج کا سارا دن اُس کا پیار ستاتا رہا"۔

"اس خط کے لیے تمھیں بھی انتظار میں رکھا اور اس سے زیادہ یہ کہ بھی کی کہانی بھی رُکی رہی اور وقت پر ختم نہ ہو سکی۔ کل اور آج کا سارا دن اُس کا پیار ستاتا رہا۔ اُس کو تحفہ بھیجنے میں دُکھ کی چبھن بھی شامل تھی۔ میں نے اطہر سے کہا تھا کہ وہ کچھ خرید کر بھیج دیں، لیکن مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ لڑکیوں کے ملبوسات کے بارے میں ان کا ذوق کیسا ہے۔ اگر چہ میں نے اس بارے میں اپنی حقیر معلومات انھیں بتا دی تھیں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا بھیجا۔ خدا کرے کوئی بہت بدوضع چیز نہ ہو۔ اس بات سے تھوڑا سا رنج ہوا کہ تمھیں اپنی بچی کے لیے یہ تحفہ خود انتخاب نہ کر سکا۔ اس لیے کہ محبت سے کوئی چیز چُنی جائے اور بھیجی جائے تو اس کی اپنی ایک لذت ہوتی ہے، وہ اس خیال سے کہ شاید تحفے کے ساتھ وہ پیار بھی جو اس کے انتخاب میں صرف ہوا اپنے محبوب تک پہنچ سکے۔ خیر اس بات کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ سالگرہ کیسے منائی گئی، تاکہ میں دل ہی دل میں شریکِ محفل ہو سکوں"۔

ب: فیض بچوں کی کتابیں لکھنا چاہتے تھے جن میں کہانیاں اور اخلاقی قدریں ہوں۔

11 نومبر 1954ء

"میں کل رات یہ خط ختم نہ کر سکا، اس کے بجائے میں نے لڑکیوں کے لیے ایک پُرانی کلاسیکی کتاب پڑھتا رہا جو میں نے بھی کے لیے تجویز کی تھی، پُرانی وضع کی کتاب ہے لیکن بہت دل آویز۔ افسوس کی بات ہے کہ بچوں کے لیے جو بھی اچھی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سب نصف صدی یا اس سے زیادہ پُرانی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کتابیں ایک مختلف ماحول اور فکر و خیال کی مختلف فضا میں لکھی گئی تھیں، اس لیے ہر چند تحریر بہت عمدہ ہے بعض خیالات اب بالکل اوٹ پٹانگ معلوم ہوتے ہیں۔ بچوں کا ادب ایسی اہم چیز ہے کہ میں سنجیدگی سے سوچتا ہوں خود ہی لکھنا شروع کر دوں، لیکن آج کل تو میں سنجیدگی سے بہت کچھ بننے کا سوچ رہا ہوں، مدرّس، آرٹسٹ، باورچی، مالی، فلم پروڈیوسر، کسان، مزدور وغیرہ وغیرہ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ بننے کا کوئی خاص خطرہ نہیں ہے اور ہم وہی رہیں گے جو کہ ہیں، اور وہ کیا ہے؟ خیر جو کچھ بھی ہے"۔

ج: فیض کی قید کے دوران بچیوں کی تصویر، اُن کی باتیں اور اُن کی مصروفیات ہی تنہا خوشی کا سامان بن گئی تھیں، وہ اپنا غم انھی تصورات سے غلط کر رہے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ حالِ دل اپنی بے زبانی میں سنا رہے تھے۔ فیض ان کی تعلیم و تربیت اور ترقی کے خواہاں تھے۔ خطوں میں مزاحیہ خاکے بھی نظر آتے ہیں۔ مقامی اخباروں میں اُن کی تصاویر دیکھ کر فیض باغ باغ ہو جاتے تھے۔ چند اقتباسات ہماری گفتگو کے گواہ ہیں۔ فیض بھی کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"یہ پھول اس وقت میرے سامنے ہیں۔ کمرے میں ان کی بوجھل شیریں خوشبو پھیل رہی ہے اور اُن کی پتیاں بھی کی تصویر کو اس طرح حلقہ کیے ہوئے ہیں جیسے پوجا کے پھول ہوں۔ یہ کیسی خوب صورت تصویر ہے۔ (ننھی ملازم لڑکی کے ساتھ۔ بچے اِسے دانش اور محنت کا اتحاد کہتے ہیں) جب میں اپنی میز پر لکھنے بیٹھتا ہوں تو اکثر اسے دیکھتا ہوں اور اس کے چہرے میں اُس کے مستقبل کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اب تک بہت کچھ نظر آ گیا ہے۔ چہرے میں بددیانتی، بدمزاجی یا کینہ پروری کی کوئی لکیر کوئی شکن کوئی نقش نہیں ہے۔ اس کا چہرہ کیا ہے ایک کھلی ہوئی سی کتاب ہے۔ چناں چہ میں جانتا ہوں کہ وہ بڑی ہو کر ایک صاف دل دوسروں پر بھروسا کرنے والی خوش مزاج اور محنتی شخصیت ہوگی، لیکن اپنے ابا کی طرح کچھ احمق بھی۔

دُنیا والوں کے مکر و فریب سے قطعی نا آشنا۔ اس کے معنی ہیں کہ کبھی کبھی وہ اپنا دل بھی دُکھائے گی۔ کبھی کبھی لوگ اُسے دھوکا بھی دیں گے لیکن اُس کی خوش مزاج مُسکراہٹ بجھنے نہیں پائے گی، اور اس کی زندگی کبھی ناخوش نہیں ہوگی۔ یہ مَیں اس لیے کہتا ہوں کہ دُکھ اور ناخوشی دو مختلف اور الگ الگ چیزیں ہیں اور بالکل ممکن ہے کہ آدمی دُکھ بھی سہتا رہے اور خوش بھی رہے۔ دُکھ درد خارجی چیزیں ہیں جو بیماری یا حادثے کی طرح باہر سے وارد ہوتے ہیں جیسے ہماری موجودہ جدائی ہے، یا جیسے ایک بھائی کی موت ہے لیکن ناخوشی جو اس درد سے پیدا ہوتی ہے اپنے اندر کی چیز ہے، یہ اپنے اندر بھی بڑھتی پھیلتی رہتی ہے اور اگر آدمی احتیاط نہ کرے تو پوری شخصیت پر قابو پا لیتی ہے۔ دُکھ درد سے تو کوئی مفر نہیں لیکن ناخوشی پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آدمی کسی ایسی چیز سے لَو لگا لے جس کی خاطر زندہ رہنا اچھا لگے"۔

میزو کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میجھی کے امتحانات اور تمھاری مقدّے بازی ختم ہو جائے اور اُس ننھی بے وقوف میجھی سے کہو کہ شہنشاہ شاہجہاں قطعی طور سے اُس کے قابل نہ تھا۔ اُس کی بہت بڑی توند تھی، بہت خوفناک داڑھی تھی اور اُسے مٹھائیوں سے بالکل رغبت نہ تھی۔ ہم اُس کے لیے یقیناً بہتر بر تلاش کریں گے۔ اگر بچوں کو لاہور قلعے کا حال سمجھانا ہو تو تاریخ لاہور کہیں سے تلاش کر لینا، گھر میں ہوگی یا دفتر میں۔ افسوس کہ اس کام کے لیے ہم خود وہاں موجود نہیں ہیں۔ سادہ لوح خواتین کا دل لُبھانے کے لیے مغلیہ عمارتوں کے قصّے کہانیاں بیان کرنا ہمارا محبوب مشغلہ تھا۔ شاید تمھیں وہ زیلما برینٹ یاد ہوگی جو اسی بات پر بالکل فنا ہو گئی تھی"۔

فیضؔ نفسیات کے ماہر تھے، چناں چہ اپنی بیگم کی توجہ اس طرف مبذول کرتے ہیں کہ:

"تو ہماری چھوٹی ملّو اب سٹار بن گئی ہے؟ جمخانہ کلب میں اُس کا رقص کسی طور پر میرے تصوّر میں نہیں آتا، نہ جانے کیسے لگ رہی تھی، پبلک کے سامنے آنا بچوں کے لیے اچھا ہے لیکن صرف ایک حد تک، اس میں زیادتی اعصاب پر بُرا اثر ڈالتی ہے، خیر تمھیں بہتر معلوم ہے لیکن تم کوئی ذمہ داری سر نہ لو جو خواہ مخواہ دردِ سر ثابت ہو"۔

فیضؔ کے وہ خطوط جو انھوں نے سلیمہ ہاشمی اور منیزہ ہاشمی کو لندن، امریکا، کینیڈا، بیروت، ماسکو اور دوسرے مقامات سے لکھے ان کی نوعیت دوسری ہے۔ یہاں محبت کے ساتھ ساتھ دوسرے حالات پر بھی گفتگو ہے پھر بھی باپ ہر حال میں اپنی اولاد کو نصیحت اور مشورہ دے رہا ہے۔ بیٹیوں سے زیادہ نواسوں، نواسیوں کی خیریت اور شرارت دریافت کی جا رہی ہے۔ یہ خطوط اُردو میں ہونے کی وجہ سے لفظوں کی چاشنی اور محاورے، مقولے اور دلچسپ فقرے نظر آتے ہیں۔

منیزہ ہاشمی کو لکھتے ہیں:

"اپنے حقوق کے لیے لڑنا ضرور چاہیے۔ اُمید ہے اب تک معاملہ سلجھ گیا ہوگا۔ سلجھ جائے گا، ورنہ روزی تو کسی طور کما ہی لے گا مچھندر"۔

کبھی دونوں لڑکیوں کو اپنی غزلیں اور نظمیں روانہ کر رہے ہیں، کبھی ان کو تفریح کے لیے نواسوں اور نواسیوں کے ساتھ بلوا رہے ہیں، کبھی امریکا، کینیڈا اور بیروت کے حالات سے آگاہ کر رہے ہیں۔

ہم نے اس تحریر میں اُن خطوں کا ذکر نہیں کیا جو افتخار عارف، سرفراز اقبال اور دیگر خواتین و حضرات کے نام ہیں کیوں کہ ان خطوں کی وجہِ تصنیف جُدا جُدا ہے اور اس لیے ہم نے اسے بالکل علیحدہ علیحدہ مضامین میں بیان کیا ہے، تاکہ مضمون سے پورا انصاف کیا جا سکے۔

فیض کی صحت اور بیماریاں

(خطوط کی روشنی میں)
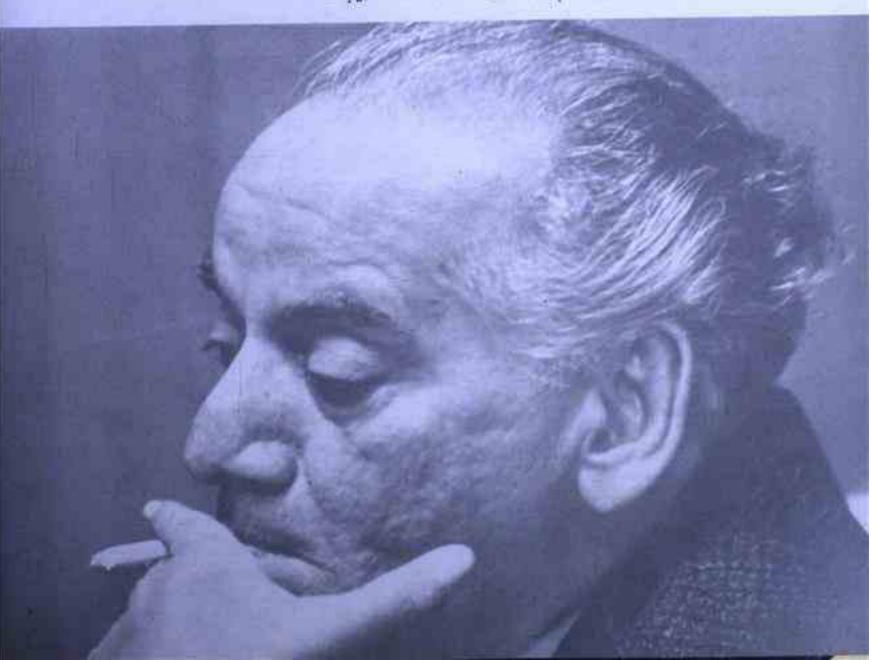
ایک فعال ذہن کے لیے ایک صحت مند بدن ضروری ہے۔ فیض فہمی نے جہاں تحقیق و تجسس کے دریچے کھولے ہیں اس میں ایک دریچہ اُن کی صحت اور بیماریوں کے متعلق اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ گوشہ بھی فیض کے چاہنے والوں کے علاوہ فیض کی شخصیت اور فن کو پرکھنے والوں کے لیے معلومات فراہم کرسکتا ہے۔ ویسے بھی شاید ہی کوئی بڑا شاعر ایسا ہو جس کی تصاویر میں سگریٹ نوشی کی کیفیات اس شدت سے دکھائی گئی ہوں جس طرح سے فیض کی تصاویر میں بتائی گئی ہیں۔ فیض ظاہراً صحت مند نظر آتے تھے لیکن ورزش اور چہل قدمی سے دور بھاگتے تھے۔ فوج میں بھی اُن کی حیثیت صرف فوجی وردی تک محدود تھی ورنہ وہ محکمہ نشر و اشاعت کی کرسیوں پر ہی اپنا دن گزار دیتے تھے۔ تمباکو نوشی اور بدنی تساہل میں فیض علامہ اقبالؔ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ راقم نے علامہ اقبالؔ کی بیماریوں پر ایک جداگانہ کتاب "چون مرگ آید" تصنیف کی ہے جس میں اُن کے خطوط سے 251 خط چُن کر اُن کی بیماریوں کی فہرست اور اُن کے امراض کی تشخیص کی ہے لیکن ہمیں فیض کے بارے میں اس طرح شیرا نے کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ ماسکو، لبنان اور پاکستان کے ہسپتالوں میں فیض کے تمام طبی ریکارڈز اور آزمائشات کی رپورٹیں موجود ہیں اور اقبالؔ کی غیر تشخیصی قلب اور حلق کی بیماری کے برعکس فیض کی بیماریوں کی تشخیص سے فیض اور اُن کے ڈاکٹروں کی ٹیم واقف تھی۔ اگرچہ راقم نے فیض کے کسی طبی ریکارڈ کا مطالعہ نہیں کیا لیکن تیس 30 سالہ طبابت کے تجربے کے بعد مریض کی شکایتیں سن کر تشخیص کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ فیض کے درجن بھر خطوط جن میں بیماریوں کی روداد، اُن کی سرگزشت اور پُر لطف طریقہ گفتگو جو ایلس، افتخار عارف، کرنل انور اور رحیم انجان کے خطوں میں نظر آتی ہے، وہی ہماری تحریر کا خام مواد ہے۔

فیض کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم از کم پانچ قسم کی بیماریوں سے دوچار ہوئے:

۱۔ دل کی بیماری

۲۔ پھیپھڑوں کی بیماری

۳۔ خون کی بیماری

۴۔ کان کی بیماری

۵۔ دانتوں کی بیماری

۱۔ دل کی بیماری:

فیض دل کے مریض تھے۔ فیض نے دل کی بیماری موروثی (Genetic جینیٹک) بھی پائی تھی۔ فیض کے والد اور بڑے بھائی طفیل دونوں ناگہانی قلبی موت کے سانحے سے دوچار ہوئے تھے۔

- فیض کو 1962ء میں جبکہ اکاون سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک ہوا تھا جس پر بعد میں فیض نے شب صورت نظم بھی لکھی:

درد اتنا تھا کہ اس رات دلِ وحشی نے

- فیض اوائل جوانی سے سگریٹ نوشی کرتے تھے اور وہ Chain Smoker تھے جس کی وجہ سے دل، پھیپھڑے، دانت، کان اور خون کی بیماریوں نے انھیں گھیر رکھا تھا۔
- فیض نے افتخار عارف کے 18 مارچ 1984ء کے خط میں جو نصف شب کو شدید انجائنا کے دورے کا ذکر کیا ہے وہ قلب اور پھیپھڑوں کا مشترکہ عمل تھا جس سے صاف ظاہر تھا کہ فیض کے پھیپھڑے اور دل تقریباً ناکارہ ہو چکے ہیں۔
- اس بات کا تقریباً یقین ہے کہ فیض کا انتقال پھیپھڑوں کی بیماریوں کے ساتھ قلب کے حملے کے باعث ہوا تھا۔

۲۔ پھیپھڑوں کی بیماریاں:

1۔ Chronic Bronchitis

2۔ Emphysema

3۔ Pulmonary edema

4۔ Terminal Pneumonia

نصف صدی کی لگاتار سگریٹ نوشی نے فیض کے پھیپھڑوں کو تباہ کر دیا تھا۔ ایلس کے نام جیل کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برونکائٹس اور قلب کے مریض تھے، اسی لیے اُن کا ایکس رے اور کارڈیوگرام نکالا گیا۔ فیض کی مسلسل سگریٹ نوشی اور برونکائٹس نے پھیپھڑوں کو اس قدر شدید نقصان پہنچایا تھا کہ وہ آخری عمر میں تیز رفتار چلنے تو تنفس تنگی کا احساس کرتے تھے۔ کمزور پھیپھڑوں کی وجہ سے وہ آخری

انفیکشن سے شدید نمونیا کا شکار ہو کر ان بدنی تکالیف سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئے۔

☜ 29 اپریل 1952ء کو ایلس کو لکھتے ہیں: ''میری صحت کے بارے میں کسی تشویش کی ضرورت نہیں اس لیے کسی قسم کے پریشان کن خیالات کو اپنی مسرت میں حائل نہ ہونے دو۔ میرا کارڈیوگرام لیا جا چکا ہے اور کل ایکس۔رے ہوگا۔ میں نے درخواست دی ہے کہ مجھے چند دنوں کے لیے کراچی بھیج دیا جائے تا کہ کوئی ماہر ڈاکٹر معاینہ کر سکے، نہ جانے یہ درخواست منظور ہو گی کہ نہیں، لیکن تم خاطر جمع رکھو۔ ڈاکٹر سیلرز کی دوائیوں کی فہرست مجھے مل گئی ہے اور آج کل میں انھیں شروع کر دوں گا۔ کارڈیوگرام اور ایکس۔رے کے نتائج آئیں گے تو بھجوا دوں گا، وہ انھیں دکھا دینا اور ان کی تشخیص اور مشورہ یہاں بھجوا دینا''۔

☜ 29 اپریل 1953ء کو ایلس کو لکھتے ہیں: ''میری صحت کے بارے میں تشویش نہ کرو۔ میں اچھی طرح اپنا خیال رکھتا ہوں۔ کارڈیوگرام اور ایکس۔رے دونوں ٹھیک ہیں۔ صرف کان میں ابھی تک تکلیف ہے جس کا علاج ہو رہا ہے۔ بڑے صاحبوں سے زیادہ درخواستیں کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اپنے دوستوں سے مشورہ کرلو۔ اگر وہ سمجھیں کہ اس میں کوئی فائدہ ہے تو درخواست بھجوا دو''۔

☜ افتخار عارف کو 9 مئی غالباً 1980ء ماسکو سے لکھتے ہیں: ''ہمیں ابھی تک ہسپتال سے چھٹی نہیں ملی اور قریباً مزید بارہ چودہ دن یہیں پر گزریں گے، ہمیں چوں کہ اس سے پہلے ڈاکٹروں سے واسطہ ہی نہیں پڑا تھا (صرف ایک بار اکیس برس پہلے ہارٹ اٹیک کا شوق کیا تھا) اس لیے ہم نے اپنے باطن کی کبھی خبر ہی نہیں لی اور اب جو بے شمار الٹی سیدھی مشینوں سے سب کل پُرزوں کا معاینہ ہُوا تو پتا چلا (ہمیں نہیں ڈاکٹروں کو) کہ دل، جگر، آنتیں، پھیپھڑے وغیرہ وغیرہ سبھی آخری دموں پہ ہیں گویا بہ قول پطرس بخاری مرحوم کے ایک ایک 'سیزیرین آپریشن' کے علاوہ ہم سے سب کچھ ہو چکا ہے اور ڈاکٹروں کا فیصلہ یہ صادر ہُوا ہے کہ دو ڈھائی ہفتے تو ہم ہسپتال میں گزاریں اس کے بعد کسی سینی ٹوریم میں کم از کم تین ہفتے باقی مرمت کروائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جولائی کا مہینا تو یہ ہر طور یہیں غارت ہو جائے گا، لندن کا طواف تو ضروری ہے لیکن اگست کے وسط سے پہلے غالباً ممکن نہیں ہو سکے گا''۔

خطوط کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فیض کی صحت قید کے دوران کمزور اور انھیں خون کی کمی کی شکایت بھی ہو گئی تھی، چناں چہ وہ وٹامن اور طاقت کی گولیاں، جسے ڈاکٹر سیلرز کا نسخہ کہتے تھے، استعمال کر رہے تھے۔

۳۔خون کی بیماری:

خون کی بیماریوں میں انیمیا (Anemia) کی شکایت رہی۔

۴۔کان کا انفیکشن:

۵۔دانتوں کا درد:

دانتوں کا درد اور انفیکشن کی رُوداد ذیل کے خطوط سے واضح ہے۔ فیض نے یہ تمام خطوط جیل سے ایلس کو لکھے:

☜ 12 مئی 1953ء: ''مقامی ڈاکٹروں نے دانتوں اور دوسرے امراض کے ماہرین کی خدمات کے لیے کراچی لکھا ہے اور اس سفارش کے جواب کا انتظار ہے۔ ویسے میں صحت مند اور خوش و خرم ہوں اور اب بائیں کان میں سُنائی دینے لگا ہے۔

☜ 19 مئی 1953ء کان ابھی تک ٹھیک نہیں ہُوا اور علاج ہو رہا ہے۔ خون کے دباؤ کی کمی اور انیمیا کی معمولی سی شکایت ہے۔ یہاں کی تجویز کردہ دواؤں کے علاوہ ڈاکٹر سیلرز کا نسخہ بھی استعمال کر رہا ہوں، وٹامن سی، بی، کیلشیم وغیرہ وغیرہ۔

☜ 7 جولائی 1953ء، مجھے یہاں آئے ایک ہفتہ ہو چکا ہے، اور اس دوران میں بہ قول بخاری صاحب سیزیرین آپریشن کے سوا باقی سب جھیل چکے ہیں۔ خون کا دباؤ اب معمول پر ہے اور کان اور دانتوں کے سوا اور کوئی شکایت نہیں۔ مرض تو خیر اپنی جگہ ہے، میں علاج کی بات کر رہا ہوں جو مرض سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔

☜ 12 اگست 1953ء کان کا زخم اب بالکل مُندمل ہو چکا ہے۔ کچھ عرصے پہلے آپریشن کی تجویز ضرور ہوئی تھی لیکن افاقہ ہو جانے پر اور مزید صلاح مشورے کے بعد یہ تجویز ترک کر دی گئی اور آپریشن ضروری نہیں سمجھا گیا۔ جہاں تک غذا اور خوراک کا تعلق ہے وہ میں نے عمداً کم کر رکھی ہے۔ وزن دوبارہ بڑھنے لگا تھا اور میں گھٹانا چاہتا تھا۔

☜ 27 اکتوبر 1980ء کو عبدالرحیم انجان مقیم انگلینڈ کو لکھتے ہیں: ''لندن کے بعد ہم ماسکو میں Check-up کے لیے گئے لیکن وہاں کا دستور ہی ایسا ہے کہ ایک دفعہ آپ ہسپتال میں ڈاکٹروں کے ہاتھ آ جائیں تو ان سے جان چھڑوانا مشکل ہو جاتا ہے چناں چہ پورا ایک مہینا ہسپتال میں رہنا پڑا جس کا فائدہ یہ ہُوا کہ دوا دارو کے علاوہ سگریٹ وغیرہ سے پرہیز کرنا پڑا''۔

☜ 28 اکتوبر 1980ء بیروت سے افتخار عارف کے خط میں لکھتے ہیں: ''ہم کوئی ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری کے بعد ابھی واپس لوٹے ہیں، بیشتر وقت ماسکو کے بڑے ہسپتال میں گزارا، کوئی خاص شکایت نہیں تھی، بس وہی مضمحل ہو گئے قویٰ غالب اور Servicing کروانے کا معاملہ تھا، تین ہفتے ہر شے سے پرہیز کے بعد کوئی دس پونڈ وزن گھٹا لیا اور یوں بھی طبیعت کافی بحال ہو گئی، لیکن بعد میں سوچا کہ یہ پرہیزی علاج تو گھر بیٹھے بھی ہو سکتا ہے، ڈاکٹر اور ہسپتال کی کیا ضرورت ہے''۔

☜ 28 نومبر 1982ء کو کرنل انور احمد مقیم کینیڈا کو لکھتے ہیں: ''بہ فضلِ خدا صحت کے بارے میں ہمیں شکایت کا بہت کم اتفاق ہُوا ہے لیکن اب عمر ایسی آ گئی ہے کہ کوئی نہ کوئی پُرزہ تو کبھی نہ کبھی جواب دے گا۔ یہ بہر حال گزشتہ علالت کے بعد ماسکو اور لندن دونوں جگہ کافی مرمت ہو چکی ہے، اس لیے فی الحال طبیعت بالکل بحال ہے''۔

☜ 18 مارچ 1984ء کو لاہور سے افتخار عارف کو لکھا: ''پھر اچانک برسوں کے بعد علالت کے ساتھ ہم بستری کا تجربہ ہُوا جس کے ہم بالکل عادی نہیں ہیں۔ نصف صدی کی سگریٹ نوشی کی وجہ سے Chronic Bronkitis تو خیر تھا ہی، لیکن اس کا ہم نے کبھی نوٹس ہی نہیں لیا۔ اب پہلے تو کچھ سانس کی تکلیف شروع ہوئی جس سے کبھی کبھی رات کو بے خوابی کا سامنا ہُوا۔ دوا دارو سے کچھ افاقہ بھی ہو گیا اور پھر ایک رات نصف شب کے قریب ضیق النفس کا کچھ ایسا دورہ پڑا کہ حواس گم ہو گئے، ایمرجنسی وارڈ میں رات گزری اور اگلے دن میو ہسپتال کے ڈاکٹروں کی پوری پلٹن وارد ہو گئی، سب نے اس قدر خلوص اور تن دہی سے عیادت کی کہ بیماری کی سب کوفت دُور ہو گئی۔ دس بارہ دن ہسپتال میں گزرے اور اب یوں لگتا ہے کہ کچھ ہُوا ہی نہیں تھا، البتہ سگریٹ نوشی ممنوع ملی کہ سگریٹ نوشوں کی صحبت سے بھی پرہیز پر اصرار۔ اب

تک تو ہم اس قید و بند کی پابندی کر رہے ہیں، بعد میں دیکھیں گے کہ یوں زندگی کرنے کو کہاں تک جگر آوے۔ ماسکو سے دعوت آئی ہے کہ مزید معالجے کے لیے وہاں کچھ وقت گزاریں"۔

1984ء میں فیض نے اپنے آخری انٹرویو میں آئی۔ اے۔ رحمن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: "پہلی مرتبہ میں اپنی صحت کے بارے میں متوجہ ہونے پر مجبور ہوا ہوں۔ دوپہر کو آرام کرتا ہوں۔ میں ڈاکٹروں کے مشورہ پر عمل کر رہا ہوں"۔
فیض کی صحت اور اُن کی بیماریوں کے تعلق سے ہم بحیثیت ایک طبیب فیض کی سگریٹ اور شراب نوشی کو بالائے طاق اس لیے بھی نہیں رکھ سکتے کہ ان مضر عادتوں نے فیض جیسے جینیس کے کام میں خلل ڈالا اور شاید فیض کی عمر بھی کم کر دی۔ یہ سچ ہے کہ موت کا دن معین ہے لیکن طول عمری کوشش اور دعا یہ بھی پیغام دیتی ہے کہ "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے"۔ فیض سگریٹ کے معتاد تھے انھیں لوگوں نے لگاتار Chain Smoke کے روپ میں دیکھا۔ انھیں اچھے اور مغربی مرغوب سگریٹ پسند تھے جیل سے ایلس کو خط میں لکھتے ہیں، کہ ان کے سسر لندن سے اچھے سگریٹ بھیجیں کیوں کہ مدت سے وہ اچھے سگریٹ نہیں پی سکے۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے ان کے چہرے پر جھریاں درمیانی عمر سے ہی ظاہر ہو گئی تھیں، جن لوگوں نے فیض کو قریب سے دیکھا وہ بتاتے ہیں کہ ان کی وہ انگلیاں جن میں وہ سگریٹ رکھتے تھے نکوٹین سے زرد ہو گئی تھیں۔ فیض کا صبح بستر سے اُٹھنے کے بعد پہلا اور رات بستر پر سونے سے پہلے آخری مشغلہ سگریٹ نوشی تھا۔ اور یہی بلا اُن کی جان لیوا بلا بھی ثابت ہوئی۔
فیض کی شخصیت کو بیان کرنے والوں نے انھیں تساہل اور کاہل مزاج کہا ہے۔ مجاز جو خود دن رات شراب کے نشے میں دھت پڑے رہتے تھے فیض کو "بحرالکاہل" کہا کرتے تھے جس کا انکشاف آغا آفتاب قزلباش نے اپنے مضمون "آشنائی گو کیم" میں کیا ہے۔ کسی بھی نشہ آور چیز سے انسان پہلے کچھ دیر معمول سے زیادہ تیز یا Hyper ہو جاتا ہے لیکن پھر وہ نارمل سطح سے بھی بہت کم کام کر سکتا ہے، چناں چہ سگریٹ اور شراب کے عادی لوگ عام افراد سے کام کاج میں پیچھے رہتے ہیں۔ ایک مقام پر خود فیض نے لکھا ہے کہ شراب پی کر اچھی شاعری نہیں کی جا سکتی۔ اردو کے چار بڑے شاعروں میں تین بڑے شاعر میر تقی میرؔ، میر انیسؔ اور علامہ اقبالؔ شراب نہیں پیتے تھے۔ غالبؔ کی فارسی اور اردو شاعری غالبؔ کے ذہن کی دین ہے، جس کو مہمیز کرنے کے مختلف طریقوں میں سے ایک ذریعہ غالبؔ کی شراب نوشی تھی:

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

غالبؔ شراب سے غم دوراں کو مٹا کر بے خودی میں خودی کی تلاش کرتے تھے ویسے بھی ان کی اسی نوے فی صد بڑی شاعری ان کی زندگی کے پہلے چالیس 40 برس یعنی 1840ء سے پہلے لکھی جا چکی تھی، اس عمر میں وہ شراب نوشی تو کرتے تھے لیکن شراب کے اسیر یا معتاد نہیں ہوئے تھے۔
فیض کی شراب نوشی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ فیض شراب نوشی میں سگریٹ نوشی کے برخلاف اعتدال پسند تھے چناں چہ ان کی ساری عمر میں کوئی ایسا ناپسندہ واقعہ نہیں ملتا جس سے منٹو، میراجی، مجاز، فراز وغیرہ وغیرہ کی شخصیتوں کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔
غالبؔ کی طرح فیض نے شراب طہورہ نہیں بل کہ بھٹی میں پکی ہوئی شراب کی تعریف سے اپنے شعری دفتر کو رنگین کیا ہے۔ اس تحریر میں تمباکو اور شراب نوشی کا تذکرہ صحت کے زاویوں اور اس کے ذہن پر اثرات کے عمل کے تحت کیا گیا ہے ورنہ یہ دونوں شخصی مسائل ہیں، ان کا اظہار شخصیت کے ذیل تو کسی حد تک ہو سکتا ہے لیکن فنی دبستان میں ان مطالب پر قلم اٹھانا انگلی اٹھانا تصور کیا جاتا ہے۔
خیام اردو جوشؔ ملیح آبادی ہوں یا شیخ اردو ریاضؔ خیر آبادی ہوں شراب کے تذکرے کے بغیر ان کے تذکرے تشنہ رہ جاتے ہیں۔ غالبؔ نے چیف سکرٹری کو شراب کی طلب میں جو قصیدہ لکھا، اس میں یہ بھی اشارہ کیا کہ:

باید کہ صراحی بود آبستن صہبا
تا ناقہ را روی دہد نادرہ زائی

یقیناً بوتل کو چاہیے، وہ شراب سے حاملہ رہے (اُس کے پیٹ میں بھری رہے) تا کہ جو اُس کو پیے وہ نادر مضامین کو جنم دے سکے۔
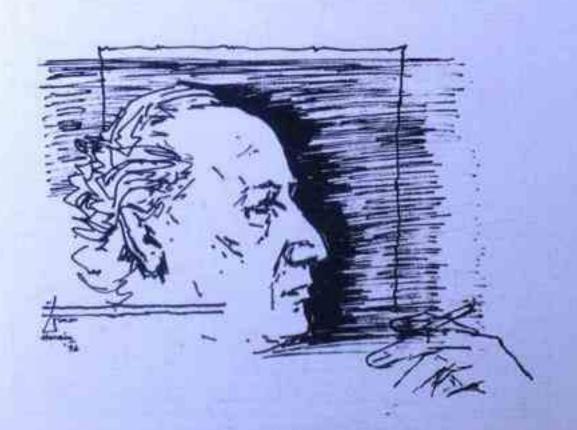
فیض کا دورانِ حبس نفسیاتی تجزیہ نہیں کیا گیا

فیض کی نفسیاتی کیفیت کو حبس کے دوران تجزیہ نہیں کیا گیا۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ فیض کی قید کے دوران انہیں ذہنی اضطراب نے تخلیقی کام سے دور رکھا تھا جیسا کہ وہ خود اپنی بیگم ایلس کے خط میں لکھتے ہیں:

"I am doing a bit of writing but it is difficult to concentrate and series work is hardly possible. for the present, therefore I am trying to workout my fiction story and re-read old fiction, which is quite enjoyable."

کبھی لکھتے ہیں، جیل میں روزانہ کا معمول مطالعہ کرنا، کھانا اور بعض اوقات شطرنج کھیلنا اور تمہارا اور بچوں کا خیال کرنا ہے۔

"The usual cast of prison routine reading eating an occasional game of chess and thinking of you and the little ones."

افسوس تو یہ ہے کہ فیض کی نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ تو ایک طرف بعض ادیبوں نے ان کی قید کو ایک مثبت قدم اور ان کی شاعری کے مقبول ہونے کا سبب بتایا ہے۔

[illegible] Lahore

FORM "B"

(See Rule 21)

Full name of sender: Faiz Ahmed Faiz

Full name, address and relationship of addressee and of any other person mentioned in the letter: Begum Faiz (wife) 41 Empress Road Lahore

To be detached here

"Lahore Jail"

Dearest. Since we met I have shifted to what looks like my permanent abode for the time being (temporary-permanent allotment in rehabilitation jargon) - quite a civilized place compared with the previous one. Life is beginning to assume the usual cast of prison routine - reading, eating, an occasional game of chess & thinking of you & the little ones. There is in addition both sorrow and amusement at the ways of men and things - at the way we all insist on breaking heads & creating [illegible] to satisfy petty vanities & allay imaginary fears. How silly it all is. So keep in good heart my love & let not the children grieve. It is sad that their little hearts should have been called upon to bear so much pain before they know its meaning or its justification. But it can't be helped. I am comfortable & happy - except for worrying about you & the missing pieces.

All my love,

Signature of censoring officer	Date	Name of sender
[illegible] 260-H.	21.12.58	Faiz Ahmed Faiz

Faiz to Ayls from Lahore Jail, 1958.

فیض کا آخری وقت

(میو ہسپتال، لاہور)

یہ سچ ہے کہ موت کا دن معین ہے لیکن سائنسی نقطہ نظر سے یہ معلوم کرنا کہ کیا فیض کو موت کے پنجے سے کچھ مدت تک رہا کیا جا سکتا تھا، بھی ضروری ہے۔ "ذکرِ فیض" میں سید مظہر جمیل نے "کس طرح آئے گی جس روز قضا آئے گی" کے ذیل میں فیض کی زندگی کی آخری رات آخری دن کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔ ہم یہاں اس اقتباس کو اس لیے بھی پیش کر رہے ہیں کہ ان حقائق سے فیض کے آخری علاج پر گفتگو کرنے میں مدد ملتی ہے۔

کس طرح آئے گی جس روز قضا آئے گی

"19 نومبر 1984ء کو فیض کی زندگی کا آخری سورج طلوع ہوا تو سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا کہ ایک دن پہلے تھا۔ فیض نے معمول کے مطابق دن کا آغاز کیا تھا۔ منیزہ اور حمیر ہاشمی نے اپنی شادی کی سترھویں سالگرہ کی تقریب منعقد کی تھی، کھانے پر دو چار دوست بھی بلا رکھے تھے۔ فیض اور ایلس کو بھی شریک ہونا تھا۔ فیض ایسے موقعوں پر خاصے الرٹ رہا کرتے تھے۔ حسبِ معمول وقت سے پہلے تیار ہو گئے تھے۔ اس موقعے پر انہوں نے تانبے یا کانسی کا بنا ہوا کوئی خوبصورت برتن تحفے میں دیا تھا لیکن وہ سارا وقت الگ تھلگ بیٹھے رہے۔ کھانا کھانے سے بھی انکار کیا۔ کہنے لگے، مجھے ذرا سانس میں تکلیف محسوس ہو رہی ہے، کچھ دیر آنکھیں بند کیے بیٹھے رہے، بعد ازاں اچانک کھڑے ہو گئے اور معذرت چاہتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چل دیے۔ منیزہ اور بچے اس کیفیت کو دیکھ کر گھبرا گئے کیونکہ اس سے پہلے کبھی یہ صورتِ حال پیدا نہ ہوئی تھی۔ منیزہ اور حمیر مہمانوں سے معذرت کر کے انہیں گھر تک چھوڑنے آئے لیکن فیض نے انہیں واپس بھجوا دیا کہ تم جاؤ اور you carry on۔ ایلس بھی ساتھ اٹھ آئی تھی۔

فیض کے چہرے پر شدید کرب کے اثرات تھے جیسے وہ شدید تکلیف کو ضبط کر رہے ہوں جیسا کہ عام طور پر کیا کرتے تھے۔ لیکن دیکھتے دیکھتے طبیعت اور بگڑ گئی اور ایلس نے فوراً حمیر کو فون پر اطلاع دی کہ فیض کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ سب لوگ آناً فاناً پہنچ گئے۔ یہ کوئی نصف شب کی گھڑی ہوگی کہ یہ لوگ انہیں کار میں ڈال کر فوراً میو ہسپتال لے گئے۔ میو ہسپتال جانے کا یہ کوئی پہلا موقع تو تھا نہیں، اس سے پہلے کئی مرتبہ وہ یہاں کے چکر لگا چکے تھے اور یہاں کے معالجین فیض کے مزاج اور عارضے کی شدت سے کماحقہ آگاہ تھے۔ چنانچہ ہسپتال پہنچتے ہی بحالیِ صحت کی کوشش جاری ہو گئی تھیں۔ لیکن معالجین خود بھی دیکھ رہے تھے کہ اس بار معاملہ قدرے مختلف معلوم ہوتا ہے۔
فوراً انتہائی نگہداشت کے شعبے میں لے جایا گیا لیکن صورتِ حال میں کوئی مثبت تبدیلی نہ ہوئی، کوئی رات کے دو بجے حمیر اور علی مدیح نے خون دیا لیکن حالت صبح تک مزید بگڑتی گئی۔ ڈاکٹروں نے کارڈیو استھما (Cordicaesthеme) کے شدید حملے کی تشخیص کی تھی جس میں دمے کی وجہ سے دل کی حرکات خطرناک حد تک متاثر ہو جاتی ہیں۔ یہی کیفیت دوسرے دن صبح تک قائم رہی۔ فیض نیم غنودگی کی کیفیت میں تھے اور چہرے پر تکلیف اور تشنج کے اثرات نمایاں تھے۔ میو ہسپتال میڈیکل وارڈ کی راہداریوں میں، ہسپتال کے باہر لان پر، گزرگاہوں میں ہر جگہ فیض کے چاہنے والوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے کیونکہ فیض کی علالت کی خبر دوستوں میں پھیل چکی تھی اور جس جس کو اطلاع ملتی گئی وہ میو ہسپتال کا رخ کرتا گیا۔ فیض اس وقت جس تکلیف دہ صورتِ حال سے گزر رہے تھے اس کے آثار ان کے چہرے سے ہویدا تھے، حالانکہ ڈاکٹروں نے انہیں مختلف نلکیوں اور دوسرے آلات سے جکڑ رکھا تھا لیکن صاف معلوم ہوتا تھا کہ فیض کا حوصلہ مند دل زندہ رہنے کا عزم رکھتا ہے اور رات کی اس کٹھن گھڑی کا مقابلہ کر رہا ہے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا تھا ویسے ویسے معالجین کی پیشانی بھی عرق آلود ہوتی جاتی تھی۔ کئی گھنٹوں کی معرکہ آرائی کے بعد بھی فیض اس آخری گھڑی کو نہ روک سکے، بورڈ ڈاکٹروں نے پوری رات اور آدھے دن کی شدید جدوجہد کے بعد دوپہر ایک بجے ان کے انتقال کا اعلان کر دیا تھا۔ وہ منگل کا دن اور 20 نومبر 1984ء کی تاریخ تھی۔"

آج ہماری نظروں کے سامنے فیض کا Death Certificate ہے جو میو ہسپتال کے ایسٹ میڈیکل وارڈ سے رجسٹر نمبر 625 کے تحت صادر ہوا ہے، جس پر ڈاکٹر جاوید گردیزی میڈیکل آفیسر کے دستخط ثبت ہیں۔ اس میں فیض کی عمر 73 سال، ہسپتال داخلہ 19 نومبر رات کے 11:30 بجے اور تاریخ انتقال 20 نومبر دن کے ایک بج کر تین منٹ لکھا گیا ہے۔ فیض کی علالت کی تشخیص Status Asthamatics اور Respiratory Failure بتائی گئی ہے اور انتقال کی وجہ Cardio Respiratory Failure لکھی گئی ہے۔

- سب جانتے ہیں کہ فیض سگریٹ نوشی کرتے تھے اسی سبب انہیں مسلسل برونکائٹس کے حملے اور بعض اوقات نمونیا بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ وہ پاکستان اور دنیا کے دوسرے ملکوں خاص طور پر ماسکو میں زیرِ علاج بھی رہے، ان متواتر حملوں نے ان کے پھیپھڑوں کو کمزور اور خراب کر دیا تھا اور انہیں امفی زیما ہونے کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی جس کا اثر ان کے قلب پر بھی پڑتا تھا۔ فیض کا دل بھی کمزور تھا اور Heart Attack ہو چکا تھا۔
- فیض چودہ گھنٹے ہسپتال میں زندہ رہے یعنی چودہ گھنٹے فیض نے ڈاکٹروں کو دیے، اسی شدید حالت میں مغربی ہسپتالوں میں ہر گھنٹہ نہیں بلکہ ہر دس پندرہ منٹ سے علاج کے پروٹوکال پر غور کیا جاتا ہے، ڈاکٹروں کا ایک کمیشن بنایا جاتا ہے اور جونیئر ڈاکٹروں کو مسلسل ہدایتیں دی جاتی ہیں۔
- ہمارا چالیس سالہ تجربہ بحیثیت فزیشن یہ بھی ہے کہ اگر مریض معتبر یا معروف ہو تو اس کی دیکھ بھال اور خصوصی علاج کے لیے ہسپتال کے تمام اہم ڈاکٹر اور اسٹاف موجود ہوتے ہیں، یہ سچ ہے کہ فیض کے چاہنے والوں کا ہجوم ہسپتال کے باہر لان پر تھا مگر کیا ہسپتال کے اندر وارڈ پر تجربہ کار ڈاکٹروں کا گروہ موجود تھا؟
- انتقال کے بعد فوری جسد وارثوں کو دے دیا گیا تا کہ جسدِ خاکی سپردِ خاک ہو سکے، کسی قسم کی بھی مزید تحقیق یا پوسٹ مارٹم نہیں ہوا۔

EAST MEDICAL UNIT Reg No: 625

Death Certificate.

Patient's name: Faiz Ahmed.

Age: 73 yrs.

Sex: Male.

Date of Admission: 19.11.84. 11.30 PM

Date of Death. 20.11.84. 1.20 PM.

Diagnosis: Status Asthmaticus / Respiratory Failure.

Cause of death: Cardiorespiratory Failure

Death certified by: Dr Javed Gondal

Javed Gondal

Medical Officer,
East Medical Ward,
Mayo Hospital, Lah

Body Handed to:

ڈیتھ سرٹیفکیٹ میو ہسپتال، لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
فیض احمد فیض

From

The District Magistrate,
Lahore.

To

Mrs. Alys Faiz Ahmed Faiz,
r/o 102-H Block, Model Town,
Lahore.

No.RDM/ 20943 Dated. 12-12-84

Subject:- Permission for holding a private get together in connection with Mr. Faiz Ahmed Faiz at 8xx 8-Durand Road, P.S. Qilla Gajjar Singh Lahore on 17-12-1984 from 2.00 P.M. to 6.00 P.M, alongwith use of microphones.

Memo.

With reference to your application dated 10-12-1984 on the subject noted above.

This office has no objection for holding a private get together in connection with the sad edmise of Mr. Faiz Ahmed Faiz within forewalls of 8-Durand Road, P.S. Qilla Gujjar Singh, Lahore on 17-12-1984 from 2.00 P.M. to 6.00 P.M. alongwith use of microphones subject to the conditions that the microphones shall be used on low tone for above said purpose only and no politcal/sectarian/objectionable issue shall be touched.

for District Magistrate, Lahore.

No.RDM/ Dated.

A copy is forwarded to:-

1. The Officer On Special Duty (Home) Home Department, Govt. of the Punjab, Lahore for information.
2. The Assistant Commissioner, Cantt. Lahore.
3. The Supdt. of Police, Cantt. Lahore.

for information and necessary action.

for District Magistrate, Lahore.

NOC from The District Magistrate Lahore for a Condolence Reference being held for Faiz Ahmed Faiz, 1984

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

General M. Zia-ul-Haq

ISLAMABAD
57/2/CMLA
26 Safar 1405 A H
21 November 1984

Mrs Alys Faiz
102-H, Model Town
Lahore

Dear Begam Faiz,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

On hearing the distressing news of the passing away of your husband on 20th November, I issued an official condolence message which, I trust, you have received.

I write these few lines to convey my personal sense of loss and grief at the sad demise of Mr Faiz Ahmad Faiz, and my profound admiration for his poetic genius. He was undoubtedly among the greatest poets and intellectuals of our times. He had many fields of creative interest, including teaching and journalism, but his life-long passion remained Urdu poetry and literature. He cast the Urdu ghazal into a new mould, and aligned it to the needs of contemporary idiom and expression. Urdu ghazal, through his pen, acquired a new vigour and finesse, and thus became a powerful and distinct medium of expression.

Faiz was an intellectual of international stature, and the appeal of his poetic works trancended the boundaries of Pakistan. He has left behind innumerable friends and admirers, at home and abroad, to mourn his death.

I share your grief in this hour of bereavement, and offer my heartfelt condolences. May Allah rest the departed soul in peace, and give you the strength to bear this irreparable loss. Ameen.

Yours sincerely,

M. Zia ul Haq

General
(M. Zia-ul-Haq)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

From: Mr. Abbas Haider Zaidi
Director (Ind), *Ministry of Foreign Affairs*
Islamabad

No. Ind/III/I/7/84 — 5 December 1984.

Dear Mrs. Faiz,

I enclose copy of a telegram received through our Embassy in New Delhi from Mr. Amjad Ali Khan conveying condolences on the death of our beloved Faiz Ahmad Faiz. Mr. Amjad Ali Khan is a leading exponent of Sarod and lives in New Delhi.

2. Please accept my personal regards and convey my love and affection to Salima and Shoaib Hashmi.

Sincerely,

(Abbas Haider Zaidi)

Mrs. Alys Faiz,
103-H Model Town,
LAHORE.

AMBASSADOR OF INDIA
ISLAMABAD

21 November 1984

Dear Begum Sahiba,

I was deeply shocked to learn of the passing away of Faiz Sahab whom I had the honour of knowing personally.

I have the honour to enclose a condolence message received from the President of India, Giani Zail Singh. I am also enclosing copy of a message received from Professor Nurul Hasan, who is at present India's Ambassador in the Soviet Union.

With heartfelt condolences,

Yours sincerely,

(K.D. Sharma)

Begum Alys Faiz,
132-H, Model Town,
Lahore

MESSAGE

I feel sorry to learn about the passing away of Faiz Ahmad Faiz, a Urdu Poet of world renown, at Lahore today. His death is an irreparable loss to the literary and intellectual life in the whole sub-continent. His poems will live for ever and keep his memory alive. I convey my heartfelt condolences to all members of the bereaved family.

GIANI ZAIL SINGH.

AMBASSADOR OF INDIA
ISLAMABAD

No.ISL/AMB/13/85 — 7 January, 1985

Dear Madam Faiz,

It was indeed with a deep sense of sorrow and grief that I called on you in Lahore after the sad demise of your respected husband. The commitment of Faiz Sahib to the well being and prosperity of the peoples of the sub-continent will long be remembered and cherished by us. His spontaneous warmth and affection won him innumerable friends and admirers in India, like indeed in other parts of the world.

2. We will always remember and cherish Faiz Sahib's commitment to the promotion of Indo-Pakistan friendship and goodwill. His death was deeply mourned all across India. Our Television had produced a special programme in honour of Faiz Sahib on the day immediately after his sad demise. I am enclosing herewith a video cassette recording of television programme which had been produced in India in his memory. It is a vivid portrayal of the affection and regard in which he was held by the people of India.

With affectionate regards,

Yours sincerely,

(Krishna D. Sharma)

Mrs. Alys Faiz,
Lahore.

✓ 29/1/85

AFKAR

UNIQUE LITERARY CULTURAL & FAMILY JOURNAL

روایت

شریف کنجاہی

۱۰۳- مرغزار کالونی گجرات

۱۹۸۴

شریف کنجاہی

۲۱ نومبر ۱۹۸۴

فیض صاحب کی نذر ایک نظم

مخلص ــــ شریف کنجاہی

۲۲ نومبر ۱۹۸۴

تعزیتی خطوط

THE OLD RAVIANS' ASSOCIATION

To,

Dear Madam,

AHSAN ALI QURESHI

رفیع الدین رفیع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنجابی ادبی مرکز ۔ ساہیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پنجابی ادبی مرکز ۔ ساہیوال

مجلسِ تنویرِ ادب ۔ منڈی بہاؤالدین (ضلع گجرات)

مجلسِ تنویرِ ادب ۔ منڈی بہاؤالدین (ضلع گجرات)

دانش گاہِ اقبال

THE
IDRAK

ادراک

پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن

امن - آزادی - ترقی - سوشلزم

25-11-84
Taxila

INTER BOARD COMMITTEE OF CHAIRMEN

C-3. (T&T)

PAKISTAN TELEGRAPH & TELEPHONE DEPARTMENT

No.

Received here at———H. M.

== X 2030 AD 73 RAWALPINDI 20 212 ==

MRS FAZ AHMED FAIZ 102 H MODEL TOWN LAHORE =

= I AM DEEPLY GRIVED TO LEARN OF THE SUDDEN AND SAD DEMISE OF
YOUR ILLUSTRIOUS HUSBAND MR FAIZ AHMAD FAIZ STOP DURING THE
LAST HALF CENTURY HE WAS AMONGST THE LEADING INTELLECTUALS
AND URDU POETS PARA HE NOTONLY GAVE A NEW DIRECTION TO URDU POETRY
AND LITERATURE BUT ALSO CAST THE GAZAL IN A NEW MODE AND ALIGNED IT TO
THE NEEDS OF CONTEMPRARY IDIOM AND EXPRESSION STOP URDU GHAZAL THROUGH
HIS PEN ACQUIRED A NEW VIGOUR AND AND FINESSE AND THUS BECAME A POWERFULL
AND DISTINCT MEDIUM PARA MR FAIZ AHMED FAIZ WAS AN INTELLCTUAL OF

This form must accompany any enquiry ...

PCPPL—440 DCS&F—12-7-84—50,000 Pads.

145

C-3. (T&T)

PAKISTAN TELEGRAPH & TELEPHONE DEPARTMENT

No.

Received here at———H. M.

INTERNATIONAL STATURE STOP HIS POETIC WORKS HAVE BEEN OR ARE BEING
TRANLATED INTO VARIOUS LANGUAGES OF THE WORLD PARA HE WAS ALSO
JOURNLAS IT STOP HE LEFT HIS MAR IN BOTH THE FILEDS PARA HE
WILL BE LONG REMEMBERED AS A GREAT INTELLAECTUAL AND A DISTINGUISHED
PEOET SOP HIS LOSS IS MOURNED BY HIS COUNTLESS ADMIRERS WITHIN THE COUNTRY
AND OUTSIDE PARA MAY HIS SOUL REST IN PEACE AND MAY ALLAH GRANT
PERSEVERENCE AND FORTITUDE TO YOU AND OTHER MEMBERS OF THE FAMILY TO BEAR
THIS IMMENSE LOSS STOP AMEN END = GENERAL MOHAMMAD ZIA UL HAQUE
PRESIDEN OF PAKISTAN ==

The sequence extract at the beginning ... as needed in initial number, office of origin date service instructions ...
This form must accompany any enquiry respecting this telegram.

PCPPL—440 DCS&F—12-7-84—50,000 Pads.

146

PAKISTAN T & T TELEGRAM

IDS 39/22 XF 1655 APF 6 NEW DELAHI 21 34:-
: MRS FAIZ 102 H MODEL TOWN LAHORE PAK:-
OUR PEARTS GO TO YOU AT THIS
TRAGES MOMENT FAIZ HAS INDEED
~~LEF~~ LEFT AN IRRAPROABLE VOID MAY
YOU BE ~~GAVE~~ GRANTED COURAGE TO WITH
STAND THIS CALAMITY:-
INDER GUJRAL

PAKISTAN T & T TELEGRAM

IDS 13/24 XF NIL AP 1016 BOMBAY 23 59
MRS FAIZ AHMED FAIZ WIFE OF LATE FAIZ AHMED FAIZ URDU POET LAHORE
PAKISTAN
DEEPLY SHOCKED TO GRIEVED TO LEARN PAKISTAN:
DEEPLY SHOCKED TO GRIVED TO LEARN OF THE SAD AND SUDDEN
DEMISE OF YOUR HUSBAND STOP HE WAS A AGAINST IN URDU
LITERATURE AND A GREAT POET STOP ALL INTELLIGENTIA
WILL MISS HIM STOP MAY HIS SOUL REST IN PEACE(.)
SUNIL DUTT

PAKISTAN T & T

IDS 82/22 XF 1800 APM 849 BOMBAY 21 VIA BO 29/31
BEGUM FAIZ AHMED FAIZ LAHORE PAK-
FAIZ SAHIB IS GONE STOP IT IS GREATLOSS TO THE LITERURY
WORLD ACCEPT HEARTFELT CONDOLANCES
RAJA KAPOR BOMBAY-

भारतीय डाक-तार विभाग
INDIAN POSTS AND TELEGRAPHS DEPARTMENT
तार
TELEGRAM

HIS EXCELLENCY AMBASSADOR OF PAKISTAN
EMBASSYSOF PAKISTAN SHANTIPATH NEW DELHI

X 2345 AP 2332 NEW DELHI 22 37
KINDLY CONVEY OUR HEARTFELT CONDOLENCES TO THE BEREAVED FAMILY OF GREAT
FAIZAHMAD FAIZ (+) HE WILL ALWAYS BE REMEMBERED (+) REGARDS == AJ==
AMJADALIKHAN ==LN 13 AP 2332

E-TELEGRAM PAKI

X 1200 AN6 ISLAMABAD 21 60
:- MRS FAIZ AHMED FAIZ/ LATE POET/
LAHORE
MADAM AHMED FAIZ
TO BE SHOCKED TO LEARN THAT THE
PROMINENT PAKISTANI POET AND
WRITER MR FAIZ AHMED FAIZ
PASSED AWAY OF A HEAT
~~AT~~ HEART ATTACK I FEEL DEEPLY
SORROW AND WOUL LIKE TO EXTEND MY
SYMPATHY TO YOU AND OTHER MEMBERS
OF THE FAMILY ~~WANG~~
WANG CHAUNABIN ~~MADAM~~ AMBASSADOR
EMBASSY OF THE PEOPE'S REPUBLIC OF
CHINA IN PAKISTAN:-

59

copy

EXPRESS ALICE FAIZ AHMED FAIZ
BLOCK G
MODEL TOWN
LAHORE (PAKISTAN)

WE HAVE LOST OUR DEAREST FRIEND A GREAT POET REVOLUTIONARY HUMANIST CHAMPION FOR WORLD PEACE YOUR LOSS IS OURS PROFOUNDEST SYMPATHY LOVE HIS WORDS WILL LOVE FOREVER

RASHEEDUDDIN KHAN CHANDRAJIT YADAV
PALIWAL PERIN
ALL INDIA PEACE AND SOLIDARITY ORGANISATION

Nov.21,1984

PAKISTAN E-T

01505 AAKARACHI 22 93/90:
THREE ADDRESS:
MRS ALYS FAIZ 102 H MODEL TOWN LAHORE:
MR AND MRS HUMAIR HASHMI 102 H MODEL TOWN LAHORE:
MR AND MRS SHOAIB HASHMI 102 H MODEL TOWN LAHORE:
~~LEASE~~ PLEASE ACCEPT OUR CONDOLENCES ON THE PASSING AWAY OF
A MAN WHO WAS ABOVE ALL A COMPASSIONATE AND GENTLE HUMAN BEING
A PERSON WITHOUT WHOM THE ~~WORLD~~ WORLD IS A ~~[illegible]~~ POORER
PLACE MAY ALLAH REST HIS SOUL IN PEACE GIVE
YOU ALL STRENGTH TO BEAR THIS LOSS AND TO HELP ADVANCE
THE GREAT CAUSES ARTICULATED SO MEMORABLY BY
FAIZ SAHIB:
[illegible] AND [illegible]:

103

PAKISTAN E-T

X 1010 AS A RWINDI TOWN 22 45
:- MRS FAIZ AHMED FAIZ AND
MRS SALIMA ~~[illegible]~~ HASHMI 102 - H
MODEL TOWN LAHORE
:- ~~[illegible]~~ PLEASE ACCEPT
HEART FELT CONDOLENCE ON THE SAD
DEMISE OF FAIZ AHMED FAIZ (.)
MAY GOD ~~[illegible]~~ REST HIS SOUL IN PEACE
AND GRANT STRENGTH YOU AND
FAMILY TO BEAR LOSS
G. A. G. A. [illegible]

NNNN
ZCZC KLF011 ASQ989
XF 1614 CAIRO 25 66/64

MR FAIZ AHMZD FAIZ
C/O ISHWAR NAHID DIRZCTOR PAKISTAN
NATIONAL CENTER LAHORE PAKISTAN

WITH GRZAT SORROW JUST KNZW YUDDEN DEMISE OF MYDEAR
FRIEND GREAT PAKISTAN POET FAIZ WHO PASSED AWAY FOUR
DAYS AGO STOP MY GREAT RESPECT TO HIS EMEMORY EXPRESSING
MY CONDOLENCES TOYOU AND FWMILYHSTOP.9
ABDEL AZIZ SADEK DEPUTY SECRETARY GENERAL
AFROASIAN WRITERS AND CHAIRMAN
INTERNATIONAL COMMITTEE FEDZRATION OF WRITERS IN EGYPT

KLF 33 AKI 673
XF 1930 MOSCOW URSS 22 16/154 DEVLE
V MRS ALICE FAIZ PAKISTAN SOVIETN FRIENDSHYP SOECITY
V C/ O MAZGAR ALIKHAN EDITOR VIEWPOINT
X PO BOX 540 LAHORE PAKISTAN-
PRESIDIUM OF UNION OF ~~SOCIETY~~ SOEIT SOCITIES FOR
V FRIENDSHIP AND CULRAL RELATIONS WITH FOREION COUNTRIEES AND
EXECUTIVE COMMITTEE OF SOVIET PAKISTAN CULTURAL RELATIONS
SOCEITY EXPRESS PROFOUND CONDOLANCES
V ON THE DEMISE OF OUTSTANDIN POET
PAGE 2
CONTRIBUTION TO NOOBLE CAUSE
OF STRENGHTENING AND DEVELOPMENT OF FREINDSHIP BETWEEN
PEOPLE OF OUR COU TRIES .
BRIGHT ~~OF~~ . IMAGE OF FAIZ AHMAD FAIZ WILL LIVE
FOREEVER IN OUR MEMORES.
ZINADA KRUGLOVA CHAIRPERSON OF PRESIDIUM

OF SOVIET SOCIETIES FOR FREINDSHIP AND CULURAL-
RELATIONS WITH FORIGN COUNTRIES.
BY
OF YURI GANKOVSKY ACTING PRESIDENT OF SOVIET
PAKISTAN CULTURAL RELATIONS
SOCIETY:

PAKISTAN T & T TELEGRAM

8/30 C F—1

WLF 34 RKI 669
XF 175 MOSCU URSS 22 03/62+
DEVIE
URGENT
MME ALYS FEIZ 302 A MODELTOWN LAHORE+
ON BEHALF VAST CIRCLES SOVIET PUBLIC WE EXPRESS DEEP SORROW
AND CONDILENCES WITH DECASE PROMINENT POET AND
PUBLIC FIGURE OF PAKISTAN AND ENTIRE WORLD COMMA
OUR DEAR BROTHER IN ARMS
FAIZ AHMED FAIZ STOP WE SHALL ALWAYS KEEP IN OUR
P.P.
HEARTS
HIS NAME AND NOBLE DEEDS STOP
PRESIDIUM SOVIET AFROASIAN SOLIDARITY COMMITTEE

42

PAKISTAN T & T TELEGRAM

X FFF- AE.FT DIKHAN F4 12F/120 :
DEAR MRS FAIZ MODEL TOWN LAHORE :
THE NEWS THAT OUR BELOVED POET FAIZ
AHMED FAIZ HAS PASSED AWAY, HAS SHOCKED US
BEYOND THE CONFINES OF EXPRESSION . CERTAINLY HIS
DEMISE HAS CREATED SUCH VACUUM IN THE FIELD OF LITERATURE. 00578
WHICH CAN HARDLY BE FILLED BY ANY LITERARY
PERSANAGE . INDEED PROBITY AND INTEGRITY OF PEN WAS
HIS DISTR+ DISTINGUISHED TRAIT OF CHARACTER.
HIS WHOLE LIFE WAS MARKED WITH THE LOGHT THAT
STHE+ STRUGGLE FOR THE ELEVATION OF POOR MESSES
OF THE WORLD .HE RETAINED A CONSPICUOUS STATION
AMONG THE LEADERS OF PEACE AND PROGRESS. OF
COURSE . PROGREW+ PROGRESSIVE FORCES
WOULD MISS HIS HONEST . SAGICIOUS AND VERACIOUS
GUIDE IN THEIR SHU+ STRUGGLE AGAINST IMPERIALISM.
DEAR MRS FAIZ THE PEACE O+ LOVING POET
WOULD NOT ONLY LIVE IN THE WORLD OF LITERATURE
BUT HE WOULD LIVE IN THE HEARTS AND MINDS OF ALL
THOSE WHO HAVE DEDICATED THEIR LIVES FOR THE
CAUSE OF PROSPERITY EQUALITY AND PROMOTION AMONG
THE DOWNTRODDEN PEOPLE ALL
OVER THE WORLD . ON THE LAST WE WILL PRAY
THAT YOU MAY BE ABLY BEAR THIS IRREPARABLE LOSS
YOUR WELLWISHERS
UMAR FAROOQ AND FAZAL REHMAN :
MIAN KHAIL HOUSE RANG MAHAL DIKHAN NWF :

25

O 1310 AP 16 RPINDI 21 30/37=
MRS ELIS RIAZ 102 MODELTOWN LAHORE
PROFAMILY SHOCKED TO LEARN THE TRAGIC
NEWS (.) GREAT LOSS TO URDU LITRATURE AND HUMAN THO
HE WILL BE WIDELY MISED AND MOURNED (.)
SULTAN HASHKARAND ZAMEER JAFFARY=
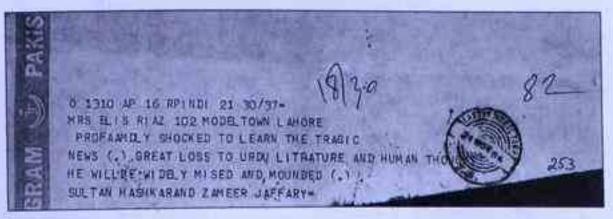
XLF 210 ASN 164
XF 1407 LONDON 20 24
MRS FAIZ AHMED FAIZ
102 H BLOCK MODELTOWN LAHORE
MY DEEPEST SYMPATHY AND PRAYERS AT THIS TIME OF
DISTRESS IFTIKHAR ARIF AND FAMILY=

X 2030 APM 75 KARACHI 20 46
MRS MUNEEZA HASHMI 102H MODELTOWN LAHORE

I AM DEEPLY GRIVED TO KNOW THE SAD DEMISE OF YOUR
FATHER I PRAY THAT ALMIGHTY GOD MAY
GRANT TO REST HIS SOUL IN PEACE
Q AND GIVE STRENGTH TO YOU
AND AND FAMILY TO BEAR THE LOSS

ATHAR WAQAR AZEEM

XLF 5 ASQ 035
XF 1618 BIRMINGHAM 20 83 2

MRSFAIZ AHMED FAIZ G BLOCK MODEL TOWN LAHORE
WE ALL FEEL A GREAT PERSONAL LOSS STOP WITH MY
SINCERE CONDOLENES
ZIA MOHYEDDIN

X 1120 A 19 KARACHI 23 291
MRS FAIZ SALEEMA MUNEEZA SHOAIB HUMAIR 102
MODELTOWN LAHORE
WE HAVE NO WORDS TO EXPRESS OUR FEELINGS
SAY GOD GIVE YOU COURAGE BEAR IRREPRABLE
LOSS HAJIRA MANSOOR AHAMDALI=

O 1200 A 23 ABBOTABAD 21 36=
MRS ALYS FAIZ 102 H MODELTOWN LAHORE
TO BE AWAY TODAY ADDSS GREATLY TO THE SORROW
N THE DEATH OF
A GRETMAN (.)=
HIS VERSES WILL LIVE WITH US FOREVER (.)=
AITZAZ AHSAN=
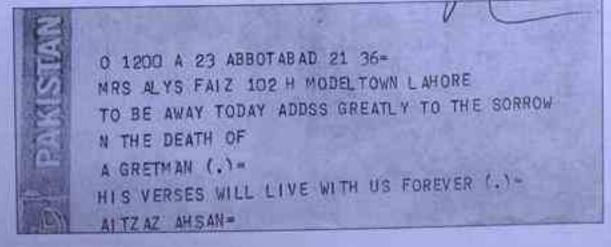
A POEM FOR FAIZ

I will sing of you later,
When the tread of a thousand feet,
the unending roll of sorrows,
the breath of roses enfolding,
the eulogies, the warranted praise,
the drawn-out memories of others,
the grief of recalling, the total acceptance of death
are over
Then will I sing, not to the tread
of a thousand feet, nor to the roll of
sorrow
Nor will I lift the roses
nor echo praise
nor recall, nor accept.
My song neither begins nor ends
It is eternity

Alys Faiz

217
F-7
Islamabad
[illegible]

My dear Mrs Faiz Ahmed Faiz

[illegible]

Faiz: You

[illegible] of [illegible] Trample the [illegible]
A [illegible] of hope decorates the heavens' zenith
In the pitch dark gloomy night
[illegible] a trail of light
Rainbow arch over the horizon
Beckons all to [illegible] march on
On the desert in the burning heat
I [illegible] my own green oasis
[illegible] not as a dead man
I live in memory [illegible]

Faiz

Yours Sincerely
[illegible]

Rimma Kazakova

رمّا کازاکووا

ترجمہ - لدمیلا واسی لیوا

[illegible]

Translation
Ludmila Vasilyeva

Palestine Liberation Organization
London Office
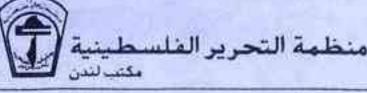
Telephone: 01.491 8872
01.629 8394

52 Green Street, London W1, England

تليفون: ٠١-٤٩١ ٨٨٧٢
٠١-٦٢٩ ٨٣٩٤

Dear friends, brothers and sisters,

On the memorable occasion of the first anniversary of the martyrdoom of the great progressive and international figure Payez Ahmad Fayez, I want to express in my personal capacity and in the namef the P.L.O and the Palestinian people, our esteem and respect to the martyr and to the role he played in the political and cultural scenes. He has aleays struggled on the side of just causes including the just cause of the Palestinian people.

I want to express my pride at having been a personal friend of Fayez. I felt enourmous sorrow at the loss of a great militant and friend, and realised once again the importance of such people in the modern world in the fight for freedom, justice and the aspiration to return to the homeland.

On the occasion of the anniversary of the death of Fayez Ahmad Fayez, I renew my plege to continue our struggle against imperialism, and zionism and all other forms of oppression, colonialism and apartheid. I renew my pledge to my friend to stand side by side united with all the struggling peoples of Africa, Asia, Latin America and wherever people suffer from oppression, apartheid, imperialism and facism.

This is my loyal pledge to my dear friend Fayez Ahmad Fayez, martyr for freedom, progress, martyr of the committed word and the lasting solidarity between people working for noble causes and aims.

Yaser Arafat

~~ABU AMMAR~~.

Chairman of the Executive Committee

Condolence Reference on Faiz's First Death Anniversary by Yasser Arafat, 1985

نیو یارک میں سیّد تقی عابدی کی کتاب ''فیض فہمی'' کی رسم اجرا

نیو یارک (خالق حسین صدیقی)

پانچویں عالمی اردو کانفرنس اور فیض کے صد سالہ جشن کے موقع پر جو اردو ٹائمز کی سرپرستی میں نیو یارک میں منعقد ہوا، ممتاز محقق، شاعر، دانشور ڈاکٹر سید تقی عابدی کی کتاب 'فیض فہمی' کی رسم رونمائی ادا کی گئی۔ اس کتاب میں 162 مضامین کے ذریعہ عظیم شاعر فیض احمد فیض کی شخصیت، شاعری، نثری تخلیقات کا ہر زاویہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ فیض احمد فیض کی چھوٹی بیٹی منیزہ ہاشمی اور پروفیسر گوپی چند نارنگ نے افتتاحیہ اجلاس کے دوران اس کتاب کی رونمائی کی۔ منیزہ ہاشمی نے کتاب کو فیض سے محبت رکھنے اور فیض کو پڑھنے والوں کے لئے ایک انمول تحفہ قرار دیا۔ پروفیسر نارنگ نے 'فیض فہمی' کو عظیم ترین اور تاریخی تحفہ قرار دیا اور کہا کہ یہ کتاب فیض پر تحقیق کرنے والوں کے لئے ایک بڑا خزانہ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر تقی عابدی نے اپنے ذاتی خرچ سے شائع کروائی ہے تاکہ بغیر کسی قیمت کے فیض کے چاہنے والوں اور فیض پر کام کرنے والوں کو تحفہ کے طور پر پیش کی جاسکے۔ اس کتاب میں تقریباً 50 سے زیادہ مضامین ڈاکٹر تقی عابدی نے لکھے ہیں۔ کتاب کے پیچھے مشہور آرٹسٹ ایم ایف حسین کی قلم سے بنائی ہوئی 1976 کی تصویر بھی چمڑے کی جلد پر پرنٹ کی گئی ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں فیض کا غیر مدون کلام بھی موجود ہے جو ان کے کلیات میں شامل نہیں ہے۔

وسیم افتخار انصاری (برہان پوری)
اسسٹنٹ گورنمنٹ گرلس پی۔ جی۔ کالج
محلہ میدان رامپور (یو۔ پی)

ڈاکٹر سید تقی عابدی

کا تجدیدی کارنامہ: ''فیض فہمی''

[illegible]

[illegible]

Faiz Fahmi— Encyclopaedic Work on Life & Thought of Faiz

By Ayub Khan

Syed Taqi Abidi's 'Faiz Fehmi' launched

PAKISTAN TODAY

October 5, 2011 on 2:38 AM

Source: **Xari Jalil**

Syed Taqi Abidi's book on poet Faiz Ahmed Faiz and his poetry was launched titled 'Faiz Fehmi'. The book launch was held at the Alhamra Arts Council, organised by the Lahore Arts Council, with eminent guests including Intizar Hussain, Faiz's daughter Moneeza Hashmi, drama writer Asghar Nadeem Syed and senior columnist Ataul Haq Qasmi.

During the book launch, Intizar said that although many books and articles had been printed on this great poet, it was important to read and understand each of these pieces, because with each piece of writing, a new side of Faiz was brought forward. "It is a must to understand him," said the famous writer and intellectual. "And for this, it is important to read everything written on him. This book took has brought a lot forward," he said.

Intizar said that Faiz's poetry style was soft and gentle and hardly ever loud and aggressive. Sometimes, his tone became slightly assertive, but in general, Faiz was a master of subtle, soft poetry. He said that in those days Faiz was never understood by many of the thinkers of his party line because he never totally followed the party line either. But today in retrospect, Faiz was considered more a progressive than many of the one who thought he was not.

Taqi Abidi said that Faiz was always a very controversial poet, who was hardly ever accepted in many circles. "He was a romantic poet whose imagery never died, in fact was immensely powerful," said Abidi. He quoted Faiz's poem Shaam that gave the imagery of Hindu symbols all in one poem. The tree as a mandir, the orange setting sun spread all over the sky as the sindoor on the forehead of a saint, and its gray, the ashes that a sagoo rubs all over his body.

"Today we have brought forward Faiz as a man, but we have hardly studied his poetry," says Abidi. "His personality and poetry are both equally important to know. But his poetry is so layered that we can attain a PhD degree in his poems," he said.

He also pointed out that Faiz 'resolved' the problem of 'tarseel and iblaagh' (understanding and communication) by writing the simplest poetry. "Although some writers have said that he almost never used Persian words, this is wrong. Faiz probably used the most Persian words, but despite this, his allegories and his imagery was far easier to understand than was Iqbal's," said Abidi.

He pointed out Javednama by Iqbal, where the poetry style is highly complex. "Faiz also wrote some splendid verses for the Iranis in Persian but they know nothing of it, until I introduced these in Tehran some time back. We should bring forth our heroes so that others also know of them and their magnificence."

Abidi said that today about 1,800 books have been written on Faiz, but if he was a Persian, some 4,000 books would have been written. It was unfortunate that we ourselves never studied and learnt about our own writers.

http://www.pakistantoday.com.pk/?p=126807

PAKISTAN TODAY
"Dedicated to the legacy of the late Hameed Nizami"
Arif Nizami (Editor)

رو میں ہے رخشِ عمر

سچ تو یہ ہے کہ کسی بھی شاعر کی باقیات کامل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ خود شاعر کو اس کا مکمل علم نہیں رہتا کہ اس نے اپنے شعری سفر میں کب اور کہاں کیا کیا کھو دیا ہے۔ یہاں ہم اس رُوداد کو ذیل کے تضمینی مصرعے میں بیان کر سکتے ہیں:

'یہ باقیات ابھی ناتمام ہے شاید'

اسی لیے اس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہر وقت کچھ نہ کچھ نئی تخلیقی تصنیف ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ فیض احمد فیض اگرچہ ایک ممتاز، معروف، مستند فطری شاعر تھے مگر اردو کے دوسرے بڑے شاعروں کی نسبت کم گو تھے۔ فیض کے مجموعی اشعار کی تعداد دو ہزار سے بھی کم ہے جبکہ اردو کہکشاں میں بعض ایسے بھی شاعر ہیں جن کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ کے قریب یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ فیض کے پہلے مجموعے ''نقشِ فریادی'' کی اشاعت کے بعد ان کے دوستوں اور پرستاروں کو ان کے کلام کا انتظار رہتا تھا چنانچہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کوئی تخلیقی فن پارہ منظرِ عام پر آئے اور آنکھوں سے اوجھل رہے۔ بعض اوقات ایسا ہوا ہے کہ چند مصرعوں کو بعد میں حذف کر دیا گیا اور چند مصرعوں کا اضافہ بھی کیا گیا جن کی نشاندہی ہم نے باقیات کے چند نکات اور غیر مدوّن کلام کے ذیل کی ہے۔ خود فیض نے کہا تھا کہ انہوں نے اپنا ابتدائی کلام اپنے مجموعوں میں شامل نہیں کیا، چنانچہ وہ صرف بعض اخباروں اور رسالوں کی نذر ہو کر رہ گیا۔ ہم نے فیض کے ابتدائی کلام کو جو ''راوی'' میگزین میں شائع ہوا، باقیات میں شامل کیا ہے۔ ہم نے باقیات میں ان تمام نکات کی طرف اشارہ کر کے وہ کلام جس میں کچھ ترمیم اور تنسیخ کی گئی ہے پیش کیا ہے، جو اگرچہ زیادہ نہیں مگر اہمیت کا حامل ہے۔ ہم نے اپنے چند مضامین جو باقیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں، فیض کے متعلقات کے طور پر اس میں شامل کیے ہیں۔

فیض چونکہ ہمہ جہت شخصیت تھے اس لیے ان کی کئی جہات میں عمدہ تخلیقی تحریریں تھیں مگر ہمیں تلاش کرنے پر بھی کچھ تحریریں حاصل نہ ہوئیں اور ہمیں ان کے لیے مزید انتظار کرنا بے سود لگا چنانچہ پاکستان ٹائمز، ادبِ لطیف اور لیل و نہار کراچی کے اداریے جو مرزا ظفر الحسن مرتب کر رہے تھے دستیاب نہ ہو سکے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ رزمیہ نظم جو جیل میں لکھنے کی خواہش کر رہے تھے وہ لکھی گئی یا نہیں۔ ''Pillers of Community'' کا جو نصف ترجمہ کر لیا تھا اس کا پتہ نہیں ملتا اور اسی طرح کئی دوسری تحریریں، ایک دو فلم کی اسکرپٹ کے اشارے تو ملتے ہیں لیکن اصلی تحریر نہیں ملتی۔ ہم نے اپنے مضمون ''اے بسا آرزو کہ خاک شد'' مطبوعہ ''فیض فہمی'' میں ان تخلیقوں اور تحریروں کا مفصل ذکر کیا ہے۔ شاید مستقبل میں فیض کے محققین اور فیض شناسوں تک آئندہ کبھی ان کی رسیدگی ہو سکے۔

یہاں سب سے پہلے خصوصی طور پر ہم محترمہ سلیمہ ہاشمی، محترمہ منیزہ ہاشمی اور ڈاکٹر علی مدیح ہاشمی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے خطوط کے ہمراہ اسناد، مدارک اور ضروری نادر تصاویر بھیجیں جسے ہم نے اس باوقار صحیفہ کا جزو کیا۔ ہم ڈاکٹر بیدار بخت، ڈاکٹر بیدار مجید، جناب ایوب اولیاء، ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب، جناب لطیف اویسی اور جناب سجاد حیدر کے ممنون ہیں جنہوں نے خطوط کے ساتھ تصاویر بھی مرحمت کیں۔ ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق جناب سلمان احمد ہیں جو صادقین فاؤنڈیشن کے روحِ رواں ہیں۔ فیض فاؤنڈیشن کی انچارج محترمہ یمین زاہرہ صاحبہ اور سمیرا خلیل صاحبہ کی کوششوں سے ہمیں اس پراجیکٹ میں مدد ہوئی، ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ ''باقیات و نادرات فیض احمد فیض'' کا بیان مکمل نہ ہوگا اگر ہم **بک کارنر** جو اس دورِ حاضر میں جہلم سے دُنیائے اُردو ادب میں اپنی اشاعت کی خوشبو بکھیر چکا ہے، کا ذکر نہ کریں۔ جناب امر شاہد اور گگن شاہد نے دن رات محنت اور دلجوئی سے اپنی ادبی اور ثقافتی تہذیبی صلاحیتوں کے ساتھ جو طباعت کی فن کاری کے کرشمے دکھائے ہیں ہماری نظروں کے سامنے موجود ہیں۔

آخر میں خواہش مند ہوں اگر کچھ مطالب رہ گئے ہیں تو ضرور مطلع کریں اور ہماری کوتاہیوں کو درگزر کریں۔

ڈاکٹر سید تقی عابدی

Jhelum (Pakistan)
bookcornerjhelum
bookcornershowroom
info@bookcorner.com.pk